مخصوص کارڈ۔

مصنف ۔۔ قربان (شیخ قربان احمد)

عنوان ۔۔

ترتیب ۔۔

اردو شاعری۔

جملہ حقوق محفوظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاخِ نبات

المعروف

ارمغانِ جہان

١٣٥١ھ

دیوان صاحب کمال شیخ قربان احمد قربان

١٩٣٢ء

اختر ہند پریس سہارنپور باہتمام محمد زکریا طبع شد

ایڈیشن اول ۵۰۰

شیخ غلام محمد ... تاجران کتب
مائیسمہ بازار امیرا کدل سرینگر کشمیر

غلطی نامہ دیوان قربان

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱	۲	۷	سہارنپوری	سہارنپور میں
۲	۳	۱۱	ارتقائے روشن	ارتقائے روش
۳	"	۲۱	دہواں نہ	نہ دہواں
۴	۴	۷	برخستگی	برجستگی
۵	۵	۲۲	ازل	ارے
۶	"	۲۵	اعنار	اظہار
۷	۷	۱۲	عرض	غرض
۸	۸	۱۶	پلادے	پلاے
۹	۱۰	۱۷	وعدہ نے	وعدہ نہ
۱۰	۱۵	۶	زنہار	نہ زنہار
۱۱	۱۶	۲۰	اسکو	اسکو ہنسانا
۱۲	۱۸	۲۲	حیلہ خو	حیلہ جو
۱۳	۲۰	۵	میرے	پر میرے
۱۴	۲۷	۲	وزدِ کہن	وزدِ کفن
۱۵	۳۰	۷	پیرہتس	پیرنہ ہنس
۱۶	"	۱۸	پی پی	پی پی
۱۷	۳۱	۶	دوں گا	کردوں گا
۱۸	۳۳	۵	سے لیکر	لے لیکر
۱۹	۳۴	۶	تم نہ	نہ تم
۲۰	۳۵	۶	حسن و جمال	جمال و حسن
۲۱	۳۶	۱۹	غل	غل
۲۲	۳۸	۹	شر	محشر
۲۳	۴۳	۲۶	مطلوب	ہے مطلوب
۲۴	۴۴	۳	قربان	قربان کے

(نوٹ) کتابت کی جو غلطیاں نظر پڑیں صحیح کر دی گئیں اور جو رہ گئی ہوں ناظرین خود صحیح کرلیں۔

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب
مہا راج بازار امیرا کدل سرینگر کشمیر

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۲۵	۴۴	۷	ملا	ملا تجکو
۲۶	۴۵	۱۸	گرشیں	گردنشیں
۲۷	۴۶	۶	زنگسار	انکسار
۲۸	۵۰	۷	غافل	بسمل
۲۹	۵۴	۵	پیالی	پیامی
۳۰	۶۳	۲۲	ذرہ	ذرہ ذرہ
۳۱	۶۴	۲۲	محبت میں	محبت کا
۳۲	۶۶	۱	دم	دم دم
۳۳	"	۹	مزا کیا کیا	ہے مزا کیا کیا
۳۴	۷۰	۱۸	سبکے	پہلے
۳۵	۷۵	۲	دلربی	دلفریبی
۳۶	۷۷	۷	سوزنے	سوز سے
۳۷	"	۸	سور	سوز
۳۸	۷۸	۱۴	طاعوس	طاؤس
۳۹	۸۵	۱۳	گل	ل
۴۰	۹۲	۱۴	پر	پھر
۴۱	"	۱۵	پربہار	پھر بہار
۴۲	۹۳	۲۲	قضا بھی	قضا کا بھی
۴۳	۹۵	۸	ہیں پاک	ہیں پاک
۴۴	"	"	"	"
۴۵	"	۹	ہے خوب	ہیں خوب
۴۶	۱۰۳	۲۰	اس کے	اس کو
۴۷	۱۰۸	۱۷	نقشہ	نشہ
۴۸	۱۱۵	۱	ڈہائیلی	ڈہائیگی
۴۹	"	۳	ایک دل قیامت	ایک دن قیامت
۵۰	۱۲۱	۱۵	یہ ہر	بہ ہر
۵۱	۱۲۳	۱۷	دل مسرور	دل کو مسرور

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۵۲	۱۲۳	۲۱	لینے	سینے
۵۳	۱۳۶	۴	زار بھی	زار تھی
۵۴	۱۲۷	۱	خوشگیں	خشمگیں
۵۵	۱۴۰	۱۴	بھی	کبھی
۵۶	۱۵۵	۵	ہوا	ہوا وہ
۵۷	۱۷۲	۷	کہاں کہاں	کہاں اور کہاں
۵۸	۱۸۹	۲۳	دیں	دی
۵۹	۱۹۳	۱۰	کرنے والے	کرنے والا
۶۰	۱۹۴	۱۳	دل سے	دل کے
۶۱	۱۹۵	۳	کسی یاد	کسی کی یاد
۶۲	״	۱۹	نہیں نام	نہیں رہا نام
۶۳	۱۹۶	۱۱	خاتون	قانون
۶۴	۲۰۰	۱۹	دیتے ہیں	دیتے ہیں
۶۵	۲۰۱	۴	بیاں ہوگا	یہاں ہوگا
۶۶	״	۲۲	ربان	زبان
۶۷	۲۰۳	۹	کرنی	کرتی
۶۸	۲۰۵	۸	دیر کا	دیر کیا
۶۹	۲۰۶	۱۷	نسیم صبا	نسیم صبح
۷۰	۲۰۷	۱۶	روتے	ہوتے
۷۱	۲۱۸	۱۳	ہوائے دہر	سرائے دہر
۷۲	״	״	بسر ہیں	بسر تھے
۷۳	۲۲۷	۱۲	ڈور خزاں	خوف خزاں
۷۴	۲۳۰	۱۸	شیخ	شیخ پر
۷۵	۲۴۲	۸	زمین تو	زمیں پہ تو
۷۶	۲۵۲	۱۸	کرد	کردں
۷۷	۲۶۱	۶	توازو	نوازو
۷۸	۲۷۶	۷	دل کو	دن کو

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۷۹	۲۷۶	۷	مخفل	محفل
۸۰	״	״	ہوگئی یہ	ہوگئی کچھ
۸۱	۳۰۲	۱۵	پیکا	پہیکا
۸۲	۳۰۵	۳	وحشت سے	وحشت کے
۸۳	״	۹	مغفور	فغفور
۸۴	۳۲۰	۹	رکھلے	کھلے
۸۵	۳۳۲	۲۲	گردل	گردوں
۸۶	۳۳۷	۲۰	کو چہید	پہچید
۸۷	۳۴۲	۱۷	معشو	معشوق
۸۸	۳۴۵	۱۳	اپنے نالے	نالے تک
۸۹	״	۲۲	بہرہی	پھر بھی
۹۰	۳۴۶	۲۰	ملتے ہی	ملتے ہیں
۹۱	۳۵۲	۱۸	الفت کرینگے	الفت ادا کرینگے
۹۲	۳۸۱	۸	تو ہے	سچ ہے تو
۹۳	۳۸۶	۱۳	حقوق	حق العباد
۹۴	۳۹۶	۲۲	دفتر	جانا جن سے میں ہوں جھوکا
۹۵	۳۹۷	۱۲	رونا	اونا
۹۶	۴۰۰	۲	دل	وہ
۹۷	۴۱۷	۲۰	دقور	دفور
۹۸	۴۲۳	۱۸	خالصاً للہ تھا	پہلے بتا حق کے لئے
۹۹	۴۳۵	۱۵	پر	پہر
۱۰۰	۴۴۴	۲۰	پہر	پر
۱۰۱	״	״	اب	دب
۱۰۲	۴۵۳	۸	ہے کہ نکیریں	ہے نکریں
۱۰۳	۴۵۵	۱۰	جس میں	جنہی
۱۰۴	۴۶۲	۱۹	عطار	عطا
۱۰۵			ارتقائے روشن	روش

مصنف

Jamia Press, Jamia Masjid, Delhi.

آرزئے شعرائے تلامیذ الرحمٰن

رُباعی

ہر نے وہ لکھا ہے وصف تیرا قاسم
ہے رنگ سخن میں خونِ دل کا شامل
جو دیکھتا ہے اس کو تڑپ جاتا ہے
آنکھوں میں ہوئے مردمِ دیدہ بسمل

Zahur Ahmad Khan Haran maran street

شاخِ نبات

المعروف

دیوانِ قربان

Zahur Ahmad Khan Haran maran Street

مصنفہ

رئیس الکلام شیخ قربان احمد صاحب قربانؔ۔ بلبل غریب۔ رئیس و آنریری مجسٹریٹ و منصف

یادگار امیر الکلام۔ جناب غریبؔ رحمۃ اللہ

مرتبہ

حاجی حبیب احمد مختار عام رئیس الکلام موصوف

کتبہ غلام مصطفےٰ آرٹسٹ

اختر ہند پریس سہارنپور باہتمام محمد [illegible]

جلال آبادی، سہارنپور یو۔پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

SI 01
ALLAMA IQBAL LIBRARY
58056
J. & K. UNIVERSITY LIB.
Acc No ...58056...
Date 10.XI.66

حالات مصنف

آپ کا خاندانی سلسلہ شاہ ہارون چشتی صاحب سے ملتا ہے جو بانی شہر تھے۔ آپ کے خاندانی حالات گزیٹیر۔ سہارنپور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ حضرت امیر کلال رح پر ختم ہوتا ہے۔ شیخ صاحب ۱۵ ارملی ۹۸ سنہ ء میں پیدا ہوئے۔

اعزازات

آپ کے بزرگ ہمیشہ سے مجسٹریٹ۔ نمبردار۔ درباری ہوتے چلے آئیں ہیں آپکے والد کو علاوہ اور اعزازات کے خطاب خان بہادر بھی ملا ہوا تھا۔ خود رئیس الکلام۔ موصوف مجسٹریٹ۔ منصف۔ درباری ہیں۔ مغلیہ سندات اور برٹش سندات۔ اسوقت بھی شیخ صاحب کے پاس موجود ہیں اور محفوظ ہیں۔

تحصیل علم

آپ نے فارسی کی ابتدائی تعلیم منشی محمد یار خاں سے حاصل کی پھر دگر اوستادوں سے جو مشہور تھے تکمیل کی ناگری وغیرہ کی تعلیم پنڈت بشنو دت جی سے حاصل کی۔ انگریزی پرائیوٹ پڑھی اور اسلامیہ اسکول سہارنپور میں تعلیم پائی ——— ہر علم میں اچھی مہارت ہے۔

تلمیذ

آپ کو جب شوق شاعری ہوا جس کی طرف فطرۃً طبیعت راغب تھی تو آپ کے والد نے جناب امیر الکلام محمد خاں غریب رح کے سپرد کیا۔ وہاں سے تھوڑا فیض اوٹھانے پائے تھے کہ مولینا کا انتقال ہوگیا۔ مولینا غریب کے سلسلہ سے آپکا سلسلہ مصحفی مرحوم تک پہونچتا ہے۔ جناب غریب آپ کو ہمیشہ بلبل غریب کہا کرتے تھے۔ آپ کا رنگ ہمیشہ سادہ رہا۔ اور اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ یہ تو گستاخی ہے کہ آسیر۔ داغ۔ اقبال۔ کسیکا کلام کہہ جائے لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ بزرگان موصوف کے کلام سے ہمیشہ آپ کو الفت رہی اور ان ہی بزرگوں کا

تتبع کیا۔ شیخ صاحب کا قطعی ارادہ نہیں تھا کہ اونکا کلام شایع کیا جاوے۔ نہ کبھی اونہوں نے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ بوجہ علالت رئیس الکلام موصوف کا بہترین ذخیرہ ضایع ہوگیا بڑی مشکل سے جو دستیاب ہوسکا وہ شایع کیا جاتا ہے جو صاحب کلام میں کہیں غلطی پائیں درست کردیں یا نظر انداز فرمائیں۔

(اس دیوان کی نسبت ایک بزرگ کی دعا ہے جو اس کو پڑھیگا یا سنیگا اختلاج کا مرض جاتا رہے گا)

حبیب احمد

تقریظ

(از قلم گوہر رقم۔ علامہ سیماب اکبرآبادی)

سنہ ۱۹۳۱ء میں جب میں سہانپور گیا تو جناب شیخ قربان احمد صاحب قربانؔ رئیس سہانپور سے میری پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ میں نے آپ کو نہایت خلیق۔ وضیع۔ اور شریف الخیال پایا۔ اور جب معلوم ہوا۔ انہیں مذاقِ شعر و سخن بھی ہے تو مجھے حقیقتاً بڑی مسرت ہوئی

جناب قربان نئی وضع کے رئیس اور پرانی وضع کے شاعر ہیں۔ پرانی وضع کے شاعر میں نے اس لئے کہا کہ اُن کے کلام میں شعر لئے متقدمین کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور وہ طالب علم بھی اُس اسکول کے ہیں جسکا تعلق قدیم شاعری سے ہے۔ تاہم اُن کے دیوان کا جستہ جستہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ کثرت مشق اور فیضِ سخن سے اُن کے کلام میں موجودہ ارتقائی روش شاعرانہ بھی جابجا موجود ہے مثلاً

دیکھہ قرباں مرے عشق کے سامانوں سے — صبح نے سیکھہ لیا چاک گریباں ہونا

بہا لیتا جو دو آنسو گنہگار اپنے عصیاں پر — یقیناً مستحقِ رحمت غفار ہو جاتا

رونقِ بزم ہے تو ہمارے دم سے — خیر محفل کی تیری ہمکو نہ محفل سے اُٹھا

ندرتِ خیال کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے

عجب ہے کاتب تقدیر تیری مجبوری — جو لکھدیا اُسے پھر تو کبھی بدل نہ سکا

دورِ جدید کی بلند ترکیبوں اور علوِ بندش سے بھی آپ کا دیوان خالی نظر نہیں آتا ہے

رحم ساقی کو بقدرِ اضطراب آ ہی گیا — آج آخر دور میں جام شراب آ ہی گیا

نالہ بلب۔ ملول۔ پریشان سر بجیب — قربانِ عشق نے یہ تجھے کیا بنا دیا

اس شعر میں جذبات کے ساتھ الفاظ میں موسیقی پیدا کر کے شعر کو کس قدر دلچسپ بنا دیا گیا ہے

ضبط کہتے ہیں اِسے رسم وفا میں قرباں — آگ لگتی رہی لیکن دھواں نہ دل سے اُٹھا

عہدِ جوانی کی یاد میں کیا شعر کہا ہے

جوش تھا اُمنگ تھی مشقِ رباب و چنگ تھی
دِل میں عجب ترنگ تھی ہائے مزا شباب کا

ایک غزل کے یہ دو شعر مجھے بہت پسند آئے ؎

یہاں جو راز تیرے حسن کا عیاں ہوتا
روانہ ملکِ عدم کو نہ کارواں ہوتا

نہیں وہ دیتے اجازت سبب مجھے تکلم کی
بلا سے صبر ہی کرتا جو بے زباں ہوتا

"قلم اوٹھ نہیں سکتا اور ستم اُٹھ نہیں سکتا۔" میں یہ شعر دیکھئے۔

اے فطرتِ غم دوست غلط کرکے دکھا دے
کہتے ہیں کہ اِنساں سے غم اُٹھ نہیں سکتا

الفاظ کی برجستگی بندش کی چستی اور زبان کی صفائی ملاحظہ فرمایئے ؎

الٰہی تو نے عطا حسن کو شباب کیا	ہمیں عذاب میں ڈالا ہمیں خراب کیا
وہ پاس بیٹھے رہے اور سانس ٹوٹ گیا	نہ ہم سے شکوہ نہ کچھ عتاب کیا
تعلق ہوا کرم بے حساب کو کیا کیا	کمینے میرے گناہوں کا جب حساب کیا

ایک چیز کو دو چیزوں سے تشبیہ دینے کا خوبصورت طریقہ ملاحظہ فرمایئے ؎

شبِ غم نور سویدا تھا کہ داغِ دل تھا
کیا چمکتا تھا یہ قربان قمر کی صورت

صاف گوئی اور احترامِ محبت کا اس شعر میں کتنا فیصلہ کن مظاہرہ ہے ؎

مذہب جسے کہتے ہیں محبت ہے وہ ہمدم
کافر ہے وہ کرتا ہے جو انکارِ محبت

کاف کی ردیف میں یہہ شعر خوب کہا ہے ؎

لہو ہوتا ہے جب دل یاس کے خنجر سے ٹکڑے
تو اک رنگین آنسو پہنچ کے آ جاتا ہے مژگاں تک

دیکھئے اک نئی تخیل اس شعر میں کتنی حقیقت آفریں ہے ؎

نہ ہوگا کچھ مآلِ شورشِ ہنگامۂ محشر
یہہ دِن کا خواب ہو سکتا نہیں تعبیر کے قابل

محاکات نگاری میں بھی قربان صاحب کی طبیعت عاجز نہیں معلوم ہوتی یہہ شعر کیا خوب کہا ہے

صبحِ محفل کی اُداسی کا یہہ عالم توبہ
شمع اب بزم میں باقی ہے نہ پروانہ ہے

اِنسان کی ایک نئی تعریف ملاحظہ فرمایئے ؎

الٰہی تنگ عالم جس کو اک عالم سمجھتا ہے
اُسی کو بخشدیں عالم کی ساری خوبیاں تو نے

ایک جگہ پیامِ ضبط۔ اور درس رازداری یوں دیا جاتا ہے ؎

ضبط کر۔ راز نہ کہہ۔ واقفِ اسرار سہی
کیوں ترے لب کو مذاقِ لبِ منصور ہے

یہاں ایک رنگ جدید سے دلچسپی رکھنے والے کو بھی دیوان میں معیاری اور بلند اشعار ملتے ہیں جیسے

رنگ قدیم کے متوالوں کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ دعوت نظر کا سامان موجود ہے۔ روزمرہ۔ معاملہ بندی نفسیات محبوب۔ اور جذبات محبت کی ترجمانی قربان صاحب نے بہت کشادہ دلی کیساتھ فرمائی ہے بعض اشعار کے مطالعہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قربان صاحب کو تغزل میں وہی کمال حاصل ہے جو اکثر شعرائے متغزلین کو اب سے نصف صدی پہلے حاصل تھا ہجر و وصال۔ گل و بلبل۔ صیاد و نشیمن۔ جذبات بعد الموت۔ کعبہ و بتخانہ۔ شیخ و برہمن۔ طور و کلیم۔ یاس و حسرت۔ قیس و لیلیٰ۔ غرضیکہ تمام کیفیات و احساسات جو متقدمین کے کلام کی روحِ رواں سمجھے جاتے ہیں قربان صاحب کے کلام میں بھی اکثریت کے ساتھ موجود ہیں

میں اور شکوہ تیرا غیر جھوٹ کہتا ہے
سنی سنائی ہوئی کا یقین کیا کرنا

میری نگہ شوق سے شرم آ گئی ورنہ
بے پردہ کوئی پردہ نشیں ہو ہی چکا تھا

بھولا ہوا سا ایک سبق ہے کتاب کا
ہمدم میں کیا سناؤں فسانہ شباب کا

دل جب بھی ٹوٹ جائے کہ ہمنشیں کسی
شیشے کا اعتبار بھروسہ حباب کا

جھیلی ہے اپنے دل پہ نگاہ ستم کی چوٹ
برسوں بنا رہا ہوں نشانہ عتاب کا

رُخ جو ہے آفتاب کی مانند
لب ہیں تیرے گلاب کی مانند

میری آنکھوں میں تیری آنکھوں پر
نشہ آ یا شراب کی مانند

کیا شگفتہ ہے میری فطرت بھی
رنج میں بھی ہنسی نہیں جاتی

سخت سے سخت زمینوں میں قربان صاحب نے اچھے شعر نکالے ہیں اور کوئی ردیف ایسی نہیں جس میں سیر حاصل غزلیں نہ کہی ہوں۔ اگر دیوان کا تجزیہ کیا جائے تو اُس میں درس و پیام کا بھی ایک حصہ نظر آتا ہے اور تہذیب۔ اخلاق۔ عبرت و نصیحت سے بھرے ہوئے اشعار جابجا ملجاتے ہیں۔ مثلاً

کیا اس سے زیادہ کوئی دُنیا میں کہے ہے
احسان کو کرے کوئی انسان فراموش

اک قطرۂ ناچیز سے تخلیق ہے تیری
کر اپنی حقیقت کو نہ انسان فراموش

خودداری کو دیتے نہیں ہم ہاتھ سے اپنے
کرتے نہیں اپنی کبھی ہم شان فراموش

آنکھ میں آقا کی وہ ہوتا نہیں ہرگز عزیز
جس ملازم کو نہیں ہوتا اطاعت لحاظ

اے بشر ہوش میں آ حشر ہے نزدیک بہت
یوں ہی گمراہ رہیگا ازل غافل کبتک

ہوا ہے میری ہستی کا دھوکا
خدا جانے یہ کیا ہے میں نہیں ہوں

مجھے افسوس ہے کہ میں قربان صاحب کا دیوان بالاستیعاب نہ پڑھ سکا کہیں کہیں جستہ جستہ اشعار کو مطالعہ کیا جو شعر نظر پر چڑھ گئے میں نے انھیں پر اعتبار خیال کیا ہے۔ اگر کوئی ناقد قربان صاحب کے کلام میں انتخاب

کرکے اُس پر تنقید کریگا تو میرے خیال میں سینکڑوں اشعار ایسے ملینگے جو قربان صاحب کے مذاقِ سلیم اور کہنہ مشقی کی گواہی دینگے۔ غزلوں کے علاوہ دیوان میں متعدد رُباعیاں۔ قطعات۔ اور نظمیں بھی شریک ہیں نظمیں زیادہ تر اخلاقی ہیں مگر اُن کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ قربان صاحب صرف غزل گو نہیں بلکہ نظم نگاری کی طرف بھی اُنکا ذہن رسا ہو چکا ہے۔

غرضکہ بحیثیت مجموعی "شاخِ نبات" نہالِ سخن کی ایک ایسی ہری بھری شاخ معلوم ہوتی ہے جس میں ہر رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اگر کچھ کانٹے بھی ہوں تو یہ لازمِ فطرت ہے۔ میری دُعا ہے کہ خدا اِس دیوان کو حسنِ قبولیت عطا فرمائے اور قربان صاحب کو اتنی مہلت دے کہ وہ اسکے بعد اس سے بہتر ایک دوسرا دیوان پبلک کے سامنے پیش کر سکیں۔

سیماب اکبرآبادی
مُدیر "تاج" آگرہ

قصر الادب آگرہ
۲۰ ستمبر ۱۹۳۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

حمد

کرے توحید یزداں کس طرح خامہ رقم میرا
میرے کمزور ہاتھوں میں لرزتا ہے قلم میرا

ندامت اُس پہ غالب ہے بتوں کی لکھکے تعریفیں
سرِ قرطاس یوں آنسو بہاتا ہے قلم میرا

خدا کا نام جب لکھنے میں آتا ہے کہیں اس کے
تو پہلے جُھک کے کرلیتا ہے اک سجدہ قلم میرا

نہ گستاخی کہیں ہو جائے رکھتا ہے قدم ڈر کر
یہی ہے وجہ جو رُک رُک کے چلتا ہے قلم میرا

میں جب تعریف لکھنے بیٹھتا ہوں اپنے مولا کی
قلم بھی دیکھتا ہے شوق سے حُسنِ رقم میرا

نہیں معلوم گمراہی میری پھینکے کہاں مجھکو
ہٹے جو ایکدم بھی راہ سے تیری قدم میرا

تجھے ہر طرح قدرت ہے تیرے شایانِ رحمت کر
اگر دفترِ معاصی کا تو کردے کالعدم میرا

کروں جا کر زیارت پھر وہیں دم توڑ دوں اپنا
الٰہی اُسکو پورا [illegible] ہے قصدِ حرم میرا

نہ لغزش آئے ایماں میں الٰہی مکرِ شیطاں سے
زباں پر نام ہو تیرا جو نکلے تن سے دم میرا

قلم کو ایسی قدرت دے سخن میں ایسی لذت دے
سُنیں مضموں فصیحانِ عرب میرا عجم میرا

میں اپنے ساتھ لیجاؤں یہ حمد و نعت کے دفتر
رواں ہو راہوارِ زیست جب سوئے عدم میرا

شہادت پاؤں یارب زندۂ جاوید ہوجاؤں / گلا کاٹے تیری الفت میں یوں تیغِ دودم میرا
رہوں صابر رہِ الفت میں شاکر تیری مرضی پر / رہے یعنی مصائب میں سرِ تسلیم خم میرا
چلا جاؤں میں طے کرتا ہوا جیسے ہوا جائے / صراطِ مستقیم حق پہ کیوں لرزے قدم میرا
کہو رضواں سے کھڑکی کھولدے تربت میں طیبہ کی / نہ آئی بوئے احمد گر تو گھٹ جائے گا دم میرا
عبادت رات بھر کرتا ہوں لیکر نام تیرا میں / نہ کیوں ہر سانس بنجائے نسیمِ صبح دم میرا
نہ ہو تکلیف کچھ سکرات کی مجھکو دمِ آخر / نکل جائے الٰہی مثلِ بوئے گل یہ دم میرا
زباں پر نقش کردے کلمۂ توحید کو اپنے / کہ ہے کھوٹا مگر چل جائے یوں شاید درم میرا
تیری مرضی جو دیکھونگا خوشی سے سر جھکا دونگا / جہنم کو بھی میں سمجھونگا ہے باغِ ارم میرا
ہوا خیر کی دشمن فکر میں ہیں ہر گھڑی یارب / یوں ہی تو اسکو قائم رکھ یہ ہے جیسا بھرم میرا

قطعہ

کہیں جورِ فلک لکھے کہیں موسیٰ بنا ہوں میں / چلا تعریفیں اکثر بتوں کی یہ قلم میرا
کہا زلفوں کو بادل آنکھ کی مستی کو مے لکھا / غرض بیکار باتوں میں رہا جاری قلم میرا
لکھیں جو کچھ مرض میں نے وہ ساری جھوٹی باتیں تھیں / ہے تجھ پر حال سب روشن یہ مولا بیش و کم میرا
اڑائی شیخ کی پھبتی۔ تو دی تعلیم مے نوشی / مگر دنیا نے سمجھا اس کو اعجازِ رقم میرا

الٰہی عفو کردے اپنے قرباں کے معاصی سب
مجھے تسلیم ہے مولا کرم تیرا ستم میرا ۲

نعت

ہے سب سے بڑھکر نبی ہمارا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا / وہ مثلِ خورشید اک ستارا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
یہاں بھی آیا وہاں بھی پہنچا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا / کروں بیاں میں کہاں کہاں کا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
وہ فخرِ انساں وہ فخرِ عیسیٰ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا / نہیں ہے بیجا یہ میرا دعوے زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
مٹا کے ظلمت جہاں کی اوسنے کیا وہ توحید کا اجالا / تھا نورِ احمد میں ایسا جلوہ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
سلام کرتے ہیں اسکو انسان درود پڑھتے ہیں اسپہ قدسی / ہے نامِ نامی وہ مصطفےٰ کا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
وہ بنکے رحمت یہاں تھا آیا وہ بنکے رحمت وہاں تھا پہونچا / وہ لیکے امت کا اپنی ذمہ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
تمام دنیا یہ مانتی ہے تمام عالم یہ جانتا ہے / حبیبِ خالق نبی ہمارا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
فلک پہ باتیں خدا سے کی تھیں زمیں پہ پھیلایا دین اسنے / وہ نیرِ آفتابِ بطحا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

زمیں پہ بھی امت نے کی رسالت فلک پہ جا کر بھی کی امامت | وہ فخر موسیٰ ہو وہ فخر عیسیٰ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

جو لکھی مدح نبی تو قرباں، صلا ملا یہ مجھے یہ اُس کا
کہ نام تیرا۔ کلام تیرا۔ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

مجاز

عقدہ کبھی کھلا نہ کھلے گا وصال کا | آساں نہیں ہے سہل بنانا محال کا
اب دل کے ساتھ ساتھ ہے دورہ ملال کا | نشو نما محال ہے اس نونہال کا
عالم ہی اور ہے مرے حسن خیال کا | دیکھا ہے رات خواب کسی کے وصال کا
عصیاں کی تیغ تیز کا خوف و خطر نہیں۔ | سایہ ہمارے سر پہ ہے رحمت کی ڈھال کا
برپا ہے حشر راہ میں وقت خرام ناز | سیکھا ہے طرز تو نے قیامت کی چال کا
گو نیک کام ہم سے ہوئے ہیں تمام عمر۔ | پھر بھی ہے خوف دل کو ہمارے مآل کا
لازم تھا امتحان نظر بیشتر نہیں | منظور تھا جو دیکھنا موسیٰ جمال کا
سب سے الگ ملی ہے طبیعت ازل کے روز | کوئی بشر نہیں ہے ہمارے خیال کا
دل میں خیال زلف شکن در شکن کا ہے | شیشے میں عکس دیکھتے ہیں بال بال کا
ناخن ترا۔ ترشکے گرا ہے زمین پر | اُسپر گماں ہے اہل فلک کو ہلال کا
تیرے کرم کی حد نہیں تو وہ کریم ہے | حاتم کے ہاتھ میں بھی ہے کاسہ سوال کا
قصہ طویل دن ہے قیامت کا مختصر | ممکن نہیں کہ وقت ملے انفصال کا
ساقی اگر پلا دے تو پی ذوق و شوق سے | واعظ نہ ذکر چھیڑ حرام و حلال کا
کیوں کر پھنسے نہ عاشق بے پر کا مرغ دل | صیاد دام زلف ہے دانہ ہے خال کا

اس واسطے نہ اس میں نہیں ہے کوئی کمال
قرباں کے دل کو خوف نہیں ہے زوال کا

جسے چاہا تو نے رولا دیا۔ جسے چاہا تو نے ہنسا دیا | جسے چاہا تو نے جلا دیا جسے چاہا تو نے مٹا دیا
کبھی گل جو آہ نے کر دیا۔ جو کبھی ہوا نے بجھا دیا | چراغ پھر میری گور پر کسی شمع رو نے جلا دیا
تیری شان ایسی ہے کبریا جسے جیسا چاہا بنا دیا | جسے چاہا پاس بلا لیا جسے چاہا جلوہ دکھا دیا
تیرے دل میں رحم فلک نہیں۔ تجھے عاشقوں کا قلق نہیں | جسے چاہا تو نے چھڑا دیا جسے چاہا تو نے ملا دیا
میری گور پر جو وہ آ گئے۔ تو جفا کی چال دکھا گئے | جو نشاں تھا باقی رہا سہا اسے شوخیوں نے مٹا دیا

نہ کھلی تھی دل کی مرے کلی نہ ابھی ملی تھی شگفتگی
چمن حیات کو کیوں خزاں یہ ابھی سے تو نے مٹا دیا

ترا حسن ایسا ہے جانِ جاں۔ کہ ہیں جس میں عشوہ طرازیاں
جسے جلوہ اپنا دکھا دیا۔ اُسے مست اپنا بنا دیا

کہیں منکشف نہ ہوں حسرتیں کہیں اُن کی پردہ دری نہ ہو
جو چراغ جلتا تھا گور پہ اُسے خود ہی ہم نے بجھا دیا

جو عدم کو قافلے ہیں گئے ہم اُنھیں کو پھرتے ہیں ڈھونڈتے
نہ کسی نے اُنکا نشاں دیا نہ کسی نے اُنکا پتا دیا

تیری عشق دیکھ لی منصفی تیری جتنی باتیں ہیں سب سُنی
جو کسی نے راز بتا دیا۔ تُسے سُولی تو نے چڑھا دیا

کہوں کس سے اب میں بتاؤ تم۔ کہ دلپہ میرے ہیں جو ستم
میرے دلکو تم نے ہلا دیا میرے دلکو روگ لگا دیا

تجھے قرباںؔ خوب ہے مشق غم نہیں برق سے تری آہ کم
ترے نالوں نے یہ اثر کیا کہ فلک کے دل کو ہلا دیا

مجھے ان بتوں کی جفاؤں نے مارا
نگاہوں نے لوٹا اداؤں نے مارا

نہیں ہوتے اب ظلم برداشت ان کے
مجھے حسن کی ان جفاؤں سے مارا

بیاں میں کروں شکوہ کس کس کا تم سے
تمہاری مجھے ہو اداؤں نے مارا

وہ اب ہوتے جاتے ہیں کچھ مہرباں سے
یہ میدان میری وفاؤں نے مارا

دکھائے مجھے جلوہ ہائے مجازی
خدا بنکے ان ناخداؤں نے مارا

تمنا نے ارمان نے حسرتوں نے
مجھے بل کے ان رہنماؤں نے مارا

گنہگار مجھ کو بنایا خدا کا
گناہوں نے تاز خطاؤں نے مارا

وفا کر کے دی جان الفت میں ہمنے
جفا کر کے ان بیوفاؤں نے مارا

میں کس منھ سے جاؤں گا اب پیش داور
مجھے ہائے میری خطاؤں نے مارا

نہ تو دیکھتا اور نہ قرباںؔ ہوتا
تجھے ان بتوں کی اداؤں نے مارا

تمھیں جو جانتا ہرگز نہ آشنا کرتا
تمہارے غم میں نہ دل کو میں مبتلا کرتا

وہ میرے دل کو جو تسکین بھول کر دیتے
میں اُن کے عشق میں دانستہ جاں فدا کرتا

زبان بند نہ کرتے تو دل فروشی کی
تمہارے کوچہ میں جا کر میں ابتدا کرتا

ضرور نہ دیکھتا ہرگز کسی کا میں ظالم
تو اپنے درد سے تجھکو بھی آشنا کرتا

گذرتی عیش سے یہ عمر عاشقی اپنی
ہمارے پہلو میں ہردم جو تو رہا کرتا

ضرور تجھپہ مرا حال ہوتا آئینہ
جو تیرے دلپہ مرا عشق کچھ جلا کرتا

ہمیں نے تجھکو سکھایا ہے طرزِ ظلم و ستم
نہ ہم وفائیں دکھاتے نہ تو جفا کرتا
شبِ فراق جو ہمرا موت کو لاتی
ہزار بار تیرا شکر میں ادا کرتا

بہت یہہ دیکھا ہے قربان ہمنے دنیا میں
بتوں سے جو نہیں ہوتا وہ ہے خدا کرتا

اٹھی ہو نہ راز افشا میانِ انجمن اپنا
دکھانے کے لئے آیا ہے ظالم بانکپن اپنا
کھلے ہیں پھول کیا کیا قلب میں داغِ محبت کے
ذرا تو دیکھ لو آکر کسی دن تم چمن اپنا
سخی تھے۔ بعد مُردن بھی سخاوت یوں ہی جھلکی
کہ نذرِ خاک سارا۔ کر دیا ہم نے کفن اپنا
یہ رازِ عشق ہے اسکو کبھی افشا نہیں کرتے
چھپائے رہتے ہیں تم سے بھی ہم داغِ کہن اپنا
شکایت میں جو کرتا ہوں بُتِ سفاک کی رو کر
تو کہتا ہے زمانہ سے نرالا ہے چلن اپنا
ابھی ہم دیکھنے پائے نہ تھے فصلِ بہاری کو
ہوا نذرِ خزاں کیوں وقت سے پہلے چمن اپنا
مجھے گھبرائے دیتی ہے اندھیری فرقت کی
دکھا دے چاند سا چہرہ مجھے اے سیمتن اپنا
کیا کچھ آندھیوں نے فیصلہ کچھ دستِ گلچیں نے
گلوں سے آہ خالی ہوگیا سارا چمن اپنا

محبت بھی ہمارے شعر میں ہے اور شکایت بھی
نرالا سب سے ہے قربان طرزِ سخن اپنا

روح نے کہکے میری آج یہ تن چھوڑ دیا
جس میں رہتے تھے کبھی اب وہ وطن چھوڑ دیا
پاسِ وعدہ نے کیا روئے سخن چھوڑ دیا
ہم سے کیوں ربط بُتِ عہد شکن چھوڑ دیا
برق کے خوف سے اب عزم ہے ویرانے کا
خوش رہیں اہلِ چمن ہم نے چمن چھوڑ دیا
رحم دل پر نہ کیا کچھ بھی کسی ظالم نے
کہ اُسے کر کے نقشِ داغِ کہن چھوڑ دیا
ہوگیا اُس کی نگاہوں میں گلستاں تاریک
جب یہ لیلیٰ نے سُنا قیس نے بن چھوڑ دیا
ہر ادا تیری گوارا تھی محبت میں مجھے
کیوں ستاتا ہے مجھے اے غنچہ دہن چھوڑ دیا
دمِ آخر بھی نظر آئی نہ اُن کی صورت
وہ اب آئے ہیں کہ جب روح نے تن چھوڑ دیا
جب سے وہ شوخ نہیں محوِ خرامِ گلشن
ہم نے بھی مشغلۂ سیرِ چمن چھوڑ دیا
کیا کہیں سُن لی خبر مرگِ عدو کی تو نے
ہنسنا کھل کھل کے جو اے غنچہ دہن چھوڑ دیا
ذکر جب سے ہے سُنا اُس نے تیری آنکھوں کا
ہو کے آہو نے خجل دشتِ ختن چھوڑ دیا
غیر کے مرنے پہ سامان کئے ہیں کیا کیا
کشتۂ ناز کو بے گور و کفن چھوڑ دیا

اُن سے اُمید ہے بیکار وفا کی قربان
کہ وفا کا ہے حسینوں نے چلن چھوڑ دیا

وہ مر کے جی اُٹھا وہ قبولِ بقا ہوا
سوزِ فراقِ یار سے پھر سامنا ہوا
اے درد یہ بتا کہ تجھے آج کیا ہوا
دل دیدیا تھا جان مگر پھر بھی رہ گئی
محفل تک اُن کی میرا۔ پہونچنا محال تھا
دُنیا میں کچھ ملا ہے نہ عقبیٰ میں کچھ ملے
ہرگز نہ دامِ غم سے رہائی اُسے ملی
جا ہا تھا۔ تمکو دس کا مجھے اعتراف ہے
کیا جانے مجھسے بزم میں وہ کیوں خفا ہوئے
آتی ہے میکدہ سے جو بوئے کباب آج
آتا ہے گر تو آؤ کہ شب پردہ پوش ہے
شکوہ فضول کاتبِ تقدیر کا کریں
بے ہوش ہو کے پھر نہ گئے طور پر کلیم
پھرتے ہو پوچھتے جو لحد کو ادھر تو آؤ
پھینکا جو تم نے تیر نشانے پہ وہ لگا
پہلے مذاق درد کو دل کی تلاش تھی
نحس کی نگاہِ ناز نے اُسکو کیا ہے ست
کہتے ہیں جسکو ماہ حقیقت ہے اُسکی یہہ

جو تیری راہِ عشق میں زندہ فنا ہوا
پھر آج ہائے قلبِ حزیں مبتلا ہوا
جو بنکے آشنا مرا۔ نا آشنا ہوا
مجھسے نہ کچھ بھی فرضِ محبت ادا ہوا
ذہن رسا بھی آہ میرا۔ نارسا ہوا
حاصل نہ مجھکو حیف کہیں مدعا ہوا
جو بھی اسیر حلقۂ زلفِ دوتا ہوا
دشمن ہوا قصور کہ خود مبتلا ہوا
شکوہ ہوا۔ نہ کوئی زباں سے گلا ہوا
بیٹھا ہے کوئی مستِ محبت جلا ہوا
میرا۔ چراغ قبر ہے کیسے بجھا ہوا
مٹتا نہیں قلم کا خدا کے لکھا ہوا
پھر دید کا تمہیں نہ کبھی حوصلا ہوا
عاشق یہاں پڑا ہے کفن میں دبا ہوا
کب ناوکِ نگاہ تمہارا خطا ہوا
دل پھر رہا ہے درد کو اب ڈھونڈتا ہوا
لاشہ رواں نہ دوش پہ مشکل ہوا ہوا
روشن فلک پہ ہے یہ تیرا نقش پا ہوا

ہرگز فنا ہُوا نہ مرے دل سے دردِ عشق
گو میں ہزار مرتبہ قرباں فنا ہوا

کب خنجر و سناں نے کیا تیر نے کیا
عقدے کو وا نہ ناخنِ تدبیر نے کیا
تھا بارِ سر گراں تو سُبکدوش ہو گیا

جو کام وصل میں تری تاخیر نے کیا
جو کچھ کیا فقط مری تقدیر نے کیا
احسان سر پہ برشِ شمشیر نے کیا

لو اور تیز کر دی سرِ شمع کاٹ کر
پروانوں پر یہ ظلم بھی گلگیر نے کیا

کعبہ تھا پہلے آج جو بتخانہ ہو گیا
یہ انقلاب آپ کی تصویر نے کیا

کہتا ہے کون کان ترے حق نیوش ہیں
تجھ پر اثر نہ کچھ مری تقریر نے کیا

اب پیرِ چرخ اور بھی بہرہ بگوش ہے
کچھ بھی اثر نہ آہ کی تاثیر نے کیا

مسکن سرائے دہر میں کوئی نہ کر سکا
آرام تھوڑی دیر کو رہگیر نے کیا

رحمت سے تیری عفو کا مژدہ سنا مگر
محجوب مجھ کو غیرتِ تقصیر نے کیا

قربان وہ تو رہتا ہے مسلوک سب کے ساتھ
محروم تجھ کو شومیٔ تقدیر نے کیا

تجھے زیبا نہیں شرمندۂ احساں ہونا
تو نہ اے دل کبھی منت کشِ درماں ہونا

اس کو تقدیر سے پڑتا ہے پریشاں ہونا
وہ ہی ہوتا ہے کہ جو چاہے نہ انساں ہونا

چاہتا ہے جو یہاں کوئی سلیماں ہونا
چاہیے مور کا پہلے اسے مہماں ہونا

میرا گلرو جو گلستاں میں کبھی آ جائے
تم قدم بوس وہاں سنبل و ریحاں ہونا

گر امیری سے کسی شخص پہ نکبت آئے
نامناسب ہے برے حال پہ خنداں ہونا

آؤ اور دل سے نکالو مرے سامانِ خزاں
ابھی آساں ہے سرسبز گلستاں ہونا

سیر کو آپ جو گلشن میں کبھی جاتے ہیں
غنچے بھی سیکھتے ہیں آپ سے خنداں ہونا

دفعتاً برق کا گرنا وہ نشیمن پہ مرے
یک بیک وہ میرا برباد گلستاں ہونا

میں ہوں خوگردۂ غم میرے دلِ غمگیں کا
غیر ممکن ہے موثر شبِ ہجراں ہونا

عشق کہتے ہیں جسے اس نے کیا ہے یہ حال
دیکھو گلزار تم میرے بیاباں ہونا

وہ اگر سامنے اے دل کبھی ہو بے پردہ
مثل آئینہ نہ تو بزم میں حیراں ہونا

غیر بھی لینے کو تیار نہیں تھا اس کو
ہم نے دیکھا ہے ترے حسن کا ارزاں ہونا

دیکھ قربان مرے عشق کے سامانوں سے
صبح نے سیکھ لیا چاک گریباں ہونا

خون چوسیں گے کیا حسرت و ارماں مرے دل کا
بکھرے ہوئے ہیں آج جو داماں مرے دل کا

جز آپ کے الفت نہیں منظور کسی کی
یہ حسن پہ ہے آپ کے احساں مرے دل کا

ڈسنے کو تیری زلفوں کے تیار ہیں کالے
اللہ ہے بس اب تو نگہباں مرے دل کا

معلوم ہے جب سب تمہیں رُوداد محبت
کیوں پوچھتے ہو حال پریشاں مرے دل کا

اُلفت کے میرے سینہ میں کچھ داغ ہیں روشن
لو دیکھ لو تم آج چراغاں مرے دل کا

اے دخترِ رز دُور ہی رہ مجھ سے خدارا
ٹوٹے ہے تجھے دیکھ کے پیماں مرے دل کا

آنکھوں میں رہو تم مرے سینہ میں رہو تم
گر دیکھنا چاہو غم پنہاں مرے دل کا

وہ دن بھی کبھی تھے کہ یہ پھولوں سے بھرا تھا
گلشن ہے مگر آج تو ویراں مرے دل کا

سینہ میں ہوئے خار مرے داغ محبت
گلزار بنا جس سے بیاباں مرے دل کا

چلتی ہے وہاں خوب ہی مقراضِ محبت
سو بار ہوا۔ چاک گریباں مرے دل کا

واپس وہ ہوئے دیکھ کے تحریر محبت
پڑھنے کیلئے آئے تھے عنواں مرے دل کا

پہلو جو سمندر ہے تو ہے ضبط کا ساحل
رکتا ہے مری آنکھ میں طوفاں مرے دل کا

کہتے ہیں جسے لوگ چمکتا ہے فلک پر
اک داغ ہے وہ مہرِ درخشاں مرے دل کا

پھیری ہے نگاہوں نے تری سینہ میں جھاڑو
کرتی ہیں صفایا تری مژگاں مرے دل کا

جانے نہ دیا میں نے کبھی تیر نظر کو
تا زیست رہا دل میں یہ مہماں مرے دل کا

ہیں وصل کی ہاتھوں میں کلید اپنے لئے آج
کھولیں گے وہ قفل آتے ہی قرباں مرے دل کا

نیا رنگ لایا ہے جوبن کسی کا
کھلا ہے جوانی کا گلشن کسی کا

دکھا کر مجھے رُوئے روشن کسی کا
بنا ہے کلیم آج ایمن کسی کا

بہت ناموافق تھے جھونکے ہوا کے
لٹا ہائے بیوقت گلشن کسی کا

یقیں تم کو آئے نہ آئے مگر ہاں
زمانے پہ ہے حال روشن کسی کا

چھوا۔ جوش مستی میں دستِ جنوں نے
گریباں کسی کا تو دامن کسی کا

نہ چھوڑیگی ہرگز کوئی گر چھڑائے
کہ حسرت نے پکڑا ہے دامن کسی کا

تماشائیوں کی نظر کھنچتی ہے
نہیں پاس رکھتی یہ چلمن کسی کا

وہ ہو روز مردہ وہ ہو روز زندہ
جو ہو راہ میں تیری مدفن کسی کا

اُسے بارِ غم نے جھکایا ہے ورنہ
نہیں رکھتی احسان گردن کسی کا

تصور کا عاشق نے دیکھو کرشمہ
ہوا۔ زیب دیوار روزن کسی کا

نہ روکے سے ٹھہرا نہ تھامے سے ٹھہرا
گیا عمر کا تیز توسن کسی کا

اُسی کا یہ سر ہے اُسی کا یہ تن ہے
نہ سر ہے کسی کا نہ ہے تن کسی کا

بُری ہے رقابت بُرا ہے نتیجہ
الٰہی نہ ہو کوئی دشمن کسی کا

چُراتی ہیں دل کو مرے تیری آنکھیں
نہیں پاس کرتیں یہ رہزن کسی کا

ہوئے چاک دامن ہزاروں ہی وحشی
سیا تو نے دامن نہ سوزن کسی کا

مزہ تم بھی لو آج قرباںؔ جا کر
بہاروں پہ آیا ہے جوبن کسی کا

لبریز میری عمر کا پیمانہ کر دیا
ساقی نے بند دیکھ کے میخانہ کر دیا

اُس کو نہیں خبر کہ ہے گلگیر بھی وہاں
صدقہ جو سر پہ شمع نے پروانہ کر دیا

اِس عشق نے سکھائے مجھے تجربے بہت
ہشیار کر دیا کبھی دیوانہ کر دیا

لیلیٰ کمال اور کوئی تھا نہ قیس میں
مشہور تیرے عشق نے دیوانہ کر دیا

ناکامیوں نے دل کو اُجاڑا ہی ہائے ہائے
آباد تھا کبھی اُسے ویرانہ کر دیا

تیرا۔ بُرا ہو عشق کیا تو نے پائمال
عشرت کدے کو تو نے الم خانہ کر دیا

آنکھوں میں تیری آنکھ نکالا یا سرور جب
ساقی و فور کیف نے خمخانہ کر دیا

ہوتا نہ یہ تو کچھ بھی نہ تھا خانۂ خراب
آباد دل کا داغ نے کاشانہ کر دیا

دل سے خیالِ یار کی رہتی ہے دل لگی
آباد کر دیا کبھی ویرانہ کر دیا

چھیڑا تو پھر نہ آئیں گے ہرگز تمہارے گھر
قرباںؔ کو اتنی بات نے دیوانہ کر دیا

کسی کے دل کو کسی سے نہ تم جدا کرنا
کہے جو لاکھ بھی کوئی نہ یہ جفا کرنا

مرے بھی گھر پہ وہ آجائیں اے صبا لگن
تجھے ملیں جو کہیں وہ تو التجا کرنا

الٰہی مر کے ہی آرام کچھ ملے اُس کو
شہید ناز کی تربت پہ یہ دُعا کرنا

ترا۔ ہے شیخ یہاں میکدے میں اب کیا کام
تجھے تو چاہیئے ہر دم خدا خدا کرنا

شراب پینی یہ چھپ چھپ کے ہم سے اے زاہد
اور اپنے آپ کو مشہور پارسا کرنا

اُسے پلا دو مئے وصل کا فقط اک جام
مرض عشق کی کافی ہے یہ دوا کرنا

دکھا کے مہر کو اُس کا غرور ختم کروں
ذرا نقاب کو چہرے سے اپنے وا کرنا

تجھے زمانہ کہے گا کہ سچا عاشق تھا
گلا بھی کاٹ دیں لیکن نہ کچھ گلا کرنا

ٹپکتے جیسے ہیں آنسو یہ میری آنکھوں سے
ہمیشہ داغِ محبت یوں ہی رِسا کرنا

خدا ہی دیتا ہے پھیلا اُسی کے سامنے ہاتھ
کبھی نہ غیر سے زنہار التجا کرنا

میں اور شکوہ ترا غیر جھوٹ کہتا ہے
سُنی سُنائی ہوئی کا یقین کیا کرنا

خوشی رقیب کی قسمت میں تجھ کی لکھی ہے غم
لکھا تھا اپنے مقدر میں یوں جلا کرنا

مریضِ غم تجھے دردِ فراق کافی ہے
زباں کو اپنی نہ لذت کشِ دوا کرنا

پیے وہ شے ہے کہ چھوڑے سے بھی نہیں چھٹتی
زباں کو اس سے زنہار آشنا کرنا

الٰہی موت ہی دینا غریب انساں کو
مگر نہ دردِ محبت سے آشنا کرنا

تمہاری اس میں شرافت ہے آن ہے قرباں
بُروں کی ساتھ بھی ہرگز نہ تم بُرا کرنا

تصور ہی میں آنکھوں سے مرے دوچار ہو جاتا
یوں ہی ظالم شبِ غم تو مرا غمخوار ہو جاتا

عیادت کے لئے اُسکی جو تو تیار ہو جاتا
کبھی کا آج تک اچھا ترا بیمار ہو جاتا

تبسم سے اگر دو چار موتی ہمکو مِل جاتے
تو مشہور آپ کا دربار بھی دُربار ہو جاتا

ہوئے بیہوش ہی وہ تو مگر ہم جان دیدیتے
جو موسیٰ کیطرح حاصل ہمیں دیدار ہو جاتا

خیالِ یار اگر تسکیں نہ دیدیتا ہمیں آکر
شبِ فرقت مجھے جینا بہت دشوار ہو جاتا

بہا لیتا جو دو آنسو گنہگار اپنے عصیاں پر
یقیناً مستحقِ رحمتِ غفار ہو جاتا

شبِ فرقت اُٹھا دیتا تمہارا درد اگر آکر
تو میرا بختِ خوابیدہ نہ کیوں بیدار ہو جاتا

جفائیں دیکھ کر اُن کی وفائیں چھوڑتا اپنی
تو اے دل تجربہ ہی کر کے کچھ ہشیار ہو جاتا

خبر ہر بات کی دیتا مجھے ایامِ فرقت میں
نہ گر بیکار یہ تارِ نفس کا تار ہو جاتا

اگر بحرِ ندامت میں ڈبو دیتا گناہوں کو
سفینہ تیرے عصیاں کا بھنور سے پار ہو جاتا

اُٹھائی تیغِ ناحق آپ نے اتنا ہی کافی تھا
نگہ کا وار ہو جاتا۔ ادا کا وار ہو جاتا

نکل جاتا وہ وعدے کی صفت سے جانتے تھے وہ
اگر اک روز بھی پورا کوئی اقرار ہو جاتا

اگر قرباں اپنی جان دیدیتا نہ الفت میں
نظر میں نفس و دامق کی ذلیل و خوار ہو جاتا

غلط خیال ہے گردوں کبھی دہل نہ سکا
جب آہ نکلی مرے دل سے وہ سنبھل نہ سکا

وہ انقلاب زمانہ سے پھر سنبھل نہ سکا
جو پھونک پھونک کے اپنے قدم کو چل نہ سکا

تمہارے ابروِ مژگاں نے لاکھ کوشش کی
چُھپا تھا تیر جو دل میں وہ پھر نکل نہ سکا

رہا خیال تمہارا ہی کو رہا بیہوش
تمہارا دلبر یہ جادو ہمارے چل نہ سکا

مریض عشق تھا مجبور ہو گیا آخر
سنبھالے لاکھ لئے اُنسے پر سنبھل نہ سکا

میں اُنکے عشق میں جل بُجھکے زندہ کیا رہتا
چراغ بھی مری تربت پہ بُجھکے جل نہ سکا

قضا کے پھونکنے نے ایسا کیا اُسے خاموش
چراغ زیست ہوا گل تو ہائے جل نہ سکا

عجب ہے کاتب تقدیر تیری مجبوری
جو لکھدیا اُسے پھر تو کبھی بدل نہ سکا

کرینگے اُن سے بیاں غم کا حال سوچا تھا
مگر زبان سے اک حرف بھی نکل نہ سکا

نظام دہر کے نقشے بدل گئے لاکھوں
ترا خیال جب آیا تو پھر بدل نہ سکا

ہزار لوگوں نے قرباں رُکاوٹیں ڈالیں
خُدا نے تو نے جو چاہا کبھی وہ ٹل نہ سکا

مجھے بعدِ مردن جلانا پڑے گا
یہ اعجاز اِکدن دکھانا پڑے گا

ہمیں داغِ دل کا دکھانا پڑے گا
تمھیں زخم کا مٹانا پڑے گا

بہت دیر سے ہم ہیں مغموم بیٹھے
تمھیں آج آکر ہنسانا پڑے گا

مرے دل کی حسرت مٹانی پڑیگی
مرے دل کا ارماں مٹانا پڑے گا

عدو کو اُٹھا لے اِکدن وہاں سے
مجھے تیری محفل میں جانا پڑے گا

تمھیں اک ٹھوکر لگانی پڑے گی
نشان لحد بھی مٹانا پڑے گا

فسانہ مرا جتنا باقی ہے غم کا
تمھیں سُننا مجھکو سُنانا پڑے گا

ازل سے مجھے تیری الفت ملی ہے
مجھے بارِ غم کا اُٹھانا پڑے گا

مجھے اپنی صورت دکھانی پڑیگی
مرے خواب میں تمکو آنا پڑے گا

تبسم سے چھڑکو نمک میرے دل پر
یہ زخمی ہے اسکو [illegible] پڑے گا

تمھیں حشر میں اک یہاں چال چلکر
قیامت کو رستہ دکھانا پڑے گا

وہ کہتے ہیں قرباں غمگیں جو آیا
تو سینہ سے اسکو لگانا پڑے گا

الٰہی یہ اندھیر کیا ہو گیا
مرا یار مجھ سے جدا ہو گیا

دیا ہاتھ سے مجھ کو تو نے اگر
تو وہ زہر مجھ کو دوا ہو گیا

اُسے مل گیا وہ اُسی کا ہُوا
جو دل سے فدائے خدا ہوگیا

بتادے تو شوخی تجھے کیا میں دوں
میرا دل تو نذرِ ادا ہوگیا

ہتو تم بتادو کروں گا میں کیا
جو ناراض مجھ سے خدا ہوگیا

نہیں مجھ سے رنجش یہ جانتی ہے تیری
عدو سے ترا فیصلہ ہوگیا

شکایت جو ہیں۔ نے کبھی اُسکی کی
عدو بھی میرا ہمنوا ہوگیا

دفا کا کیا ہم نے میدان فتح
اگر فرضِ الفت ادا ہوگیا

خدا جانے راضی وہ اب کس سے ہو
کہ **قربان** سے تو خفا ہوگیا

رحم ساقی کو بقدرِ اضطراب آہی گیا
آج آخر دور میں جامِ شراب آہی گیا

پیش جو آنے کو تھا وہ اضطراب آہی گیا
کہتے کہتے ایکدن روزِ حساب آہی گیا

ہم نہ کہتے تھے نہ دیکھ اُس کی طرف اے چشمِ شوق
دیکھ لے آخر دلِ خانہ خراب آہی گیا

کیا کروں شکلِ عدو سے آگ دلمیں لگ گئی
دیکھ کر صورت کو اُسکی پیچ و تاب آہی گیا

ہوتے ہوتے میری بربادی کا ساماں ہوگئی
آتے آتے یار پر آخر شباب آہی گیا

شکر ہے محنت ٹھکانے لگ گئی اے نامہ بر
جسکی آنکھیں منتظر تھی وہ جواب آہی گیا

یاد جب آئی کسی کی تو مغنّی ایک دم
لیکے فوراً ہاتھ میں چنگ و رباب آہی گیا

اے دلِ **قرباں** کہاں جائے گا آخر بچکے تو
لوٹنے کو اُنکا غارتگر شباب آہی گیا

کر دیا۔ فیصلہ زیست جدھر دیکھ لیا
ہم نے اُس شوخ کا اعجازِ نظر دیکھ لیا

ٹکے دنیا میں اگر حسنِ بشر دیکھ لیا
کیا بُرا میں نے کیا تیرا ہنر دیکھ لیا

تیر مژگاں نے ترے یوں ہی جگر دیکھ لیا
جیسے ہو کوئی کہیں موت نے گھر دیکھ لیا

ہیں حسین سینکڑوں جاتا نہیں گھر اُنکے کبھی
غیر نے صرف ہے کیا تیرا ہی گھر دیکھ لیا

ایک شیشے کی طرح۔ ہے تو مگر نازک ہے
کمرِ یار کو بھر بھر کے نظر دیکھ لیا

داغِ الفت کو ٹھکانا نہ کہیں ملتا تھا
میرا دل دیکھ لیا میرا جگر دیکھ لیا

مرتے مرتے بھی رہی خواہشِ دنیا تجھ کو
تو نے دنیا میں ہے کیا خاک بشر دیکھ لیسا

ہم نہ کہتے تھے کہ تم ظلم نہ عاشق پہ کرو
کر گیا آج وہ دنیا سے سفر دیکھ لیا

اشکِ شبنم جو بہاتی ہے چمن میں نرگس | اُس نے کیا میرا کہیں دیدۂ تر دیکھ لیا
شبِ غم کیوں تو پریشاں نہیں کرتی ہے | ہم نے اے آہ بہت تیرا اثر دیکھ لیا

پھونک کر جسم تیرا کر دی گئی اُلفت اکسیر
اِک نظر بھی تجھے قرباں اگر دیکھ لیا

صدقے نگاہِ یار کے کیا کیا بنا دیا | بدمست کر دیا مجھے شیدا بنا دیا
ذرے کو تو نے کوہ سے اونچا بنا دیا | اِک قطرۂ حقیر کو دریا بنا دیا
گل کی جگہ اب اسمیں ہیں کانٹے بھرے ہوئے | گلزارِ دل کو عشق نے صحرا بنا دیا
ادنا کرشمہ ہے یہ تیرے لطف کا کریم | اِک طالبِ جمال کو موسیٰ بنا دیا
اے عشق کیسا تو نے یہ مجھ پر کیا ستم | پردیس اور دیس میں رسوا بنا دیا
بلبل کے واسطے کیا گلشن کو انتخاب | میرے لئے بہار نے صحرا بنا دیا
اوروں کی میں نگاہ سے دیکھوں ہوں اپنے عیب | احساس کو نگاہ نے بینا بنا دیا
ہنستے ہیں میرے حال پہ جنکو نہیں ہے عشق | مجکو جہاں کا ایک تماشا بنا دیا

نالہ بلب، ملول، پریشان، سر بجیب
قرباں تجھ کو عشق نے یہ کیا بنا دیا

جو پوچھنا مجھ سے چاہتے ہو ہوا لہو کیسے آرزو کا | تو چھیڑ دو ذکر میرے آگے کسی کی خفگی کی گفتگو کا
خدا کا ہے شکر ہو رہا ہے تمہارے ہاتھوں ہی خود قلم اب | لگایا تھا تم نے دلمیں پودا۔ ہمارے جو نخلِ آرزو کا
ملاؤں میں تجھ سے اپنی آنکھیں ملاؤ تم مجھ سے اپنی نظریں | کہ پردے پردے میں ہوں اشارے تو لطف ہو خاک گفتگو کا
سنی نہ جو آرزو تھی دل کی ہوئے خفا آ کے وصل میں بھی | کیا نہ تم نے خیال کچھ بھی ہمارے ارمان و آرزو کا
ہمارے مشرب کے لوگ جو تھے وہ اُٹھ گئے میکدے سے ساقی | بھلائے دل سے نہ تذکرہ کر ہمارے آگے مے و سبو کا
عدو کے ہمراہ پھر رہے ہو زمانہ انگلی اُٹھا رہا ہے | نہ پاس الفت کا میری کچھ ہے نہ خوف ہے اپنی آبرو کا
غرور جتنا کرے ہے تھوڑا تمام باتیں ہیں اُس کو زیبا | نہیں ہے ثانی جہاں میں اُس کا نہ اسکے انداز حیلہ خو کا

اگرچہ پیاری ہیں دونوں چیزیں مگر ہو قرباں فرق بیحد
خیال اتنا نہیں ہے جاں کا خیال جتنا ہے آبرو کا

کیوں ہو لیلیٰ یہ حیا وسوسے سب دل سے اُٹھا | دیکھ لے قیس کو پردہ کبھی محمل سے اُٹھا
سخت جاں تھا مگر احسان کسی کا نہ لیا | بارِ نشتر نہ کبھی سینۂ بسمل سے اُٹھا

دلِ بسمل میں رہے جاتے ہیں ارماں لاکھوں
چشمِ حسرت کوئی اب چھری قاتل سے اٹھا

جوشِ گریہ سے یہی حال ہے میرے اشکوں کا
سخت طوفان ہو جیسے کوئی ساحل سے اٹھا

دل کے شیشہ میں مرے دیکھ ادائیں اپنی
مان جا آئینہ یہ اپنے مقابل سے اٹھا

وہ تو نزدیک تھا شہ رگ سے نہ دیکھا اس کو
پردۂ وہم ہی افسوس نہ غافل سے اٹھا

رونقِ بزم اگر ہے تو ہمارے دم سے
خیر محفل کی تری ہم کو نہ محفل سے اٹھا

چھوڑ دے عشقِ بتاں عشقِ خدا حاصل کر
لطف لے حق سے تو نقصان نہ باطل سے اٹھا

ضبط کہتے ہیں اسے رسمِ وفا میں **قربان**
آگ لگتی رہی لیکن نہ دھواں دل سے اٹھا

دیر سے ہم اسیر ہیں یاد ہمیں بہار کیا
ہم تو خزاں نصیب ہیں قصۂ لالہ زار کیا

ہم کو بہار اور خزاں دونوں قفس میں ایک ہیں
دیکھئے کیا خزاں ہمیں لائے گی اب بہار کیا

ہم ہوئے ہجر میں فنا دل تو مگر نہیں مرا
دل تو ہمارے ساتھ ہے آئے ہمیں قرار کیا

گردِ ملال ہے اگر قبر نہ میری بن سکی
تیری کدورتیں فضول اور ترا غبار کیا

کہتے ہیں جس کو زندگی اسکو یہاں نہیں قیام
موت کا تو یقین ہے زیست کا اعتبار کیا

پھر کوئی حشر اٹھائینگے پھر کوئی رنگ لائیں گے
نوحہ مجھے بنائیں گے دیدۂ اشکبار کیا

اب نہ وہ شوق اور نہ جوش عیش و نشاط کا نہ ہوش
ہو گئی زندگی خموش گھر بھی ہوا مزار کیا

باغ کا رازدار ہوں آئینۂ بہار ہوں
میری نگہ میں پھول کیا میری نظر میں خار کیا

کیوں نہ ادائے یار پر جان کو کیجئے نثار
مرنا ہی جب ہے اک دن **قربان** پھر انتظار کیا

تڑپ کر شمع پر پروانہ کا خاموش ہو جانا
سکھاتا ہے اسے کہتے ہیں محوِ جوش ہو جانا

حجابِ یار کے کشتو ذرا تربت سے بولو تو
جمالِ یار سے سیکھا ہے کیا روپوش ہو جانا

پڑی ہے راستہ میں ایک میت بے کفن میری
ذرا اے خاکِ عبرت تو ہی پردہ پوش ہو جانا

وہ وقتِ نزع میرا کچھ طلب کرنا اشارہ سے
کسی کا چپکے چپکے کہکے کچھ خاموش ہو جانا

پلا دے خم کے خم ساقی رہے گا ہوش پھر باقی
نہیں آساں ہمارا بے نیازِ ہوش ہو جانا

بٹھلاتے تھے جو جیتے جی سب مجھے آنکھوں پہ دنیا میں
غضب ہے میرا لاشہ انکو بارِ دوش ہو جانا

غنیمت ہم سمجھتے پردہ رہتا اس سے دنیا میں
میسر خواب میں ہوتا جو ہم آغوش ہو جانا

نہ ہم ساغر سے واقف تھے نہ ہم صہبا سے واقف تھے | اسکھایا چشم جاناں نے ہمیں مدہوش ہو جانا

وہ اے قربان بے پردہ کسی کا بام پر آنا
وہ میرا دیکھتے ہی دیکھتے بے ہوش ہو جانا

محفل میں سب کو یار کی اذنِ سروش تھا | بر ربط ہمارے دل کا وہاں کیوں خموش تھا
اے ہمنشیں میں ضبطِ وفا سے خموش تھا | یہ تو نہیں نہ تھا میرے سینہ میں جوش تھا
گل تھا نہ کوئی اور نہ کوئی گلفروش تھا | البتہ کچھ بہار کا گلشن میں جوش تھا
تربت پہ اُن کے آتے ہی وہ چھائی بیکسی | عبرت کے ساتھ ساتھ ہی منظر خموش تھا
منصور کی زبان نہ کیوں تو نے بند کی | جلوؤں کا تیرے دل میں اگر اسکے جوش تھا
رازِ دنیاز بلبل و گل ہو رہا تھا جب | شرمندہ شاخ شاخ تھی غنچہ خموش تھا
آخر شباب کا بھی زمانہ گذر گیا | تھوڑی سی دیر کا یہ فقط ایک جوش تھا
مجنوں کا ذکر نا قہ لیلیٰ سے کیا سنیں | دنیا میں شور تھیں وہ پنبہ بگوش تھا
تیری نگاہیں دیکھ کے محفل میں چپ رہا | دلمیں اگرچہ میرے تمنا کا جوش تھا

قربان کون اُن کو سناتا ہمارا حال
پہلو میں ایک دل تھا سو وہ بھی خموش تھا

حیلہ اُنھیں حجاب کا شکوہ مجھے نقاب کا | ہو تو علاج کسطرح قلب پُر اضطراب کا
غش ہوں زمین و آسمان زندہ کوئی رہے کہاں | پردہ کبھی اُلٹ جو دے رُخ سے کوئی نقاب کا
اسمیں ہیں جو مشاہدے وہ کہیں اور مل چکے | فطرتِ حق سے درس لے۔ لوٹ ورق کتاب کا
لکھا ہے میں نے حال سب لکھی ہے دل کی ہر طلب | بیٹھا ہوں منتظر میں اب یار ترے جواب کا
کھل گیا۔ تیرا حال سب اب یہ حجاب ہے غضب | کردے اُسے بھی دور اب کام ہے کیا حجاب کا
مجکو تو عشق ہے ترا۔ اور کسی سے کام کیا | خوف نہیں عذاب کا شوق نہیں ثواب کا
خونِ جگر شراب ہے لختِ جگر کباب ہے | تشنہ نہیں شراب کا خستہ نہیں کباب کا
جوش تھا اور امنگ تھی عشق بہ تب و جنگ تھی | دلمیں عجب ترنگ تھی ہائے مزہ شباب کا

خوف یہی تہا دلنشیں میں نہ کروں گلہ کہیں
منتیں قربان اُس نے کیں آیا جو دن حساب کا

ظالم ترا تبسم گر۔ سے نے۔ نواز ہوتا | خاموش انجمن میں ہرگز نہ ساز ہوتا

محمود میرے دل تک گر تیرا راز ہوتا
دنیا میں یوں نہ رسوا حسنِ مجاز ہوتا

کیوں زخمِ دل نہ بھرتا۔ کیوں داغِ دل اُبھرتا
تجھ سے علاج دل کا گر چارہ ساز ہوتا

اے بوالہوس اگر تو خود غرضیاں نہ کرتا
بدنام پھر نہ تیرا عشقِ مجاز ہوتا

اُلفت کا پردہ رکھتا گر تیرا حسنِ رعنا
محمود کا نہ چرچا ہر سو ایاز ہوتا

گر مرگِ عاشقی کا معلوم ہوتا رتبہ
کیوں خضر خواستگارِ عمرِ دراز ہوتا

تیرے مریضِ غم کو صرف اتنی آرزو تھی
تو چارہ کار ہوتا تو چارہ ساز ہوتا

وہ اسکو گھر بناتے دو دن اس میں رہنے آتے
قربان دل تمہارا۔ گر پاکباز ہوتا

جو مہربان کسی طور باغبان ہوتا
چمن سے میرا۔ نہ معدوم آشیاں ہوتا

جو کوئی تیرِ نظر کا تری رواں ہوتا
ہمارے دل کا جگر کا وہ میہمان ہوتا

یہاں جو راز ترے حسن کا عیاں ہوتا
روانہ ملکِ عدم کو نہ کارواں ہوتا

نہیں وہ دیتے اجازت مجھے تکلم کی
بلا سے صبر ہی کرتا جو بے زباں ہوتا

شبِ فراق میں دیتا جو دلکو کچھ تسکیں
کبھی نہ شکوہ ترا ہم کو آسماں ہوتا

نہ ہوتی دید جو منظور عشقِ بلبل کی۔
چمن میں گل کا نہ ہرگز کہیں نشاں ہوتا

ہوائے باغ کا مجھ سے لگاؤ تو رہتا
میں کاش اپنے قفس ہی کی تیلیاں ہوتا

وہ نزع میں بھی جو سرگرمِ لطف ہو جاتے
ابھی نہ سرد میں یوں لیکے ہچکیاں ہوتا۔

بلا سے تو اسے قربان لکھ کے بھیج ہی دے
نہیں زباں سے تیری جو کچھ بیاں ہوتا

دلمیں میرے شوخی بن آنکھوں میں حیا ہو جا
تسکینِ دلِ عاشق کی لے ماہِ لقا ہو جا

افسانۂ عالم بن، رنگِ دوسرا ہو جا
مشہور زمانہ میں اے میری وفا ہو جا

گر مجھ سے خفا تو ہے دنیا ہے خفا مجھ سے
یہ کس نے کہا تجھ سے تو مجھ سے خفا ہو جا

ناراض جو یہ بت ہوں۔ ہونے دے نہ کر پروا
اللہ کا عاشق بن محبوبِ خدا ہو جا

اِن چارہ گروں کی تو تدبیر ہی اُلٹی ہے
پچھتائینگے یہ آخر اے دردِ سوا ہو جا

اے حسنِ صنم میری جلووں سے نوازش کر
دل کی میری رونق بن آنکھوں کی حیا ہو جا

جاں دیدے مگر ہرگز شکوہ نہ زباں پر لا
عاشق ہے اگر سچا خاموش فنا ہو جا

گھر غیر کے جانیکی فرصت ہے اگر تجھ کو
کشتوں کی لحد پر بھی اے مردِ خدا ہو جا

قربانؔ بتوں پر تو قربان نہ ہو ہرگز
بندہ تو خدا کا ہے ۔ مشغولِ خدا ہو جا

نالہ میرا ۔ شبِ فرقت مرا غماز ہوا
واقفِ راز بالآخر بُتِ طناز ہوا

مَر کے بھی یہ تو معمہ ہی رہا ہے سب پر
روح کا راز کسی پر نہ کبھی باز ہوا

کیوں شفا ہوتی نہیں ہجر کے بیمار وں کو
آخر اب کیا وہ مسیحا تِرا اعجاز ہوا

ایک بھی اُس نے محبت کا دکھایا نہ چلن
جو ہوا مجھسے بناوٹ ہی کا انداز ہوا

بسملِ تیرِ نظر ہو کے رہا ہوں زندہ
میری الفت سے نمایاں ترا اعجاز ہوا

جب سے اے جانِ جہاں تجھپہ ہوا ہوں میں نثار
نام مشہور میرا ۔ عاشقِ جانباز ہوا

عشق تیرا، رہا، دُنیا میں معمہ بن کر
جس کا معلوم نہ انجام نہ آغاز ہوا

تیرے مضمون جو قربانؔ نکلتے ہیں نفیس
تو بھی کیا ہند میں اب بلبلِ شیراز ہوا

دُنیا میں اک بگولا محشر نما اُٹھا تھا
میرا، غبارِ تربت صحرا میں جب اُڑا تھا

قدرت نے اُسکا خوں سے مُنہ لال کر دیا تھا
گلشن میں کوئی غنچہ مجھ پر اگر ہنسا تھا

رستے میں بتکدہ جو آیا وہیں یہ ٹھہرا
نیت میں کر کے سُوئے کعبہ اگر چلا تھا

کیوں دفعتاً خزاں میں کملا گیا مرا دل
مدت میں حسرتوں کا اک پھول یہ کھِلا تھا

وہ ہو گیا جو راضی، خوش ہو گئی خدائی
جب تک وہ بُت خفا تھا ۔ اللہ بھی خفا تھا

اچھا ہوا نہ میرا دردِ جگر کسی سے
جتنا کیا مداوا ۔ اُتنا ہی وہ سوا تھا

نامہ تو اُنکا آیا لیکن جواب سادہ
پورا ہوا وہ آخر قسمت میں جو لکھا تھا

دیکھا ہے ہم نے اُسکو مخمور میکدے میں
مشہور جو کہ زاہد دُنیا میں پارسا تھا

راحت نہیں تھی اُس سے تکلیف بھی نہیں تھی
قربانؔ تھا غنیمت، اچھا تھا یا بُرا تھا

کر رحم کہ یہ بارِ ستم اُٹھ نہیں سکتا
ہر وقت ترا، جور و ستم اُٹھ نہیں سکتا

بے اذن ترے، ہل نہیں سکتا کوئی پتہ
بے حکم ترے ایک قدم اُٹھ نہیں سکتا

اے فطرتِ غم دوست غلط کر کے دکھا دے
کہتے ہیں کہ انسان سے غم اُٹھ نہیں سکتا

بتخانہ کے شیدائی وہیں جائینگے اے شیخ
اب انکا قدم سوئے حرم اٹھ نہیں سکتا

رکھدے اسے جاکر کسی دامان حسیں پر
آنسو جو کوئی دیدۂ نم اٹھ نہیں سکتا

کسطرح تو پھر حسرت وارماں سے لڑیگا
جب ضبط کا اے دل یہ علم اٹھ نہیں سکتا

کافی ہے مرے واسطے ابرو کا اشارہ
احسان ترا، تیغ دودم اٹھ نہیں سکتا

اوروں کے بھرے ہیں گل امید سے دامن
کیا میرے لئے دست کرم اٹھ نہیں سکتا

لکھ بھیج تو خط آج انھیں حال کا اپنے
کیا ہاتھ سے قربان قلم اٹھ نہیں سکتا

جلوہ میری آنکھوں سے قریں ہو ہی چکا تھا
دیدار ترا پردہ نشیں ہو ہی چکا تھا

میری نگہ شوق سے شرم آگئی ورنہ
بے پردہ کوئی پردہ نشیں ہو ہی چکا تھا

تسکین نہ دیتا جو تصور میں اسے تو
عاشق ترا، مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا

اے موت تو کیوں لائی ہے اب قبر کا پیغام
مٹ کر کوئی پیوند زمیں ہو ہی چکا تھا

کوچہ میں صبا لائی ترے خاک کو میری
مجنوں کی طرح دشت نشیں ہو ہی چکا تھا

امید نے تیری اسے مشکل سے نکالا
دل میں مرے غم تیرا مکیں ہو ہی چکا تھا

آتا نہ اگر خوف خدا وقت تکبر
انسان بھی مردود لعیں ہو ہی چکا تھا

اقرار، اشاروں سے کیا چشم کرم نے
منہ سے تو ادا لفظ نہیں ہو ہی چکا تھا

کیوں حشر میں دیدار نہ ہوتا ہمیں ان کا
یہ فیصلہ قربان حزیں ہو ہی چکا تھا

پھاڑ کر کپڑے میں صحرا کو نکل جاؤنگا
خاک ہو کر تیرے قدموں میں کچل جاؤنگا

تو نے تسکین جو دی آکے مسیحا مجھ کو
کچھ دنوں سائے میں اور سنبھل جاؤنگا

کیوں تصور ترا، تسکین نہ مجھے دیتا ہے
کوئی بچہ تو نہیں ہوں کہ بہل جاؤنگا

وہ یہ کہتے ہیں کہ نالوں سے ڈراتا ہے عبث
آسماں تو میں نہیں ہوں جو دہل جاؤنگا

نگہ یار نہ لوں سر پہ قضا کا احساں
مانگنے تجھ سے ہی میں اپنی اجل جاؤنگا

ساتھ سایہ کی طرح تیرے رہونگا ہر دم
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ جو ٹل جاؤنگا

طور دنیا کے بدلجائیں یہ ممکن ہے مگر
غیر ممکن ہے کہ میں رنگ بدل جاؤنگا

کیوں برے بنتے ہیں قربان وہ اٹھا کر مجکو

دیکھ کر غیر کو میں آپ ہی ٹل جاؤنگا

سر یہ احسان تری تیغِ ادا نے رکھا
ورنہ محرومِ شہادت تھا قضا نے رکھا

اُن کو شوخی نے شبِ وصل بہت اُکسایا
باز آنے سے مگر شرم و حیا نے رکھا

دشمنِ حسن تھیں غیروں کی نگاہیں کیا کیا
تم کو محفوظ تو میری دُعا نے رکھا

قیدِ محرم میں ترا، جوشِ جوانی نہ رُکا
گو حفاظت میں بہت بندِ قبا نے رکھا

میری حسرت کا لہو تیرے نہ آنے پر ہو
کیا کروں پردہ ترا شوقِ حنا نے رکھا

مے پلانے پہ بھی آمادہ نگاہِ ساقی
میرے ایمان کو محفوظ خدا نے رکھا

ہم سے دنیا میں گنہ ہوتے ہزاروں سرزد
باز ہم کو خلشِ روزِ جزا نے رکھا

زندہ کی غم نے میرے سُنتِ قیسؔ و فرہادؔ
نام عشاق کا میری ہی وفا نے رکھا

جو بھی مُبتلا ہے حسیں اُس پہ تو ہوتا ہے نثار
نام قرباںؔ ترا کس مردِ خدا نے رکھا

حالِ دلِ بیمار سنبھل جائے تو اچھا
کانٹا میری حسرت کا نکل جائے تو اچھا

تم نزع میں للّٰلہ جمال اپنا دکھا دو
اٹکا ہے دم آنکھوں میں نکل جائے تو اچھا

راحت کی جگہ مجھے دیتا ہے تکلیف تصور
غم سے ہی دلِ زار بہل جائے تو اچھا

اوروں کو ملے فائدے الفت کے کرشمے
میرا شجرِ عشق بھی پھل جائے تو اچھا

تقدیر میری غیر کو مل جائے مزا ہو
بالسہ مری قسمت کا بدل جائے تو اچھا

لغزش ہو ترے پاؤں کو دے میکدہ کسی دن
اے شیخ جو تو یوں ہی سنبھل جائے تو اچھا

ہر دم کے غم و رنج سے مل جائے رہائی
دُنیا سے مجھے لیکے اجل جائے تو اچھا

قرباںؔ میرا کام ہو آپس کی خلش سے
ساغر میں صراحی میں جو چل جائے تو اچھا

وہ حالِ تباہی پہ تاسف نہیں کرتا
تکلیف ہو گو لاکھ مگر اُف نہیں کرتا

دل لینے میں ہرگز وہ تکلف نہیں کرتا
دل دینے میں ہرگز میں توقف نہیں کرتا

ظالم ہو بہت تم کو جو احساس نہیں ہے
وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا

تلوار چلے تیر چلے یا چلے خنجر
بسمل ترا مقتل میں کبھی اُف نہیں کرتا

ہے میرا مقدر تیری تقدیر زلیخا
تجھ سے بھی محبت تیرا یوسف نہیں کرتا

سمجھے ہے زلیخا اُسے رسوائی کا ڈر ہے | تعبیر بیاں خواب کی یوسف نہیں کرتا
تو کیوں بُتِ ہندی کو بُرا کہتا ہے واعظ | یہ | ایں حورِ بہشتی پہ تبری تف نہیں کرتا

قانع ہوں سدا چیز پہ قربان میں اپنی
غیروں کی کسی شے پہ تصرف نہیں کرتا

بالیں پہ جو وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا | بیمار کا کیا اُس کو مداوا نہیں آتا
حاجت ہے کوئی تجھ کو تو جا اُس سے طلب کر | خود پاس پیاسے کے تو دریا نہیں آتا
وحشی کا مکاں ہو کے ہر وحشی سے گریزاں | کیا تجھ کو خیال اتنا بھی صحرا نہیں آتا
قاتل نے کہا دیکھ کے یوں ضبط ہمارا | بسمل کی طرح اسکو تڑپنا نہیں آتا
پیدا یہ نہیں ہوتی ہے فطرت کی بدولت | دُنیا میں کوئی لیکے تمنا نہیں آتا
گھبراتا ہے دل میرا لپٹ جائے نہ دل سے | پہلو میں مرے وہ نہیں آتا نہیں آتا
جاتا ہے غم و رنج وہ اک عمر کے لیکر | کشتہ ترا تربت میں بھی تنہا نہیں آتا
قسمت سے ہیں مجبور وگرنہ ہیں ہنرمند | ہم ماہرِ فطرت ہیں ہمیں کیا نہیں آتا
عاشق کو لگاتے نہیں سینہ سے تم لپٹے | دل لینے کا کچھ تم کو طریقہ نہیں آتا
کعبہ اُسے ہم کر دیں مگر ہم کیا کریں زاہد | بتخانہ میں تو بن کے مصلا نہیں آتا

قربان تری آنکھوں پہ غفلت کے ہیں پردے
یوں اُن میں بصیرت کا اُجالا نہیں آتا

ہم بھی مشتاق ہیں دیکھیں کبھی جلوہ تیرا | سامنے سے کبھی اُٹھ جائے یہ پردہ تیرا
کچھ خبر بھی ہے تجھے پردے میں رہنے والے | جا بجا محفلِ عالم میں ہے چرچا تیرا
خود بخود لذتِ آزار ہوئی مجھ کو نصیب | دردِ حُسن روز سے دل میں ہوا پیدا تیرا
نام باقی ہے ترا۔ چین سے سو زیرِ لحد | جانشیں قیس ہوا۔ میں سرِ صحرا تیرا
سخت جانی کا میری یا ہے نزاکت کا سبب | کیوں یہ خنجر ہے مرے حلق پہ ہلکا تیرا
غم نہیں اسکا کہ ہو جائے مری روح فنا | سر پہ احسان نہ لوں گا میں مسیحا تیرا
تیرے جلووں سے نگاہوں کی ہے دُنیا آباد | جلوہ گر تا ہے میری آنکھوں کا بینا تیرا
لذتِ عشق کسے ملتی ہے اے دل شاباش | مانگتا ہوں میں دُعا درد ہو دونا تیرا
تھی مروت کہ ملے غسل اسے بعد فنا | جامۂ تن جو گناہوں سے تھا میلا تیرا

مینے انصاف محبت میں ترا دیکھ لیا — ہوگا اب حشر میں بس فیصلہ میرا تیرا
دو جہاں میں نہیں گنجائش یک پائے خیال — پاٹ کتنا ہے بتا دامن صحرا تیرا
خار صحرا کو بھی وہ تحفۂ محبت سمجھے — سر میں جسکے ہو سمایا ہوا سودا تیرا
جان بھی تن سے گئی آگ مگر باقی ہے — شورش عشق کھلا۔ کچھ نہ معمّا تیرا

تیرے منصوبے تو قربان بہت ہوتے ہیں
پورا ہوتے کبھی دیکھا نہ ارادا تیرا

بربادئ زمانہ ہی میں سبے وطن ہوا — گذرا جہاں سے خشک وہ فوراً چمن ہوا
گل خندہ زن تھا جو مرے ارمان قتل پر — اللہ تیرا شکر دمِ تیغ زن ہوا
جس کو خزاں نے صحن چمن سے دیا نکال — مرغ ہوا پھر آج وہ مرغ چمن ہوا
پہنے جو اُس نے کپڑے بسا کر گلاب میں — تھا پہلے گلعذار تو اب گلبدن ہوا
کرتا نہیں ہے عہد کا اپنے جو تو لحاظ — مشہور تیرا نام ہے وعدہ شکن ہوا
ساقی کے میکدے میں جب آیا تو خوب پی — محفل میں جاکے شیخ کی توبہ شکن ہوا
جو بے کھلے تھے غنچہ وہ گل ہوگئے تمام — بلبل کی طرح میں جو کبھی نغمہ زن ہوا

رکھتے عزیز اہل جہاں کیا جہان میں
قربان تیرا کوئی نہ اچھا چلن ہوا

پھر عزم قتل ہوکے وہاں دل میں رہگیا — ارمان گھٹ کے پھر دل بسمل میں رہگیا
پروانے جلکے خاک ہوئے شمع بجھ گئی — تنہا میں ایک رونے کو محفل میں رہگیا
رکھا حیا نے باز وہ کہتے تھے کچھ ضرور — آتے ہی آتے لب پہ سخن دل میں رہگیا
دامن کو تیرے کیوں نہ رنگا اپنے خون سے — قاتل یہ حوصلہ دل بسمل میں رہگیا
جب آنکھ اُٹھا کے قیس نے دیکھا کبھی اِدھر — شعلہ چمک کے پردہ محمل میں رہگیا
مقصود تک نہ ضعف کے باعث میں جاسکا — بنکے غبار عشق کی منزل میں رہگیا
جتنے تھے ہم جلیس اُٹھے رفتہ رفتہ سب — میں نامراد ایک ہی محفل میں رہگیا
دیگا ثبوت حشر میں بنکر مری زباں — دھبہ جو خوں کا دامن قاتل میں رہگیا

اے جانیوالو ٹھہرو کرو کچھ تو اسکا پاس
قربان دور عشق کی منزل میں رہگیا

شیشہ ٹوٹا تو بت عہد شکن یاد آیا — ہم کو میخانہ میں وہ غنچہ دہن یاد آیا

تو جو خوش ہو کے چلا لے کے کفن میرا خبیث — اپنا مرنا نہ تجھے دُزدِ کہن یاد آیا

تیرے رونے سے رُکینگے نہ مسیحا ہرگز — اٹھو جاتے ہیں ہمیں اپنا وطن یاد آیا

اُٹھ گئے پہلو سے وہ اُنکا ستم تو دیکھو — اُن کو جب میرا کوئی زخم کہن یاد آیا

تن میں ایک آگ لگی مُنھ سے شرارے نکلے — اُن کا جب ہم کو کبھی گرم سخن یاد آیا

تو نے الطاف کئے ہمیہ کچھ ایسے صیاد — نہ اسیری میں کبھی ہم کو چمن یاد آیا

خودبخود اپنی ہی وحشت پہ لگے ہم ہنسنے — بیٹھے بیٹھے جو ہمیں اپنا وطن یاد آیا

اشک بارش کے گرا کر جو تو اب روتا ہے — مٹنے والا تجھے کیا چرخ کہن یاد آیا

رُوح کیوں تن سے نکل کر میرے قربان چلی
بیٹھے بیٹھے اسے کیا اپنا وطن یاد آیا

مجھے جلوہ دکھا دیتے بسانِ طور میں جلتا — مجھے موسیٰ بنا دیتے بسانِ طور میں جلتا

مرا دل شمعِ الفت بنکے کیا کیا روشنی دیتا — اگر دل کو جلا دیتے بسانِ طور میں جلتا

کہاں تھی تاب میں کیا اُن کی جلوہ دیکھ سکتا تھا — اگر پردہ اُٹھا دیتے بسانِ طور میں جلتا

مرے دلمیں تھی کب طاقت کہ جاتا پاس میں اُنکے — مری ہستی جلا دیتے بسانِ طور میں جلتا

بہت ہی سرد دل اُنکا۔ اگر وہ آکے پہلو میں — لگی دل کی بجھا دیتے بسانِ طور میں جلتا

غنیمت ہے اُسے محروم رکھا سامنے میرے — عدو کو وہ ہنسا دیتے بسانِ طور میں جلتا

دکھا دیتا اُنھیں قرباں تماشا سوزِ الفت کا
اگر موسیٰ بنا دیتے بسانِ طور میں جلتا

ہے دل میں اثر میرے تیری جلوہ گری کا — صدقے ہے فقط یہ تیری جادو نظری کا

معشوق کی پاتا ہوں میں اس دل میں ادائیں — سایہ ہوا جس دن سے کسی رشکِ پری کا

دل توڑ کے دشمن کے گلے میں کبھی ڈالو — تعویذ ہے مخصوص یہی بد نظری کا

نرگس ہے گئی فصلِ بہاری ترے آگے — انعام ملا تجھکو یہی دیدہ دری کا

کھاتا ہوں سدا تیرِ نظر اُف نہیں کرتا — یہ حوصلہ تو دیکھ میری بے جگری کا

اے نالۂ ناکام ہوا خوب تو بدنام — چرچا ہے زمانہ میں تیری بے اثری کا

جلووں کیلئے ہم رہے تا عمر ترستے — موسیٰ نے لیا لطف تیری جلوہ گری کا

اب ختم ہوئی زیست کہ پیری ہے نمودار
کیا خاک بھروسہ ہے چراغ سحری کا

اچھا نہیں دنیا میں سمجھتا ہے تجھے کوئی
قربانؔ سبب ہے یہ تیری بے ہنری کا

لیکے پھر ساتھ قیامت کا وہ ساماں نکلا
حسن سے کرنیکو پھر خلق کے حیراں نکلا

جادۂ عبرت و حسرت ہے طلسم دنیا
کہ جو نکلا ہے یہاں سے وہ ہی حیراں نکلا

داغ دل میرا، اگر زیر گریباں چمکا
ہوا، لوگوں کو یہ شک مہر درخشاں نکلا

بوند بھی ایک لہو کی نہیں چھوڑی غم نے
خشک سینہ سے کماندار کا پیکاں نکلا

خار صحرا کے لگے لینے قدم اُٹھ اُٹھکر
تیرا وحشی جو کبھی سوئے بیاباں نکلا

چیر کر دیکھا تو کچھ اور تماشا تھا وہاں
دل کے بدلے میرے پہلو سے بھی پیکاں نکلا

کارسازی کو مرے حال پہ رحم آ ہی گیا
حشر میں گور سے جب بے سر و ساماں نکلا

چاہِ غم سے مجھے یوں ہی مرے اللہ نکال
جس طرح چاہ سے تھا یوسف کنعاں نکلا

ہے دعا غیر بھی یارب نہ کبھی یوں نکلے
جس طرح بزم سے اُس شوخ کی قربانؔ نکلا

ساقی نے پہلے لطف سے دیوانہ کر دیا
اتنی مجھے پلائی کہ مستانہ کر دیا

زلفیں سنگھا کے یار نے افسوں کیا عجیب
ہشیار کر دیا کبھی دیوانہ کر دیا

اے حسن دوست تو نے یہ کیسا ستم کیا
مشہور میرا خلق میں افسانہ کر دیا

یوں عشق نے لگائی مرے دلمیں تیری آگ
اے شمعرو تراب مجھے پروانہ کر دیا

کیا گیا منسے ہیں رند بلانوش مجبیر آج
منہ سے لگا کے دور جو پیمانہ کر دیا

ساقی میں ایک تیرا پرانا ہوں بادہ نوش
کیوں بند دیکھ کے میخانہ کر دیا

پیر مغاں کے فیض نے ایسا کیا نہال
ساقی کی چشم مست کو میخانہ کر دیا

ظلمت دلوں سے دور زمانہ میں ہو گئی
روشن یہ تو نے جلوۂ جانانہ کر دیا

قرباںؔ تیرے جاؤں میں اے چشم نیم باز
دارو سے ہوش دیتے ہی دیوانہ کر دیا

ہوش فرسا ہے سماں عرصۂ محشر تیرا
مجھ سے دیکھا نہیں جاتا ہے یہ منظر تیرا

اُن کی چالوں سے ہوا حشر بپا لاکھوں بار
نام ہی نام رہا دہر میں محشر تیرا

میری گردن کیلئے ہو مرے سینہ کیلئے
تیر ہو کوئی تیرا۔ یا کوئی خنجر تیرا
اے گنہگار یہ اندازِ کرم بھی دیکھا
کر دیا چاک تہ سامنے دفتر تیرا
عشق نے دونوں کو دو طرح کیا ہو مشہور
آج بیدل ہے میرا نام تو دلبر تیرا
چھینے والے تیرے چھپنے کا نتیجہ یہ ہوا
آجکل شور خدائی میں ہے گھر گھر تیرا
کیوں شب غم تو مرے پاس ہو آتی ہر روز
نام بھی لیتا نہیں میں کبھی ڈر کر تیرا
جیسے تیزی سے جوانی ہو کسی کی رخصت
اس روانی سے چلا حلق پہ خنجر تیرا

تُو تو قربان گرا جاتا تھا دوزخ میں مگر
ہاتھ رحمت نے لیا حشر میں بڑھکر تیرا

یاس کی شکل بنا کر تیرا بسمل آیا
رحم اب بھی نہ تیری آنکھ میں قاتل آیا
کس قیامت کی کشش رکھتی ہیں قاتل آنکھیں
قتل ہونے کیلئے دوڑ کے بسمل آیا
ہوش کی بات نہیں تھی مری تقصیر معاف
وجد بے ساختہ مجھ کو سرِ محفل آیا
سو دفعہ بھول گیا عشق و وفا کی منزل
سو دفعہ دیکھ کے میں عشق کی منزل آیا
نجد کے دشت میں شب کو جو بگولا اُٹھا
قیس چیخا مری لیلےٰ کا وہ محمل آیا
آکے پہلو میں دمِ ذبح وہ فرماتے ہیں
ابتو کچھ دل کو سکوں اے مرے بسمل آیا
عشق صادق تھا اُسے رنگ وہ لایا آخر
پاس خود قیس کے لیلےٰ تیرا محمل آیا
کیا اُسے بھی نہیں معلوم یہ راہِ مقصود
خضر کیوں پوچھنے کو عشق کی منزل آیا

اہلِ منزل نے کلیجہ سے لگایا اُس کو
کرکے قربان جو طے عشق کی منزل آیا

اِس ارادے سے کہ شاکی نہ ہو بسمل میرا
دیر کرتا ہے بہت قتل میں قاتل میرا
قتل رک رک کے کر دن تجھکو کہ دار کے ساتھ
پوچھنے بیٹھا ہے خود مجھ سے یہ قاتل میرا
سار باں سے یہ کہا شوخیٔ لیلےٰ دیکھو
قیس کی نظروں سے مخفی رہے محمل میرا
کب خدا جانے یہ پہونچیگا عدم تک لیکر
رک گیا قافلہ جب پہلی ہی منزل میرا
نہ تو سینہ سے لگے تم نہ ہوا وصل نصیب
مدعا تم سے ہوا کونسا حاصل میرا
یہ نہ سمجھے کہ محبت کا ہیں دیوانہ ہوں
مضحکہ تم نے اُڑایا سرِ محفل میرا
شکل تم بنکے مرے دلکی مرے دلمیں رہو
دیکھنا ہے تمہیں منظور اگر دِل میرا

قتل تو کر ہی چکے مُنہ سے اب اتنا کہدو | حشر تک آج سے ٹھنڈا رہے بسمل میرا

اُس کو قرباںؔ کیا رحمتِ حق نے آساں
کام دُنیا میں ہُوا جو کوئی مشکل میرا

دنیا سے جب بھی کوئی عدم کو بشر گیا | لیکر نہ اپنے ساتھ وہ زادِ سفر گیا
کتنی ہی دُور آپ کا تیرِ نظر گیا | دل کو نہ کرکے پار مرے تا جگر گیا
کرنا جو اُس کو تھا وہ بہر طور کرگیا | نالہ کبھی نہ کوئی مرا بے اثر گیا
اے عندلیب رخصتِ صیاد پر ہنس | بے پر تجھے قفس میں وہ پہلے ہی کرگیا
وعدہ کی شب وہ آئے تو آئے دمِ سحر | کہتا ہے نالہ دل سے کہ لطفِ سحر گیا
محشر میں سب سے پہلے ہُوا دہ ہی کامیاب | رُوداد لیکے زیست کی جو مختصر گیا
بچھا لیا ہے کیوں مرا تو نے شبِ فراق | آئینے سے روز روز تہرے میں تو ڈر گیا
آیا نہ لوٹ کر کبھی دُنیا کی سمت پھر | دُنیا سے جانے والا نہ جانے کدھر گیا

مرنے کے بعد بھی ترے چرچے ہیں ہر جگہ
قرباںؔ نام عشق میں اپنا تو کر گیا

قرباںؔ خراب نالہ ترا عمر بھر رہا | تیری زبان میں بھی نہ باقی اثر رہا
قصہ ہے طول کیسے سُنائیں گے حشر میں | اک دن تو فیصلہ کا بہت مختصر رہا
محشر نے اُس کو اپنا ہی دامن بنالیا | آنچل اگرچہ لاکھ ترا مختصر رہا
آخر فلک کو چین نہ آیا جہان میں | چکر میں میری طرح یہ شام و سحر رہا
پی پی شراب سامنے زاہد کے بیٹھکر | اے رند تجھ کو کچھ بھی خدا کا نہ ڈر رہا
باتوں ہی باتوں میں مرے دن رات کٹ گئے | جب تو سفر میں ساتھ مرے ہمسفر رہا
پہلو سے تو نکل ہی گیا دل کو چھید کر | اے تیر یار یاد نہ میرا جگر رہا
صیاد تو نے دل کی نکالیں یہ کاوشیں | ہو کر میں تیرے ہاتھ سے بے بال و پر رہا

اغیار کا نہ اُس پہ کبھی رنگ چڑھ سکا
قرباںؔ میرے عشق کا جب تک اثر رہا

معترف ہو ہی گیا سارا زمانہ تیرا | دور و نزدیک ہے مشہور فسانہ تیرا
قابلِ داد ہے یہ تیر لگانا تیرا | ٹھیک بیٹھا ہے مرے دل پہ نشانہ تیرا

اپنا کاشانہ وہیں ہم بھی بنالیں فوراً
ہم کو معلوم جو ہو جائے ٹھکانا تیرا

فاتحہ میری وفاؤں پہ ذرا پڑھ دینا
میری تربت پہ اگر ہو کبھی آنا تیرا

میں جدہر جاؤں وہیں تیرا اثر پاتا ہوں
میں کدہر جاؤں کہ ہے سارا زمانا تیرا

بھول بیٹھا ہوں میں افسانۂ قیامت کبھی
جب سے ہے دیکھ لیا حشر اُٹھانا تیرا

ڈھونڈنے میں تیرے ہوتی نہ کبھی تم تکلیف
دل کے اندر ہی جو ملجاتا ٹھکانا تیرا

مجھسے کہتے ہیں زباں قطع تیری دوں گا
پھر سنیگا کوئی کسطرح فسانا تیرا

وصل کے بعد بھی آئے گا اب مجھے یاد بہت
روٹھنا اُن کا وہ قربان منانا تیرا

میرے بعد مرگ اگر اُن پر شباب آیا تو کیا
بے خودی طاری ہے اب جام شراب آیا تو کیا

ہم تو نا اُمید پہلے ہی سے تھے بیٹھے ہوئے
لیکے تو قاصد اگر خط کا جواب آیا تو کیا

دیر تک آنکھوں میں وہ رہتے جو آتا شام کو
صبح ہوتے اب میری آنکھوں میں خواب آیا تو کیا

توبہ مے پینے سے کر لی اب کہاں وہ میکشی
لیکے ساقی بادۂ جام شراب آیا تو کیا

وقتِ پیری ضعف دل مٹجائے تو اک بات ہے
تیرے بالوں پر اگر رنگِ خضاب آیا تو کیا

عمر بھر ہم نے دیا ہے اُنکی باتوں کا جواب
اب محاسب بنکے یہ روزِ حساب آیا تو کیا

جیتے جی آتے فرشتہ تو مزہ آنے کا تھا
گور میں سُننے کوئی ہمسے جواب آیا تو کیا

موت آکر بیقراری اب تو دے گی خود مٹا
نزع میں کوئی مٹانے اضطراب آیا تو کیا

تو نے جب قربان کو بٹھادیا ہے گور میں
چین تجھکو اب دلِ خانہ خراب آیا تو کیا

الٰہی تو نے عطا حسن کو شباب کیا
ہمیں عذاب میں ڈالا ہمیں خراب کیا

وہ پاس بیٹھے رہے اور سانس ٹوٹ گیا
نہ ہم نے شکوہ نہ کچھ ذکر اضطراب کیا

ہمیشہ مجھپہ رہے تیرے ظلم ہی ظالم
کبھی نہ مہر و مروت سے فیضیاب کیا

قلق ہوا۔ کرم بے حساب کو کیا کیا
کسی نے میرے گناہوں کا جب حساب کیا

ہمیں تو شرم سی آتی ہے تیرے پاس آتے
یہ عذر اُس نے بقصد ناز وقتِ خواب کیا

عدو کو اس نے لکھے سینکڑوں ہزاروں خط
میرے ہی خط کا نہ تحریر کچھ جواب کیا

شریک ہوگا تو رندوں میں کیا جواں بنکر
یہ شیخ تو نے جو داڑھی پہ ہی خضاب کیا

اُسی کو نامۂ اعمال میں لکھا پایا | جو کام ہمنے سمجھکر یہاں ثواب کیا

بتاؤ دوگے خدا کو جواب کیا جاکر
جو اپنی عمر کو قرباں یوں ہی خراب کیا

جلوہ جو اپنا آپ نے مجکو دکھا دیا | میں کیا کہوں نگاہ نے کیا کیا مزا دیا
ہردم خوشی نے ساتھ مرے رنج کا دیا | اُس نے ہنسا دیا کبھی اُس نے رُلا دیا
یہ قد یہ چال اُس پہ یہ رہ رہ کے جھومنا | چلتے ہی تم نے حشر کا منظر دکھا دیا
لے موت نام کو بھی مرے سب گئے ہیں بھول | ہستی کو میری تو نے یہاں تک مٹا دیا
اک شور حشر تیری صدا سے بپا ہوا | تربت میں سونے والوں کو ناحق جگا دیا
دل بھی دیا ہے جان بھی ایمان بھی دیا | جو کچھ ہمارے پاس تھا ہمنے لٹا دیا
منعم خدا کی شان ہے میں رشک کیوں کروں | مجھکو فقیر تجھکو تونگر بنا دیا
جس حال میں ہوں شکر ہے مجکو گلہ نہیں | جیسا بنا دیا ہے مجھے بہتر بنا دیا

جتنے ہیں راز تجھپہ وہ کھل جائینگے تمام
قرباں تجھسے اُس نے جو پردہ اُٹھادیا

ساقی نے مستِ چشم طرحدار کردیا | اک جام مے پلاتے ہی سرشار کردیا
کرتا نہ اُنکو پیار مگر دل نے ہمنشیں | مجبور کردیا ہے مجھے لاچار کردیا
جسنے مذاقِ ظلم دیا اہلِ حسن کو | دل کو اُسی نے خوگرِ آزار کردیا
اب اُن کے دیکھنے کا سہارا کہاں رہا | یہ ہے بلند روزنِ دیوار کردیا
یہ انقلاب میرے مقدر نے کیا کیا | دلبر تمہیں بنا کے دل آزار کردیا
رہتا ہے ساتھ ساتھ حسینوں کے اک رقیب | پیدا گلوں کی ساتھ بھی ہے خار کردیا
گلشن میں میرے ساتھ وہ مصروفِ خواب تھے | آخر نسیمِ صبح نے بیدار کردیا
آہستہ ہم شباب میں چلتے رہے مگر | پیری میں تیز عمر کا رہوار کردیا

قرباں اب جو وقت موافق ہوا مرا
دشمن کو بھی خدا نے مرے غمخوار کردیا

ترا ناوک اگر پہلو میں اے قاتل نہ ٹھیریگا | سحر تک کیا قیامت تک ہمارا دل نہ ٹھیریگا
رہے گا یہ یوں ہی چلتا جوانی ہو کہ پیری ہو | یہ اسپِ عمر ہے ظالم کسی منزل نہ ٹھیریگا

عدو میرے مقابل آئیگا تو منہ کی کھائے گا
کہ حق کے سامنے ہرگز کبھی باطل نہ ٹھیریگا

وہاں کی بیقراری نے اُڑیگی اور تجھے آگے
جنازہ کوئے قاتل میں ترا بسمل نہ ٹھیریگا

ترا خنجر مری گردن پہ وقتِ ذبح تسکیں کو
ذرا سی دیر بھی کیا اے مرے قاتل نہ ٹھیریگا

تڑپتا ہی رہونگا صورتِ سیماب میں ہردم
نہ آئیگا مجھے کیا چین۔ کیا اب دل نہ ٹھیریگا ؟

جہاں تڑپا ہے قیس زار تیرا نام سی لیکر
وہاں لیلے قیامت تک ترا محمل نہ ٹھیریگا

اُسے خود کھینچ لینگے وہ کنارِ بحرِ رحمت میں
سفینہ میرے عصیاں کا لبِ ساحل نہ ٹھیریگا

مآلِ کار سے کب کوئی بچ سکتا ہے اے **قرباں**
کریگا قتل جو مجکو وہ کیوں قاتل نہ ٹھیریگا

اُس کی آنکھوں میں ترا حسن نرالا ہوتا
گر کوئی میری طرح دیکھنے والا ہوتا

ہم سمجھتے کہ مسیحا تیرا بیمار بچا
ایک بھی اُس کو میسر جو سنبھالا ہوتا

آپ دیتے جو کبھی قلب کو تسکیں آکر
لب پہ ہوتی نہ مرے آہ نہ نالا ہوتا

کھولدیتا تو اگر زلف کو رخساروں پر
بخدا حسن ترا اور دوبالا ہوتا

نہ بتاتیں جو حسیں میری نگاہیں تجکو
کون دنیا میں ترا چاہنے والا ہوتا

خلد میں حوروں کے دھوکے میں جو میں آجاتا
اُس سے آدم کی طرح مجکو نکالا ہوتا

جام تو تو نے پلایا ہے مگر اے ساقی
الغرض شوں کو بھی کوئی روکنے والا ہوتا

قبر پر میری وہ آئے ہیں سنور کر **قرباں**
ہائے اس وقت کوئی دیکھنے والا ہوتا

دلمیں رہے خیال جو مستِ شباب کا
آجائے کچھ مزہ ہمیں جامِ شراب کا

تیری سمجھ میں آئے جو کچھ دے سزا اسے مجھے
کس کو یہاں دماغ حساب و کتاب کا

انساں جہاں میں کیا نہ کرے اور کیا کرے
جھگڑا لگا ہوا ہے عذاب و ثواب کا

الفت کا درس آئے گا تیری سمجھ میں کیا
اے شیخ یہ سبق تو نہیں ہے کتاب کا

اُن کا جواب آتے ہی اُمید بھی گئی
کیوں میں نے انتظار کیا تھا جواب کا

آتا اگر نہ دل تو نہ ہوتا یہ اپنا حال
سب ہے فساد یہ اسی خانہ خراب کا

وعدہ کہیں ہے اور کہ جلدی ہے اسقدر
آخر سبب بھی آپکے کچھ اضطراب کا

اُتنے ہی بدلے نے لئے پیری نے ہمنشیں
گذرا زمانہ عیش سے جتنا شباب کا

عصیاں کی روسیاہی ہے چہرہ پہ اس طرح
قرباں سر پہ رنگ ہو جیسے خضاب کا

نہ بت ہوتے زمانہ میں نہ کوئی بت کدا ہوتا
فقط اپنی خدائی میں خدا رہتا خدا ہوتا

دلِ پرسوز جلکر میری ہستی کو جلا دیتا
بسانِ طور وہ دلمیں اگر جلوہ نما ہوتا

خزاں کے ہاتھ سے برباد ہوتا نشیمن کیوں
نہیں مرغِ چمن بنتا نہ میں مرغِ ہوا ہوتا

جفائیں عاشقوں پر بھی ہرگز تم نہ کرتے
تمہیں معلوم دنیا میں جو انجامِ وفا ہوتا

ہوا اچھا جو یہ ناراض دنیا میں رہا مجھ سے
جو خوش ہوتے یہ بت مجھ سے خفا میرا خدا ہوتا

کبھی ہرگز بتوں کو تو نہ کہتا پھر برا اتنا
ترا دل بھی اگر زاہد کسی بت سے لگا ہوتا

انھیں کی سب خطا ہے یہ انھیں کا سارا جھگڑا ہے
نہ آنکھیں دیکھتی تجھ کو نہ یہ دل مبتلا ہوتا

ہزاروں مثلِ موسیٰ دیکھکر خاموش ہو جاتے
دوبارہ طور پر تیرا اگر پردہ اُٹھا ہوتا

خفا ہوتا تو پھر ان کا ٹھکانا کیا تھا دنیا میں
مگر قرباں خدا کیوں اپنے بندوں سے خفا ہوتا

ترا وحشی تھا اور جوشِ جنوں تھا اور بیاباں تھا
بہارِ گل کا آنا باغ میں وحشت کا ساماں تھا

عدو نے جو کہا وہ افترا تھا اور بہتان تھا
تمھیں برباد کرتا کیا میں دیوانہ تھا نادان تھا

خدا کے سامنے جب دعوئے خونِ شہیداں تھا
پریشاں تھا ستمگر خونِ ناحق سے پشیماں تھا

ترا دیوانہ کچھ ایسا مع زنجیر نالاں تھا
تزلزل میں زمین و آسمان جنبش میں زنداں تھا

فلک نے کر دیا تم سے جدا اسکی شکایت کیا
ہمیں آغازِ الفت میں خیالِ روزِ ہجراں تھا

جنوں میں قیس نے کیں پیرہن کی دھجیاں ایسی
کہ ٹکڑے ٹکڑے پرزے پرزے دامن تھا گریباں تھا

خدا جانے میرا سینہ ہوا چھن چھن کے کیوں چھلنی
نہ میرے دلمیں برچھی تھی نہ میری دلمیں پیکاں تھا

شرابیں پی رہا تھا چھپکے تو جس وقت ہجرے میں
مجھے سمجھا ذرا واعظ کہاں اُسوقت ایماں تھا

رسائی کسطرح ہوتی مری دربار میں اُس کے
نہ مجھکو اذنِ درباں تھا نہ مجھکو اذنِ جاناں تھا

رقیبوں سے ملیں اب آپ یا گھر غیر کے جائیں
بچایا آپکو میں نے جہاں تک میرا امکاں تھا

عدم کو جب گئے دنیا سے ہم اپنی یہ حالت تھی
نہ کوئی پاس توشہ تھا نہ کوئی پاس ساماں تھا

تری محفل میں کل قرباں کو دیکھا اے پری پیکر
کبھی انداز کے صدقہ کبھی جوبن پہ قرباں تھا

نالہ ہمارے لب سے جو باہر نکل گیا
کانپی زمین خوف سے گردوں دہل گیا

سینے میں اور جگر میں تو تھے داغ بے شمار
محروم دل تھا آبلوں سے وہ بھی پھل گیا

کل دیکھتے تھے زائچہ قربان غیر کا
خود گم ہوا اب کہاں وہ تمہارا رل گیا

اس ضد کو کمسنی کے سوا کوئی کیا کہے
دردِ جگر کی دید پہ قاتل مچل گیا

اک آن میں نہ دردِ جگر تھا نہ تھی غشی
سینہ جو میرے سینہ سے آکر وہ مل گیا

قرباں عطا کیا ہے وہ حق نے حسن و جمال
زاہد کا دل بھی دیکھ کے اُن کو پھسل گیا

آیا نہ جواب آہ مرے نامۂ غم کا
قاصد بھی ہوا جا کے ہدف تیرِ ستم کا

کرتا ہوں اگر کوچۂ محبوب کی میں سیر
جلوہ نظر آتا ہے مجھے باغِ ارم کا

سب دُور سیہ بختی کی ہو جائیں گھٹائیں
سایہ ہو اگر مجھ پہ ترے ابرِ کرم کا

کیا جانئے کس رنج و مصیبت میں پڑے ہیں
خط بھی کوئی آتا نہیں یارانِ عدم کا

کمبخت پئے جاتا ہے چھپ چھپ کے مے ناب
اے شیخ تجھے کچھ بھی نہیں پاس حرم کا

سُننا ہے جو منظور جگر تھام کے بیٹھو
پُردرد فسانہ ہے ہمارے غم و ہم کا

چلنا ہے عیادت کو تو اب دیر نہ کیجئے
مہمان ہے بیمارِ محبت کوئی دم کا

اللہ مجھے دے درِ احمد کی گدائی
طالب ہے سرِ ناچیز نہیں افسرِ جم کا

کیا بات ہے رُخ ہے کبھی میخانہ کی جانب
کرتے ہو کبھی حضرتِ دل قصد حرم کا

کافی ہے مرے قتل کو تیری نگہ ناز
قاتل نہ اُٹھا بارِ گراں تیغِ دو دم کا

قرباں وہاں کا نہ کُھلا راز کسی پر
کیا جانئے کیا حال ہے یارانِ عدم کا

حسینانِ جہاں میں طور ہے یہ آشنائی کا
دلِ عاشق ہدف کرتے ہیں تیرِ کج ادائی کا

سُنا ہے طبع اُنکی مایلِ تیغ آزمائی ہے
مذاقِ قتل کو موقع ہے قسمت آزمائی کا

جھپکتی ہی نہیں تا صبح چشمِ خونچکاں میری
خیال آتا ہے جب ظالم مجھے تیری جدائی کا

خدا کی شان بیٹھے غیر جا کر بزمِ جاناں میں
نہ پاؤں اذن میں درباں سے بھی اُن تک رسائی کا

ہمارے دل میں روشن ہے ہمیشہ آتشِ فرقت
یہ پھل ہم کو ملا اُس شعلہ رُو کی آشنائی کا

اثر تک خاک پہونچے آہ سوزاں ہم ضعیفوں کی
ہوا ہے راستہ مسدود نالہ کی رسائی کا

تڑپتے ہیں جگر تھامے ہزاروں راہ میں بسمل
ابھی دیکھو وہ کشتہ ہے تیری نازک ادائی کا
لہو کا ایک قطرہ بن گیا دل اک اشارے میں
کرشمہ ہے یہ قربان انکی انگشت حنائی کا

طریقہ تم نے سیکھا ہے بتو ظلم و عداوت کا
لہو پیتے ہو بے جرم و خطا اہل محبت کا
وہ رشک ماہ دم بھرتا ہے غیروں کی محبت کا
ستارہ ان دنوں چمکا ہوا ہے انکی قسمت کا
بھرے جاتا ہے دم وہ بیوفا غیروں کی الفت کا
اثر ہوتا نہیں اس پر سری پند و نصیحت کا
رہا شعلہ دل سوزاں میں گر سوز محبت کا
بنے گا میرا پہلو شمعداں گرمئ فرقت کا
دل ناداں کو پھر کچھ خبط ہے کوئے محبت کا
ہوا جاتا ہے دامن تنگ میری ضبط الفت کا
محمد نے زمانہ کو کیا اسلام سے روشن
اندھیرا ہو گیا کافور کفر و شرک و بدعت کا
برائی میکدہ کی رات دن کرتا ہے تو واعظ
کوئی میخوار پردہ کھولدیگا تیری جنت کا
مجھے بخشی ہے تیغ ناز نے ایسی سبک ساری
ورق پھولونکا ہے ایک ایک پتھر میری تربت کا
نہیں ایک عضو بھی محفوظ اس کی ٹیس سے میرا
اثر رگ رگ میں ہے میرے بدن کی درد فرقت کا
جب آتے ہو عدو کو اپنی تم ہمراہ لاتے ہو
تمہاری مہربانی میں بھی ہے پہلو عداوت کا
اسی کو ذبح کرتے ہیں جو ان پر جان دیتا ہے
بتان بیوفا کو کچھ نہیں ہے پاس الفت کا
جہاں میں جنکے عالیشان لاکھوں قصر ایواں تھے
نشاں تک بھی نہیں باقی رہا اب انکی تربت کا
سیہ نامے سیہ کاروں کے دھل کر صاف ہو جائیں
اگر پڑ جائے اک چھینٹا الہی ابر رحمت کا
نمک چھڑکو نہ زخموں پر نمکدان تبسم سے
کرو ٹانکے دلکے کہتے ہیں یہ دشمن ہے جراحت کا
بلا لو اے شہ دیں مجھکو بھی اب تو مدینے میں
شرف بندے کو بھی حاصل ہو روضہ کی زیارت کا
الہی پھر گلستاں میں بہار بے خزاں آئے
صدائے قلقل مینائے غل ہو نغمہ عشرت کا
پریشاں کر رہی ہے تیری زلفوں کو قیامت میں
نسیم صبح کو مضمون سوجھا ہے قیامت کا
جزاک اللہ اے قربان کیا اچھی غزل لکھی
دکھایا کھینچ کر قرطاس پر نقشہ فصاحت کا

عاشقوں کے دلکو ناکام تمنا کر دیا
اے فلک تیرا برا ہو تو نے یہ کیا کر دیا
جب میں تڑپا آگئی اس کے لب شیریں کی یاد
اور میرے درد کی تلخی کو میٹھا کر دیا
میرے گھر آنا ترا اے بیوفا ممکن نہ تھا
میری قسمت نے تجھے مہمان میرا کر دیا

بیوفا ایسی عنایت کا تو میں تھا مستحق
میرے ہوتے غیر کا کیوں خون سبحا کر دیا

کیجئے اے چارہ گر زخم جگر کا بھی علاج
دردِ دل کو تو دوا ہیں دیکھے اچھا کر دیا

دیکھتے ہی ڈر گئی روئے خزاں کو اسقدر
باغ میں موقوف بلبل نے چہکنا کر دیا

ہم نہ کہتے تھے نہ جانا دیکھنے کو طور پر
ایک جلوہ نے تمہیں بیہوش ہی کر دیا

قتل کرتے ہو کرو تم مجکو کیا انکار ہے
سب کہینگے خون کیوں اس بیخطا کا کر دیا

مدعا یہ تھا نہ ہو یہ کامیابِ آرزو
وصل کی شب شام ہی سے اُسنے جھگڑا کر دیا

تیغِ ابرو دور تک میدان کر دیتی ہے صاف
صف اُلٹ دی جسطرف اُسنے اشارا کر دیا

قتل کرتے کرتے اے قربان رحم آیا اُسے
جب مری گردن پہ آیا ہاتھ ہلکا کر دیا

پیاسا لہو کا ابروے خمدار ہو گیا
میرے گلے کے واسطے تلوار ہو گیا

یوں اور گرم حسن کا بازار ہو گیا
دیکھا جہاں حسین میں خریدار ہو گیا

حالت تمہاری ہو گئی بیمار سے سوا
بڑھ بڑھ کے عشق جان کا آزار ہو گیا

پرتو اُسیکے نور کا ہے مہر و ماہ میں
رخسارِ یار قاسمِ انوار ہو گیا

تائب ہوا تھا دیکھ کے مستوں کی حالتیں
جا کر شراب خانہ میں میخوار ہو گیا

پی جلد یہ نہ ہو کہ درِ توبہ بند ہو
آئی بہار وادرِ خمار ہو گیا

جب تک پلائے جائیں پیئے جائے شراب
لب پر کبھی نہ لائے سرشار ہو گیا

ٹکرا کے سر کو عاشقِ شیدا نے جان دی
کچھ ہوش بھی ہے کیا پسِ دیوار ہو گیا

روتا گیا جو داورِ محشر کے سامنے
شایانِ مغفرت وہ گنہگار ہو گیا

تعریف ہم نے کی رخِ جاناں کی اسطرح
جسنے سنا وہ طالبِ دیدار ہو گیا

سبزہ سے خوب رونق گلزار بڑھ گئی
رخسار خط سے اور طرحدار ہو گیا

زاہد گناہگار ہوا پی کے جو شراب
وہ مستحق رحمت غفار ہو گیا

اللہ نے بتوں کو دیا اسقدر جمال
بیہوش ہو گیا جسے دیدار ہو گیا

کیا عشق و عاشقی میں اثر ہیں نئے نئے
دیوانہ ہو گیا کوئی ہشیار ہو گیا

قربان چہچہوں کی صدا آئی باغ سے
آزاد کوئی مرغ گرفتار ہو گیا

دل کے آجانے نے ظالم اسقدر اندھا کیا — ہم نے جا سمجھا جو تو نے غمزۂ بیجا کیا

ہر کس و ناکس کے آگے عشق کا چرچا کیا — آپ بھی رسوا ہوئے تم مجھکو بھی رسوا کیا

جو نہاں ہے وہ ترے اعمال سب اچھے برے — کیا سمجھکر تو نے دعویٰ بیگناہی کا کیا

اے زلیخا سب کہینگے چاک دامن دیکھکر — آپ تو رسوا ہوئی یوسف کو کیوں رسوا کیا

آج ہی پردہ اُٹھا دے روئے پُر انوار سے — ہے اگر ملنا تو کیوں پھر وعدۂ فردا کیا

طور پر دیکھی ہے کیا تم نے تجلی اے کلیم — آنکھیں کھلی رہ گئیں جب اُس شوخ نے جلوہ کیا

جان سے بیزار تھا دردِ محبت کا مریض — مر گیا اُسکے لبِ جاں بخش پر اچھا کیا

لائقِ تحسین ہے یہ آپ کا طرزِ عمل — دوست کو دشمن بنایا غیر کو اپنا کیا

اُڑ گئے اُس قاتلِ مغرور کے ہوش و حواس — خون کا حشر میں اپنے جب دعویٰ کیا

کسطرح آئے یقیں سے غیر کے کہنے میں وہ — ایک دن بھی جب میرا اُسنے نہ کچھ کہنا کیا

ہاتھ پھیلانا ہے آگے غیر کے بالکل فضول — کیوں نہ مانگیں اُس سے ہم جسنے ہمیں پیدا کیا

اس دوا سے کچھ سنبھل جائے گا بیمارِ فراق — شربت دیدار تم نے دیدیا اچھا کیا

عقل حیراں ہے کہ پھر بھی وہ نظر آتا نہیں — ذرہ ذرہ میں جمالِ یار نے جلوہ کیا

شکر کر اللہ کا تو اپنے اے قربانؔ مدام
تجکو اُس نے دی زبانِ صاف اور گویا کیا

سننے والا کون ہے مظلوم کی فریاد کا — جائے کس کے پاس فریادی تری بیداد کا

ہائے کیا پایا میرے دل نے مزا بیداد کا — اور بھی شیدا ہوا ہے اُس ستم ایجاد کا

ہوگیا ہے دل ہمارا تختۂ مشقِ ستم — روز اُس پر ہاتھ اُٹھتا ہے ستم ایجاد کا

ہائے حسرت یوں ہی چلے دنیا سے محروم المراد — ایک بھی ارماں نہ نکلا خاطرِ ناشاد کا

سخت جاں تھا میری گردن پر نہ آیا خط کوئی — جب چلایا بھر گیا منہ خنجرِ فولاد کا

رحم کر اے چرخ اب صدمہ اُٹھا سکتا نہیں — روز کے جور و ستم کا روز کی اُفتاد کا

منفعل ہوں گے قدموزوں کو تیرے دیکھکر — سر جھکے گا تیرے آگے سرو کا شمشاد کا

یہ ہوا فضلِ خدا سے میرے نالوں کا اثر — رحم پر مائل ہوا ہے دل ستم ایجاد کا

قیس کا ہمنام ہے جاگیر دارِ دشت سے — یہ پتا ہے یہ نشاں ہے عاشقِ ناشاد کا

کیا تری تصویر کھینچینگے کہ تجھکو دیکھ کر — محو حیرت ہوگیا دل مانی و بہزاد کا

حالتِ دنیا بدل دی انقلابِ دہر نے
ہو گیا تبدیل نقشہ عالمِ ایجاد کا

کیا بتا سکتی ہے وہ بلبل چمن کی حالتیں
جس نے آنکھیں کھولکر دیکھا ہو گھر صیاد کا

دیکھ لے زنار اُس بت کی تو سبحہ توڑ دے
ترک کر دے شیخ پڑھنا ورد کا اوراد کا

تم نے اے قربان الحمد خوب ہی لکھی غزل
داد دینے کیلئے کھلتا ہر منہ حساد کا

جب مقابل آئینہ سے روئے دلبر ہو گیا
آئینہ ایسا ہوا حیراں کہ ششدر ہو گیا

روئے جاناں جب ذرا پردہ سے باہر ہو گیا
جلوہ گر پیشِ نظر خورشید خاور ہو گیا

یادِ دنداں میں گرا آنسو جو میری آنکھ سے
آتا آتا تا سرِ دامن وہ گوہر ہو گیا

میرے دلکو روزِ ہجرِ یار نے صدمہ دیئے
تختۂ مشقِ ستم یہ قلبِ مضطر ہو گیا

رُخ نہیں کرتا کسی بستی کی جانب دشت سر
تیرے سودائی کا صحرائے جنوں گھر ہو گیا

ہجر میں اُس ماہ پیکر کے جو رویا۔ رات کو
جو گرا، آنکھوں سے آنسو میری اختر ہو گیا

دیدیا، جاکر عدو کو خط ہمارا بے خطر
مُرغِ نامہ بر بھی صیدی کا کبوتر ہو گیا

جو گذارش ہم نے کی فرما دیا۔ یہ سب دروغ
کہدیا جو جھوٹ سچ غیروں نے باور ہو گیا

جب وہ گل آیا چمن میں میکشی کے واسطے
پھول لالہ کا مئے گلگوں کا ساغر ہو گیا

نارسائی دیکھئے قرباں میری تقدیر کی
کھو گیا، خط راہ میں عنقا کبوتر ہو گیا

جواں ہوتے ہی کیسا جان پر میری عذاب آیا
کہ اک بے رحم ظالم پر دلِ خانہ خراب آیا

حیا جاتی رہی یارب یہ کیسا انقلاب آیا
کہ بزمِ غیر میں وہ بے حجاب و بے نقاب آیا

عدو کے قتل کو وہ تیغ لیکر گھر سے نکلے تھے
مری شامت کہ میں پیشِ نگاہِ پُر عتاب آیا

شکایت کی حکایت کام اتنا کر گئی آخر
جھکائے سر ہمارے سامنے وہ بے نقاب آیا

وہ آتے ہی نہیں اوّل تو میرے گھر کبھی ہمدم
جو بھولے بسرے آئے بھی تو دشمن ہمرکاب آیا

ہوئیں پامال لاکھوں تربتیں گورِ غریباں میں
لگا ٹھوکریں کچھ اسطرح مستِ شباب آیا

حواس و ہوش کو محفل سے میں نے کر دیا رخصت
مغنی لیکے جبدم بربط و چنگ و رباب آیا

نظر آنے لگے ہو شیخ صاحب نوجواں اب تو
تمہاری ریشِ اقدس پر عجب رنگِ خضاب آیا

تیری سب مشکلیں آساں ہو جائینگی اے قرباں

جوانی آئی زلیسکر حضورِ بوتراب آیا

تجھ پہ ہوا نثار میں تجھ پر فدا ہوا
شکر خدا کے فرضِ محبت ادا ہوا

نکلا ہیں جسطرف بھی تجھے ڈھونڈتا ہوا
ہر ذرہ خاکِ راہ طلب فتنہ زا ہوا

رکھتا نہ تھا جو پاؤں زمیں پر غرور سے
دیکھو وہ خاک پہ سرِ لحد کی پڑا ہوا

اتنا تو میرے نالۂ دل سے گیا اثر
وہ پوچھتے ہیں آ کے تیرا حال کیا ہوا

کیا دیکھتا ہے نبض مری چھوڑ چارہ گر
نسخہ نہ لکھ کہ دردِ جگر لا دوا ہوا

پہونچا ہوں میں کہاں مجھے اتنی خبر نہیں
کرتا ہوا تلاش تمہیں ڈھونڈتا ہوا

کیا ایسے خود غرض کی محبت کا اعتبار
وہ آ کے ملگیا جو کوئی مدعا ہوا

رنجش نہ ہو تو کیفیتِ دوستی نہیں
اک لطف آ گیا جو وہ مجھ سے خفا ہوا

ہم نے لکھے جو نظم میں مضمون فراق کے
پیدا ردیف قافیہ میں فاصلہ ہوا

ہوتا ہے دلمیں صحبتِ بد کا برا اثر
رندوں میں بیٹھ کر نہ کوئی پارسا ہوا

بعدِ زوالِ حسن کا ہوتا نہیں عروج
پھرتا نہیں ہے جیسے کبھی دن ڈھلا ہوا

جسنے نہ پیے شرابِ محبت کے چار گھونٹ
نزدیک اہلِ دل کے وہ ہی پارسا ہوا

مجھپر نہ مہربان ہوا آسماں کبھی
حاصل نہ مدعی سے مرا مدعا ہوا

اس سنگدل کے دل کو نہ آیا نہ آئے رحم
قرباں کسکے سامنے نغمہ سرا ہوا

تضمین بر غزل خود

بندھا ہے دھیان اک نامہربانکا
تقابل ہے اک آشوب جہانکا
خدا حافظ جگر کا دل کا جانکا
تصور ہے مجھے ایک ظلمراں کا
زمیں منہ تک رہی ہے آسمانکا

جگا کر اک جہاں کو سو گیا ہے
جہاں میں تخمِ الفت بو گیا ہے
تمہاری جستجو میں کھو گیا ہے
تمہاری راہ میں گم ہو گیا ہے
نشاں کافی ہے اتنا بے نشاں کا

زمیں سے آسماں تک دیکھا بھالا
نہ نکلا کھوج گو سب نے نکالا

زمانے نے زمانہ چھان ڈالا　　نہیں ملتا جہاں سے جانے والا
خدا جانے مسافر تھا کہاں کا

نتیجہ خاکساری کا ہے بہتر　　عمل کوئی نہیں ہے اس سے بہتر
نظر قطرے میں آتا ہے سمندر　　لب دریا کھلا یہ راز ہم پر
زمین ایک آئینہ ہے آسماں کا

ہوں گر میں تو یہ جینے سے تر سے　　زمانہ مثل بارش اسپہ برسے
بچاتا ہوں اسے لوگوں کے شر سے　　اُٹھاتے ہو مجھے کیوں اپنے در سے
نگہباں ہوں تمہارے پاسباں کا

کیا ارمان نے شادی کے ناشاد　　بجائے نغمہ نکلی منہ سے فریاد
گئی برسوں کی محنت دم میں برباد　　ہوئی بلبل اسیر دام صیاد
نہ آیا راس رہنا آشیاں کا

ہوئی کیوں غیر کی آفت میں شامل　　یقیناً ہوگئی ہے عقل زائل
ذرا اتنا تو دل میں سوچ جاہل　　پرایا بوجھ سر رکھنے سے حاصل
الگ کرلے زمیں بوجھ آسماں کا

نہ سمجھے کوئی یارب اور نہ سمجھا　　تجھی پر منکشف ہے بھید تیرا
کہاں کی ہے مری مٹی خبر کیا　　لئے پھرتی ہے مجکو موت ہر جا
خمیر اپنا نہ جانے ہے کہاں کا

نہ گذرا چین سے اپنا کوئی دم　　مصیبت میں کٹا ہر ایک عالم
نہ اب خوش ہیں نہ جب تھے شاد و خرم　　قفس کا آشیاں میں تھا ہمیں غم
قفس میں رنج ہے اب آشیاں کا

گھٹائیں بنگئے احباب غم کی　　فلک نے سر پہ سل توڑی الم کی
کہوں روداد کس کس پر ستم کی　　خدائی مدعی ہے ایک دم کی
زمانہ ہے مخالف ایک جاں کا

خدا پورا کرے عزم سفر کو　　کہاں کے واسطے باندھا کمر کو
سنبھالے قلب کو تھامے جگر کو　　کدھر کو چلدیئے قرباں کدھر کو

کہاں کا قصد ہے حضرت کہاں کا

لے جلوۂ جانانہ دیدار دکھا جانا
سینہ سے لگا جانا حسرت یہ مٹا جانا

تم قبر پر آجانا اعجاز دکھا جانا
تربت کو ہلا جانا مردہ کو جلا جانا

ہرچند کہ دنیا کا سب اچھا برا جانا
وہ تھی مری نادانی جو تیرے سوا جانا

اے عشق مجازی کی پہونچے نہ حقیقت تک
جب دیکھ لیا بت کو تب راز خدا جانا

بالیں پہ ذرا آکر بیمار محبت کو
کچھ آس دلا جانا ڈھارس ہی بندھا جانا

گلشن میں صبا آکر قدرت کے اشارے سے
کلیوں کو کھلا جانا غنچوں کو ہنسا جانا

ہمت نہ ہوئی میری کیا قصۂ غم کہتا
راضی بھی تمہیں دیکھا تو بھی تو خفا جانا

خواہش ہو اگر اسکی دیکھے نہ کوئی تم کو
اس دل میں چلے آنا آنکھوں میں سما جانا

تلوار منگائی ہے دیتے ہیں سزا مجھکو
دشمن کی خطا کو بھی میری ہی خطا جانا

اس عالم ہستی میں کیا میں نے کیا آکر
جینے کا مزہ چکھا مرنے کا مزا جانا

اندھے ہوے الفت میں ظالم کی یہانتک ہم
کی اس نے جفا ہم پر اسکو بھی وفا جانا

تیار ہوا ظالم کیوں قتل پہ دشمن کے
جانباز کو کیا اپنے قاتل نے مرا جانا

قرباں ستم دیکھو اس شوخ جفا جو کے
روتوں کو ہنسا جانا ہنستوں کو جلا جانا

میرے دل پہ کچھ بھی نہ ہمنشیں اثر زوال و کمال تھا
کہ نہ مجھ میں کوئی کمال تھا نہ خیال خوف زوال تھا

نہ تجھے ہی کوئی ملال تھا نہ مجھے ہی کوئی ملال تھا
تجھے میرے دل کا خیال تھا مجھے تیرے دل کا خیال تھا

مجھے غم سے تو نے چھڑا دیا مجھے جلوہ اپنا دکھا دیا
ہوا اچھا مجکو بلا لیا مجھے خود ہی جینا وبال تھا

جو میں آج ہنستا ہوا اٹھا نہ کسی پہ اسکا سبب کھلا
میرے خواب میں تھا وہ آگیا میری آنکھ میں وہ جمال تھا

کردوں لاکھوں تمکو پیار میں نہ رہا یہ یاد خمار میں
کردوں جان اپنی نثار میں مجھے شوق روز وصال تھا

تجھے اسمیں کتنا کمال ہے وہ مٹا یا روز وصال سب
مرے دلمیں جتنا ملال تھا میرے دلمیں جتنا خیال تھا

ترے جام میں نہیں مے بچی اگرچہ تو نے مجھے دیئے
بھلا کیسے پیتا میں ساقیا کہ نظر میں اسکا مآل تھا

کہاں نام تیرا عدو لیا مرے لب پہ یار کا نام تھا
مجھے ذکر تیرا حرام تھا مجھے ذکر ان کا حلال تھا

ہوا کیا ہے قرباں خبر نہیں ہوا غم یہ کیوں ترے ہمنشیں
تجھے دیکھا ہم نے جو رات کو تو عجیب کچھ ترا حال تھا

میرے رشکِ قمر لے دل کی دُعا
میری حسرت مٹا مجھے جلوہ دکھا
تجھے میری قسم تو یہ کر نہ ستم
نہ تو غیروں میں رہ نہ تو غیروں کا بن
نہیں سنتا کوئی میرے دل کی لگی
یہیں کر لے گذر اسے روشن تو کر
میری راحت ہے تو میرے غم کو مٹا

میرے جان و جگر لے دل کی دُعا
میرے آکے تو گھر لے دل کی دُعا
کبھی رحم بھی کر لے دل کی دُعا
کبھی آجا ادھر لے دل کی دُعا
بڑی تجھپہ نظر لے دل کی دُعا
اسے کر لے تو گھر لے دل کی دُعا
میری لے بے خبر لے دل کی دُعا

توجو **قربان** چاہے کہ پھولے پھلے
کبھی دیری نہ کر لے دل کی دُعا

دل سے مرے نکلے اگر فرقت کی شب میں بد دعا
کرتا نہیں یوں بد دُعا، انجام ہوں میں جانتا
تھی بد دعا تو پھر دُعا اُن کیلئے کیوں بن گئی
دشمن خفا ہو جائیگا، مطلب ترا ہو جائے گا
کیا کیا لرز کر کانپ کر سب منع کرتے ہیں مجھے
انکو نہیں الفت تری کرتا ہے کیوں تو پھر کمی
نکلی زباں سے میری گر ہرگز نہیں رکتی یہ پھر
ہوتی رہی یہ رائیگاں، انکو نہ پہونچا کچھ زیاں

پھر کیوں نہ کر جائے اثر فرقت کی شب میں بد دعا
پہونچا لگی تم کو ضرر فرقت کی شب میں بد دعا
دشمن سی آتی ہے نظر فرقت کی شب میں بد دعا
ایدل کریگا تو اگر فرقت کی شب میں بد دُعا
سنتے ہیں جب نجم و قمر فرقت کی شب میں بد دعا
ہوکے تو کر ایدل نڈر فرقت کی شب میں بد دعا
جاتی ہے سیدھی اُنکے گھر فرقت کی شب میں بد دعا
کرتا رہا میں عمر بھر فرقت کی شب میں بد دعا

اے بے خبر ایسا نہ ہو، تکلیف پہونچے دوست کو
ہرگز نہ **قرباں** اب تو کر فرقت کی شب میں بد دُعا

ملجائے گا تجکو ترا مطلوب زلیخا
یوسف کے تو دامن کی طرف ہاتھ نہ لپکا
کر دیر نہ یوسف کی خریداری میں ہرگز
ملجائیگی تجکو بھی جوانی نئے سر سے
پھر ہوکے جواں پہلو میں یوسف کے ہے بیٹھی
اتنا ہی تو محبوب وہ یعقوب کو بھی ہے

کر صبر ذرا صورت ایوب زلیخا
رکھ یاد بہت ہوگی تو محبوب زلیخا
لے لے اسے سودا ہے بہت خوب زلیخا
بینا ہوئے جو دیدۂ یعقوب زلیخا
تعبیر ملی خواب کی کیا خوب زلیخا
یوسفؑ ہے تجھے جتنا کہ مطلوب زلیخا

جسطرح کیا تو نے ہے یوسف کو مقید
یوں قید کہیں ہوتے ہیں محبوب زلیخا

دامن کو پکڑتے ہوئے حق ہے نہ ڈری تو
تصویروں سے گو ہو گئی محجوب زلیخا

قربان دلکو بھی کریگا وہی روشن
جسنے کئے وا دیدۂ یعقوب زلیخا

ملنے کی کسی شوخ سے تدبیر کریں کیا
بگڑی ہوئی جب اپنی ہو تقدیر کریں کیا

ہے ناشنوائی کی سبب تجھے عادت بیجا
ہم شکوہ ترا اے فلک پیر کریں کیا

جو کچھ تھا بلا، وہ ہی لکھا یا ہم نے
کہتے ہیں مرے کاتب تقدیر کریں کیا

ہوتا نہیں جز میرے کوئی اور خریدار
اب لوگ بنا کر تری تصویر کریں کیا

عشاق کے مجمع میں ہوا آکے وہ حیران
اب سوچتے ہیں ڈھنگ کہ تقریر کریں کیا

پڑھتا نہیں جب لکھے لکے وہ خط کو ہی اپنے
نامہ بت عیار کو تحریر کریں کیا

رستہ میں ہی جب چھین لیا اُن کو جگر نے
پھر دلپہ اثر یار ترے تیر کریں کیا

ظالم کا ستم دیکھو کہ جب دل نہیں باقی
اب پوچھتا ہے خاطر دلگیر کریں کیا

معلوم نہیں چھپکے وہ بیٹھا ہے کہاں پر
قربان سے اب ملنے کی تدبیر کریں کیا

کوئی درد دل میں ہے مبتلا نہ خیال اُس کو ذرا رہا
میری جان تن سے نکل گئی وہ جُدا رہا وہ خفا رہا

یہ تو جیتے جی ہی کے جھگڑے تھے کہ جو جان تن سے نکل گئی
نہ کسی کا شکوہ ذرا رہا، نہ کسی کا کوئی گلا رہا

وہ جفائیں کرتے نہ مجھسے کیوں، وہ لگاتے سینہ پر کیوں مجھ
کروں کیا کہ مجھ سے تو عمر بھر یہ نصیب میرا خفا رہا

نہ غرض کرم نہ عطا سے ہے، انھیں کام صرف حیا سے ہے
جو نگاہیں نیچی کئے رہے، جو نقاب منھ سے اُٹھا رہا

یہ ہی خواب تھا میری زندگی، یہ ہی زندگی تھی مری خوشی
دم صبح تک میرے خواب میں، کوئی کیوں نہ جلوہ نما رہا

بھرے سوز عشق سے ہمنشیں، مرے دلمیں جذبۂ آتشیں

میں جلا گیا، میں جلا گیا، میں پُکارتا رہا میں پکارتا رہا
کیا ترک میں نے جو غیرِ حق، مجھے حق ملا، مجھے حق ملا
رہے بُت خفا تو رہا کرے، کہ خدا نہ مجھ سے خفا رہا
کوئی گلکدہ تھا میرا مکاں۔ نہ چمن میں تھا کہیں آشیاں
کبھی میں یہاں کبھی میں وہاں، یوں ہی مثلِ مرغِ ہوا رہا
نہیں قرباںؔ شکوہ زباں پر، یہ مقامِ شکر ہے کس قدر
مجھے سب نے چھوڑ دیا مگر، مرے ساتھ میرا خدا رہا

کب دل میں خیالِ رُخِ انور نہیں ہوتا
آنکھوں سے مرے دور یہ منظر نہیں ہوتا
نظروں سے زیادہ کوئی نشتر نہیں ہوتا
ابرو سے زیادہ کوئی خنجر نہیں ہوتا
وہ کونسا بُت ہے جو ستمگر نہیں ہوتا
اُن کو تو خدا کا بھی کبھی ڈر نہیں ہوتا
فتنہ کو دبا دیتے ہو ٹھوکر سے ہمیشہ
منظور اُٹھانا تمہیں محشر نہیں ہوتا
آتی ہے شبِ غم تو مرے پاس ہمیشہ
جانے کو مرے اور کوئی گھر نہیں ہوتا
رہ جاتی الٰہی تیری دُنیا میں کمی کیا
پہلو میں جو میرے دلِ مضطر نہیں ہوتا
ہم غم سے ہی بہلاتے ہیں دل جب کبھی ہمدم
سامانِ طرب ہم کو میسر نہیں ہوتا
کم ہے مرے عصیاں سے مرا بحرِ ندامت
غرقاب کبھی اس میں یہ دفتر نہیں ہوتا
کوچہ میں ترے خون ہُوا کرتے ہیں لاکھوں
دن کونسا ہوتا ہے کہ محشر نہیں ہوتا
غیروں کیلئے تیرا، کرم ہے بہت ارزاں
کیا وجہ تیرا لطف جو ہم پر نہیں ہوتا
محدود ہیں اِس دہر میں ہیں گردشیں جتنی
قسمت کا مگر ختم یہ چکر نہیں ہوتا
جب اس پہ الم ٹوٹتے رہتے ہیں ہمیشہ
کیوں دل کے عوض پہلو میں پتھر نہیں ہوتا
اُٹھ جاتے ہیں باطن کے حجاب آنکھ سے ساقی
مدہوش مگر میں کبھی پی کر نہیں ہوتا
حاصل نہیں ہوتا ہمیں واللہ کوئی کیف
جب بزم میں دورِ مے و ساغر نہیں ہوتا

رہتا ہے چھپا کر تو ہنر اپنا ہمیشہ
قرباںؔ عیاں یوں ترا جوہر نہیں ہوتا

پرتو ہے ذرہ ذرہ میں ذرہ نواز کا
جلوہ ہے چار سو یہ اُسی بے نیاز کا
یکساں ہیں دونوں خادم و مخدوم عشق میں
محمود بھی ہے بندہ کمتر ایاز کا

غافل نہ اُس کو چھیڑ جو ہے محوِ عشق ہیں
اک لطف لے رہا ہے وہ راز و نیاز کا

تقلید کرکے سیکڑوں محبوب ہوگئے
دُنیا میں فیض ہے ترے انداز و ناز کا

دل کی لگی سے نغموں کی آواز تھی بلند
سوزِ نفس کی ساتھ ہی پردہ تھا ساز کا

کھُلجائے رازِ مرگِ محبت جو خضر پر
خواہاں نہ وہ ہو پھر کبھی عمرِ دراز کا

اُسکی رسائی بامِ حقیقت پہ ہو چکی
زینہ بھی جس نے طے نہ کیا ہو مجاز کا

سب خوش ہیں رنگسار سے وہ بُت ہوں یا خدا
سب پر اثر ہے شیوۂ عجز و نیاز کا

قربان اب ملیئے مجھے معراجِ عاشقی
ہاتھ آگیا ہے سلسلہ زلفِ دراز کا

دیکھے وہ مجھے جس نے خدا کو نہیں دیکھا
جلوہ تو ہوں گو جلوہ نما کو نہیں دیکھا

یوں حُسن سے مانوس حیا کو نہیں دیکھا
یوں چھپتے کسی مستِ ادا کو نہیں دیکھا

جبتک کہ نہ عاشق کی ہو حسرت کوئی شامل
پامال کبھی رنگِ حنا کو نہیں دیکھا

ہاں فہم سے اور عقل سے پہچانا ہے اُس کو
آنکھوں سے اگرچہ ہے خدا کو نہیں دیکھا

یہ ہیں صفتِ شمع و ضیا لازم و ملزوم
شوخی سے کبھی دُور حیا کو نہیں دیکھا

کرتا ہے قیامت کا سہ اذکر جو زاہد۔
شاید بُتِ کافر کی ادا کو نہیں دیکھا

ہر وقت زباں پر ہے بیاں حورِ جناں کا
کیا شیخ نے اُس ماہ لقا کو نہیں دیکھا

اِس خوف سے اسمیں نہ کوئی خاک نشیں ہو
اُس نے کبھی نقشِ کفِ پا کو نہیں دیکھا

ہاں کھول دے زلفیں کہ بہت رونے ساقی
میخانہ پہ گھنگور گھٹا کو نہیں دیکھا

دلچسپ و دل آویز ترا تیرِ نظر ہے
اس درجہ حسیں ہم نے قضا کو نہیں دیکھا

سنتے تو ہیں ایسا مگر آغوشِ اثر میں
ہم نے تو کبھی اپنی دُعا کو نہیں دیکھا

جب آئی اِدھر خاک اُڑاتی ہوئی آئی
لائے ترا پیغام صبا کو نہیں دیکھا

طوفان اُٹھاتا ہی رہا عالمِ ہستی۔
خاموش کبھی سیلِ فنا کو نہیں دیکھا

پرواز پہ لے مُرغ بہ چمن ہے تجھے نازش
تو نے ابھی دُنیا کی ہوا کو نہیں دیکھا

قربان ہے کس حال میں معلوم نہیں کچھ
مدت ہوئی اس مردِ خدا کو نہیں دیکھا

تڑپنا دیکھ جائے میرے پہلو میں مرے دل کا
تماشا دیکھنا ہو جس کسی کو رقصِ بسمل کا۔

ہوا جب ساتھ میرا اور مرے مدمقابل کا
تمہیں خود امتحاں ہو جائیگا حق اور باطل کا

بہاروں میں نہ کیوں بڑھجائے گرمی آتش گل کی
کہ صحن باغ میں چھڑکا گیا ہے خون عنادل کا

سُنا ہے آج پھر برہم ہے تیغ ابروئے قاتل
محافظ اب خدا ہے میرے ناکردہ گنہ دل کا

خدا کو پوچھتے ہیں یہ فرشتہ بت کے بندے سے
ہُوا ہے سامنا تربت میں مجکو کیسی مشکل کا

وہ ہے لیلےٰ کا شیدائی نظر میں اُسکی لیلےٰ ہے
نگاہ قیس پر پردہ پڑا رہتا ہے محمل کا

بہت کی سیر گلشن خوب کی تفریح دُنیا میں
کسی دن دیکھ لو نقشہ ہمارے دل کی محفل کا

بنالیں شوق کو گر رہنما دم بھر میں جا پہونچیں
تعجب اُنپہ ہے جو راستہ بھولے ہیں منزل کا

خضر دیتا ہے کیوں آب زلال زندگی مجکو
کہ میں تشنہ ہوں مرنے کیلئے زہر ہلاہل کا

ضیا ریزی نہیں اچھی یہ حسن یار کی ہر سُو
ڈھکا رہنا ہے اچھا پردہ فانوس محفل کا

بھٹکتا پھرتا ہے وہ بھی ہمیشہ سارے عالم میں
خضر کو بھی نہیں معلوم رستہ تیری منزل کا

جسے تو ڈھونڈتا ہے وہ ترے ہی دلمیں پنہاں ہے
عبث ہے پوچھنا شیخ پھر تحصیل حاصل کا

محبت کے اسیروں کی بھی توقیر ہوتی ہے
سُنا ہے ہم نے قصہ چاہ کنعاں چاہ بابل کا

اگر قرباںؔ بزم دوست میں ہو آپ کا جانا
پیام شوق پہونچانا مرے حسرت بھرے دل کا

اعتبار التفات دوست کیا جاتا رہا
زیست کا بیمار غم کی آسرا جاتا رہا

ایکدن بھی قابل تسکیں نہ لایا وہ جواب
روز ہی گو نامہ بر آتا رہا جاتا رہا

جب جواں تھے ہم اسیر دلبر رہا کرتی تھی چھیڑ
اب جوانی کی طرح وہ حوصلا جاتا رہا

میرے گھر تک آتے آتے لیگیا دشمن اُسے
آہ دل کے ساتھ ہی وہ دلربا جاتا رہا

اب تجھے شاید میسر ہی نہیں خون وفا
رنگ پہلا سا ترا، رنگ حنا جاتا رہا

ساغر چشم مروت نے پلادی جب سے مے
رنج کھانے خون پینے کا مزا جاتا رہا

آمدورفت اُنکی محفل میں ہوئی ہے آج بند
مدتوں لیکر میں اپنی التجا جاتا رہا

اب بجائے شادمانی غم کی ہے دل میں جگہ
آگیا نا آشنا اور آشنا جاتا رہا

کیں تمہارے حسن نے کیسی یہ افسوں سازیاں
دیکھ لی صورت تمہاری سب گلا جاتا رہا

پی چکے مے تو یہ رندوں نے تمسخر سے کہا
شیخ صاحب اب کہاں وہ اتقا جاتا رہا

زندگی کے غم سے چھوٹے موت کے آغوش میں
مل گئی اچھی بقا خوف فنا جاتا رہا

اب تو اُن کا ہو گیا اب مجھ کو تجھ کو کیا غرض
میرا تیرا آج اے دل واسطہ جاتا رہا

دل گیا قرباں جانے دے نہ کر اتنا ملال
صبر کر مردِ خدا جاتا رہا جاتا رہا

بھولا ہوا سا ایک سبق ہے کتاب کا
ہمدم میں کیا سناؤں فسانہ شباب کا

جھگڑے پڑے ہیں جتنے ابھی سب یہ ختم ہوں
اُٹھ جائے درمیاں سے جو پردہ حجاب کا

رحمت کے آسرے پہ گنہ کر رہے ہیں ہم
مطلق نہیں خیال عذاب و ثواب کا

پیری میں آ کے خواب پریشاں وہ بن گیا
گذرا پلک جھپکتے ہی عالم شباب کا

وہ جانتا ہے عشق و محبت کے کچھ مزے
جسنے سبق پڑھا ہے محبت کے باب کا

تم تو سوالِ وصل پہ خاموش ہو گئے
میں منتظر ہوں چشم کرم سے جواب کا

دل جب بھی ٹوٹ جائے کہ ہے ہمنشیں کسے
شیشہ کا اعتبار، بھروسہ حباب کا

جھیلی ہے اپنے دل پہ نگاہِ ستم کی چوٹ
برسوں بنا رہا ہوں نشانہ عتاب کا

قرباں نماز پڑھتا ہوں پی کر شراب ناب
کرتا ہوں احترام عذاب و ثواب کا

کچھ تو فرمائیے تھا طور پہ جلوہ کیسا
یہ تحیّر ہے اب حضرتِ موسیٰ کیسا

ہے تغافل اُنھیں بیمار سے کیسا کیسا
دیکھنے تک نہ کبھی آئے مداوا کیسا

یہی بہتر ہے کہ سجدہ میں رہے فرق نیاز
بندگی جو نہ کرے بندہ خدا کا کیسا

لاکھ کہتا ہوں مگر وہ نہیں کرتا جنبش
دیدیا تمنے عدو کو یہ سہارا کیسا

وصل کو میں نے کہا اُسنے تو ہنسکر بولے
ایک ہی بات کا یہ روز تقاضہ کیسا

ہے میرے پاس جو کچھ دھن ہے سب تیرے لئے
دل بھی لے لو کہ یہ ہے یار کلیجا کیسا

آفریں حسن بریں ہمتِ مردانہ تو
مقتلِ عشق میں ہے معرکہ آرا کیسا

آنکھ تک سے نہ کبھی پہلے جسے دیکھا تھا
اُس پہ تو ٹوٹ پڑا اے دلِ شیدا کیسا

اب دوا اور دعا سے مجھے مطلب ہی نہیں
آپ نے دلمیں کیا درد یہ پیدا کیسا

اسکی ہر موج میں ہیں نوح کے لاکھوں طوفاں
ایک قلزم ہے میری آنکھ میں دریا کیسا

دل میں رہ کر کوئی چھپتا ہے کہیں آنکھوں سے
اپنے عاشق سے میری جان یہ پردہ کیسا

کر سکا دور نہ جب پردۂ محمل کو غریب
چاک مجنوں نے کیا دامنِ صحرا کیسا

حور پر آنکھ نہ ڈالی کبھی دنیا کیسی؟ | ظرف رکھتا ہے ترا چاہنے والا کیسا
ہمنے کیا اس سے کیا ہے کبھی کوئی وعدہ | یا کرتی رہتی ہے اجل ہم سے تقاضہ کیسا

چاہے جب خلوتِ قرباں میں چلی آئے موت
خود ہی تیار ہے وہ اس سے تقاضہ کیسا

کبھی درد تم کو ہوا ہے کسی کا | کبھی نالہ تم نے سنا ہے کسی کا
گھٹا کو سمجھتا ہوں زلفیں کسی کی | مجھے جب سے سودا ہوا ہے کسی کا
کوئی رام کہتا کوئی رب ہے اس کو | کسی کا وہ بت ہے خدا ہے کسی کا
میں سنتا ہوں اکثر وہ کہتے ہیں اکثر | سمجھتا ہوں جو مدعا ہے کسی کا
نہ لو بد دعائیں جہاں میں کسی کی | ستانا بہت ہی برا ہے کسی کا
ترے کان تک گر نہ پہونچے عجب کیا | کہ نالہ ابھی نارسا ہے کسی کا
بنا طور، ایمن کبھی اپنے دل کو | جو جلوہ تجھے دیکھنا ہے کسی کا
ہے ترچھی نظر ان کی اے دل سنبھلنا | مچلنے کو تیر ادا ہے کسی کا
کسی کا کبھی کام تم نے کیا ہے | کبھی کام تم سے ہوا ہے کسی کا
دم نزع اور سلسلہ ہچکیوں کا | تقاضا بہت ہو رہا ہے کسی کا
حسیں جسکو پایا اسی پر ہے آیا | مگر دل بہت منچلا ہے کسی کا
مجھے تجھ سے بوئے وفا آ رہی ہے | لہو کیا یہ دزدِ حنا ہے کسی کا

وفا کی عبث ان سے حسرت ہے قرباں
وہ بت آج تک بھی ہوا ہے کسی کا

مجھے بھی کشتۂ نور و ظہور کر جانا | دکھا کے جلوہ میرے دل کو طور کر جانا
قسم ہے تجکو تو اتنا ضرور کر جانا | وصال کا میرا ارمان دور کر جانا
نصیب تجکو ہو صورت کے ساتھ سیرت بھی | خدا کے واسطے ترکِ غرور کر جانا
بہار آئی ہے چل سوئے میکدہ ساقی | عصائے شیخ سے توبہ کو چور کر جانا
تو جا رہا ہے تو جا رکتا نہیں ہیں تجھے | مگر علاج دلِ ناصبور کر جانا
سرور ہے تری آنکھوں میں موجزن ساقی | میری نظر کو بھی غرقِ سرور کر جانا
جگانا مجھکو جو مدِ نظر ہے مستوں کا | تو راہِ گور میں شورِ نشور کر جانا

ہے جلوہ گاہ محبت کی سیر اگر منظور
دوئی کو دل سے یہیں بیٹھے دور کر جانا
ہے بحر عشق سے قرباں خوف کیوں تجکو
خدا کا نام لے جب عبور کر جانا

کیوں اور کسی شوخ پہ مائل نہیں ہوتا
پورا تیرا ارمان اگر دل نہیں ہوتا
ہرگز وہ کسی غیر پہ مائل نہیں ہوتا
زنہار کسی اور سے سائل نہیں ہوتا
تکلیف میں اور دل کی جو شامل نہیں ہوتا
پتھر اُسے ہم کہتے ہیں وہ دل نہیں ہوتا
ملتی ہے شہادت اُسے جو سر کو کٹائے
بے جان دیئے کوئی بھی فائق نہیں ہوتا
دربان نے پایا ہے ستاروں کا مقدر
کمبخت کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتا
کیونکر کوئی سلجھائے گا اِس عشق کی گتھی
حل عقل سے یہ عقدۂ مشکل نہیں ہوتا
بے جرم ہوئے قتل ترے کوچہ میں لاکھوں
مغموم ترا دل کبھی قاتل نہیں ہوتا
جب چاہتے ہیں جان فدا کرتے ہیں جانباز
یہ کام کچھ اُن کیلئے مشکل نہیں ہوتا
کشتی محبت کو کنارہ نہیں ملتا
عاشق کبھی آسودہ ساحل نہیں ہوتا
رفتار جو رکھتا ہے سدا معتدل اپنی
پھر وہ کبھی واماندۂ منزل نہیں ہوتا
گل لیکے اُڑو چونچ میں صیاد جب آئے
یہ کام مگر تم سے عنادل نہیں ہوتا
غیروں کی چھپائے نہ برائی کو جو قرباں
وہ دل کبھی ہم پایۂ محمل نہیں ہوتا

پلا کے جام محبت غلام کرنا تھا
نگاہِ یار تجھے اپنا کام کرنا تھا
نہیں تو چین سے تمکو قیام کرنا تھا
یہ صبح و شام کا جھگڑا تمام کرنا تھا
غرور حسن کا آئے نہ دل میں یوسف کے
اسی لئے اسے کچھ دن غلام کرنا تھا
بھٹکتے پھرتے ہو کوچہ میں کیوں رقیبوں کے
کسی کے دل میں تمہیں تو قیام کرنا تھا
بچے تو بنت عنب سے ہے بخل سے زاہد
جو شے لذیذ تھی اُس کو حرام کرنا تھا
نہ رکھتے کوچۂ الفت میں ہم قدم اپنا
جنابِ قیس کو لیکن سلام کرنا تھا
عدم کو جانا ہے اور ہاتھ تیرے خالی ہیں
تجھے تو پہلے ہی کچھ اہتمام کرنا تھا
یہ ہم سے چوک ہوئی بنگئے جو سودائی
کلیم بنکے کسی سے کلام کرنا تھا
یہ خاص لوگوں پہ کیا لطفِ خاص اے ساقی
تجھے تو میکدہ میں اذن عام کرنا تھا

کبھی تو ملتا ہمیں بوسہ لب ساقی | ہماری خاک سے تیار جام کرنا تھا
اگر بتوں سے وہاں تھی نجات لے قربان
تو اور کعبہ میں چندے قیام کرنا تھا

روز موسیٰ کی طرح جلوہ دکھایا جاتا | روز دنیا میں نیا طور بنایا جاتا
اپنے عاشق کو کبھی ہوش میں لایا جاتا | لخلخۂ زلف معنبر کا سنگھایا جاتا
تم نے دلداریاں غیروں کی بہت کچھ کی ہیں | میرے دل کا بھی کبھی درد مٹایا جاتا
کس بلا کی ہے دلاویزیٔ حسن کافر | آ کے اس بزم میں ہم سے نہیں جایا جاتا
سیدھی سمجھوں میں تری بات کہ الٹی سمجھوں | کچھ تری بات کا مطلب نہیں پایا جاتا
تیری رحمت کا تقاضہ تھا کہ صبح محشر | میرے اعمال کا دفتر نہ سنایا جاتا
مہ رخوں کے لب شیریں کے میں بوسے لیتا | میری مٹی سے اگر جام بنایا جاتا
مہ جبینوں کے اسے ظلم ہیں سننے منظور | ورنہ کیوں حشر میں لوگوں کو بلایا جاتا
زخم دل پر جو کبھی میرے لگاتے پھایا | پھر نہ الزام جفا تم پہ لگایا جاتا
سر میں سودا ہے تو قربان اسے کیجے دور
بار غم اتو نہیں ہم سے اٹھایا جاتا

خفا ہونے لگا مولا بتوں کا نام جب آیا | خفا ہونے لگے یہ بت جو لب پر نام رب آیا
جو لکھا تھا نصیبے میں وہ میرے پیش سب آیا | وہ مجھ تک آ سکے پہونچا یا وہ مجھ تک بیطلب آیا
جوانی جا چکی اور بھر چکے دفتر گناہوں کے | ہمیں اب ہوش بھی آیا تو صد افسوس کب آیا
گذاری عمر ساری نامہ بر کی راہ تکنے میں | جواب نامہ لیکر وہ نہ اب آیا نہ جب آیا
خدا جانے بتوں کو کیوں ہے کاوش نام سے انکے | زباں پر ذکر جو آیا ستم ٹوٹا غضب آیا
مجھے ڈر ہے کہ زاہد بھی نہ تجھپہ ہو کہیں مفتوں | بلا کا اب ہے جوبن تجھپہ اے بنت عنب آیا
نصیبے میں کسی کے سوز اور اندوہ لکھا تھا | مقدر میں کسی کے حصۂ عیش و طرب آیا
مجھے تنہائی فرقت کی ڈرائیگی ستائیگی | غضب آیا بلا آئی کہ یارب وقت شب آیا
برابر سکو لے قربان اس نے کردیا آخر
کسی کے کام کب اس عشق میں نام و نسب آیا

دل دیکے محبت میں پشیماں نہیں دیکھا | قربان کوئی آپ سا انساں نہیں دیکھا

تم سا بھی ستمگر کوئی انساں نہیں دیکھا
عاشق کا کبھی حال پریشاں نہیں دیکھا

مجنوں کی طرح دشت و بیاباں میں پھرے ہیں
وہ کونسا ایسا ہے جو میداں نہیں دیکھا

میرے دلِ پُر داغ کو وہ دیکھ کر بولے
ایسا کوئی شاداب گلستاں نہیں دیکھا

قیمت ہے اگر آپ کی سرمایۂ کونین
اتنا تو کبھی حسن کو ارزاں نہیں دیکھا

اللہ رے بیمارِ محبت کا تحمل
اس کو کبھی منت کشِ درماں نہیں دیکھا

لو دیکھ لو کرتا ہے تصور مرا پرواز
تم نے جو کبھی تختِ سلیماں نہیں دیکھا

دیتا ہے نمک سیکڑوں زخموں کو تبسم
خالی کبھی ہوتے یہ نمکداں نہیں دیکھا

ہے نجد کے صحرا کی جو منظور تمہیں سیر
کیا تم نے مرے دل کا بیاباں نہیں دیکھا

کیا پوچھتے پھرتے ہو سحر ہوتی ہے کیونکر
عاشق کا کبھی چاک گریباں نہیں دیکھا

کیسے یہ بھلا کہہ دیں کہ وعدہ کرو سچے
پورا کبھی ہوتے کوئی پیماں نہیں دیکھا

ہر داغ میں ہے شمع محبت کی تجلی
کیا تم نے مرے دل کا چراغاں نہیں دیکھا

شاعر اسے کہنے میں جو کرتے ہو تامل
قرباں کو کیا تم نے غزلخواں نہیں دیکھا

دوائے دردِ دلِ ناصبور کر لینا
کسی طرح ہمیں نالہ ضرور کر لینا

ہمارے بعد تم ایسا ضرور کر لینا
ابھی پڑی ہے جوانی غرور کر لینا

ہمارے دل میں بھی اک دن ظہور کر لینا
جو ہو سکے اسے اپنا ہی طور کر لینا

بتوں کا تذکرہ کر اس جہان میں اے شیخ
ملے بہشت تو پھر ذکرِ حور کر لینا

تری کسی نہ کسی طرح گالیاں سننا
غرض ہمیں کوئی پیدا قصور کر لینا

جو دیکھنا ہو تمہیں حال اپنے کشتوں کا
تو کچھ مہارتِ کشف القبور کر لینا

انھیں تو روز ہی فتنہ نیا اٹھا دینا
انھیں تو روز ہی روزِ نشور کر لینا

وہ کہتے ہیں کہ میری بزم میں اگر آنا
تو دور عشق کا سر سے فتور کر لینا

سنا ہے ہم نے بتوں کی ہے جلوہ گاہ وہاں
قیام کعبہ میں قرباں ضرور کر لینا

آ کر زباں پہ شکوۂ بیداد رہ گیا
ہو کر خموش پھر لبِ فریاد رہ گیا

جنت بنائی لطف نہ جنت کے لے سکا
ناکام آرزوئے دلِ شداد رہ گیا

بعدِ بہار مجکو نہ تو نے کیا اسیر
ارمان دلمیں ایک یہ صیاد رہگیا

عاشق نے جان دیدی ترے ظلم و جور سے
باقی ترا ستم، ستم ایجاد رہگیا

کام اُن کے نام اُن کے زمانہ کو یاد ہیں
باقی رہا نہ قیس نہ فرہاد رہگیا

سکتہ کے بعد اور یہ سکتہ نیا ہوا
وا مُنہ رگِ فعّال کا فصّاد رہگیا

طلعت تمہاری اُسپہ ہوئی اسطرح عیاں
حیران تم کو دیکھ کے بہزاد رہگیا

آیا عدم سے اور عدم کو چلا گیا
افسانہ اتنا اپنا مجھے یاد رہگیا

چرچے جہاں میں اُنکے کرم کے ہیں جابجا
محروم تو ہی کیوں دلِ ناشاد رہگیا

لوگوں نے سب وہ عشق کے قصّے بُھلا دیئے
قربانؔ تھا کوئی یہ فقط یاد رہگیا

دوہری ہونے لگی دہار یہ کیا
کیوں رُکی آپ کی تلوار یہ کیا

کس سے اُلجھی ہے طبیعت ایسی
روز رہتی ہے جو تکرار یہ کیا

اُن سے رُودادِ الم کہنی تھی۔
نہیں کھُلتے لبِ گفتار یہ کیا

تم مسیحائے جہاں کہلاؤ۔
اور اَچھے نہ ہوں بیمار یہ کیا

چاند چھپتا نہیں گردوں پہ کبھی
تم دِکھاتے نہیں دیدار یہ کیا

دیکھ عارض میرے گل کے اے گل
پھیکے پھیکے ترے رخسار یہ کیا

کیا کسی بت نے ہیں ڈالے ڈورے
گردنِ شیخ میں زنّار یہ کیا

آپ تو یوسفِ ثانی ہیں مگر
سرد ہے حسن کا بازار یہ کیا

جور کا لطف ہے گاہے گاہے
روز دیتے ہو جو آزار یہ کیا

ہے ابھی دور بہت منزلِ عشق
سُست قربانؔ ہے رفتار یہ کیا

بلا کیا چند تنکوں کو جو تو نے آسماں پھونکا
گرا کر بجلیاں کمبخت میرا آشیاں پھونکا

نہ دن کو چین لیتا ہے نہ شب کو چین دیتا ہے
تری سرگرمیوں نے اے دلِ آتش نشاں پھونکا

نہ جانے کس غضب کی آگ تھی اسمیں بھری تو نے
تری سوزِ محبت نے میرا ہر استخواں پھونکا

غضب کا ہے اثر تجھ میں سُنا کر داستاں تو نے
دلِ اہلِ بزم کا یکبارگی اے قصّہ خواں پھونکا

بظاہر گو رہا اچھا مگر گھلتا گیا پیہم۔
مجھے اندر ہی اندر تو نے اے داغِ نہاں پھونکا

خدا جانے اگر یہ ٹوٹتا تو کس کے سر جاتا
نہیں اسواسطے آہوں نے میری آسمان پھونکا

سمجھکر یادگارِ سوختہ جاں اُسکو رکھ چھوڑا
نشیمن کیوں نہ مجکو پھونک کر لے باغباں پھونکا

غضب توڑا ستم توڑا کہاں جائیں کہیں کس سے
کہ پتہ پتہ تو نے باغ کا بادِ خزاں پھونکا

مجھے ہر وقت رونے کی مجھے ہر وقت ٹوکے ہے
کچھ اُن سے بھی زیادہ تو نے ظالم باغباں پھونکا

پیامِ صحبتِ اغیار کا قصہ نہ کہنا تھا
مجھے ظالم سنا کر اُن کی تو نے داستاں پھونکا

عبث قرباں کہتا ہے کہ پھونکا عشق نے تجکو
یہاں پھونکا وہاں پھونکا کدھر پھونکا کہاں پھونکا

آنسو نہ گر نکلتے کیوں شرمسار ہوتا
بدنام کیوں جہاں میں میں بے قرار ہوتا

قدموں میں کاش تیرے میرا مزار ہوتا
میں تیری رہگذر میں مشتِ غبار ہوتا

بندہ یہ رازِ قدرت گر آشکار ہوتا
جلووں میں بت کے حسنِ پروردگار ہوتا

کوچہ کا قصد تیرے ظالم اگر نہ کرتا
عاشق قضا سے تیرا پھر کیوں دوچار ہوتا

گر اسمیں رہ کے اپنی تم خوشیاں دکھاتے
محشر کا ایک ٹکڑا دل بھی شمار ہوتا

میں خاک ہو کے رہتا گر صحنِ میکدہ میں
مستی طلب ہمیشہ ساقی غبار ہوتا

تربت پہ تم جو روتے آنسو سے خاک دبتی
برباد پھر نہ میرا ہر سو غبار ہوتا

بے اختیاریوں سے مجبور ہو گیا ہوں
گر کام ضبط دیتا کیوں اشکبار ہوتا

دشتِ جنوں اگر میں واماندہ ہو نہ جاتا
مہمان آبلوں کا ہر ایک خار ہوتا

قرباں نزع میں وہ صورت اگر دکھاتی
کیوں روح کو ہماری یہ انتشار ہوتا

سچا تھا کس کو عشق چلو جان تو گیا
کشتوں میں اپنے وہ مجھے پہچان تو گیا

وعدہ کیا ہے آنیکا گھر سے رقیب کے
شکرِ خدا وہ بات میری مان تو گیا

اب کہہ رہا ہے اک میرا جانباز مر گیا
وہ لیکے میری جان مجھے جان تو گیا

لو سن کے میرا حال وہ ناراض ہو گئے
اُلٹی بُرائی آئی ہے احسان تو گیا

انسان دیکھ تیرے بھی اعمال ہیں خراب
تو بھی نہ جائے ہاتھ سے شیطان تو گیا

حسرت کے بعد دنیہ بھی اُسکی نگاہ ہے
نوبت ہے میزباں کی مہمان تو گیا

دستِ جنوں کے ہاتھ بہت کچھ دراز ہیں
دامن کی خیر ہو کہ گریبان تو گیا

اُن کی ہنسی کے بعد ہیں مژگاں کے تیر تیز
نشتر کی باری آئی نمکدان تو گیا

دھوکے ہیں میرے غیر کو ٹوکا سزا ملی
شکر خدا کہ آج سے دربان تو گیا

ہیں سر کٹا کے اپنا سبکدوش ہو گیا
گردن سے میری آپکا احسان تو گیا

کہتے ہیں وہ عدو سے کہ محفل میں کھل کے بیٹھ
اور یہ سمجھ لے آج سے قربان تو گیا

کہتے ہیں دہیان میں اک خانماں برباد آیا
بعد مرنے کے کبھی اُنکو اگر یاد آیا

یاد فوراً ہی مجھے قصۂ فرہاد آیا
ہاتھ میں لیکے جو وہ شیشۂ فولاد آیا

دائرِ ہستی میں وہ محکوم کسی کا نہ ہوا
لیکے جو روزِ ازل سے دلِ آزاد آیا

ظلم وہ کرتے رہے دیتے رہے طعن ہمیں
اور نہ جنبش میں ہمارا لبِ فریاد آیا

ہیں تو پتھر کے مگر ہوتی ہے پوجا اُنکی
ان حسینوں پہ عجب حسن خداداد آیا

ہوا کمبخت خفا اُنپہ جو پہلے تھے اسیر
ہو کے محرومِ گلستاں کے جو صیاد آیا

تو نے ظالم کی بھی مظلوم بنائی تصویر
حسن تصویر کشی تجکو نہ بہزاد آیا

بنگئے دل میں مرے آکے وہ دل کی صورت
اور پہلو میں نیا اک ستم ایجاد آیا

فاتحہ میں نے پڑھی روح پہ اُلٹی برسوں
قیس آیا نہ مرے کام نہ فرہاد آیا

بدگمانی اُسے شاید مری تربت سے بھی ہے
ساتھ اغیار کے اب بھی ستم ایجاد آیا

سُن کے قصہ مرا کس شان سے فرماتے ہیں
لیکے قربان تو کیا آج یہ رُوداد آیا

سمجھے نہ اسکو ہم یہ ہمارا قصور تھا
ورنہ ہر اک جگہ پہ تمہارا ظہور تھا

وہ بھی نہ پا سکے جنھیں حاصل عبور تھا
جتنا کہ تھا قریب وہ اتنا ہی دور تھا

جبتک کہ چشم یار تصور رہا ترا
لذت تھی دل میں اور ہمارے سرور تھا

شرما گئے بہشت میں حوروں کو دیکھ کر
کتنا بتوں کو حسن پہ اپنے غرور تھا

تو نے لگائی ٹھوکریں جس روز قبر پر
عاشق کے واسطے وہی یوم النشور تھا

کی تیرے آستانے کی کنشن آڑائیاں
سودا تھا میرے دل میں کوئی فتور تھا

دشمن بھی ہیں شریکِ ملالِ مریضِ غم
آنا تمہیں بھی بہرِ عیادت ضرور تھا

موسیٰ کرو یہ شکر کہ تم صاف بچ گئے
صدقہ مگر تمہارے سے کوہِ طور تھا

تربت پر آکے میری مصیبت سمجھ نہ لی | کیوں آپکو تو دعوئے کشف القبور تھا
تنہا وہ آج کیوں میری محفل میں آئے تھے
قرباںؔ بھید کچھ نہ کچھ اس میں ضرور تھا

شبِ فرقت سنا کرتے ہیں چھپ چھپ کر بیاں میرا | پسند آیا ہے شاید انکو انداز فغاں میرا
وہ سمجھا یادگار اسکو ہے مخلص باغباں میرا | بچا کر اس نے جو رکھا خزاں میں آشیاں میرا
نشیمن کا ہر اک تنکا مجھے خود برق ساماں ہے | یہ گر گر بجلیاں کیوں پھونکتی ہیں آشیاں میرا
مرے تم دلمیں چھپ جاؤ عیاں ہو جائیگا سب کچھ | تمہیں ہے دیکھنا منظور اگر دردِ نہاں میرا
اچھوتے نشتروں سے آبلہ پائی کی خاطر کی | بنا ہر خارِ صحرا آج گویا میزباں میرا
نہ وہ نغمے نہ وہ گلبازیاں صحنِ گلستاں میں | مجھے اب یاد کر کے رو رہا ہے باغباں میرا
سناؤں داستانِ غم کسے بزمِ قیامت میں | نہ کوئی ہمزباں میرا نہ ہے ہم داستاں میرا
نہ چلتا دستِ گلچیں کا نشیمن پر مرے قابو | چمن میں مجھ سے غافل گر نہ ہوتا باغباں میرا
بدلتا ہے یہ رنگ اپنا وہ جب تیور بدلتے ہیں | بنا ہے مدعی افسوس کیوں یہ آسماں میرا
وفا کا نقش بھی قرباںؔ کہیں باقی نہ رہجائے
وہ یوں دنیا دانستہ مٹاتے ہیں نشاں میرا

تمام ایک اشارے میں سب کا کام کیا | نظر نے تیری زمانے میں قتلِ عام کیا
تری نگاہوں نے ظالم قضا کا کام کیا | بُری طرح سے مرا ہائے اختتام کیا
یہ خوب حسن کی قوت نے اہتمام کیا | اسیرِ زلف بنا کر ہمیں غلام کیا
غضب کا تو نے یہ صیاد آج کام کیا | بھری بہار میں مجکو اسیرِ دام کیا
ہوا ہے بیٹھ کے اٹھنا بھی ہم کو اب دشوار | وہیں کے ہو گئے ہمتو جہاں قیام کیا
شراب پیتے جو دیکھا جناب شیخ کو آج | تو جھک کے میکدہ میں ہمنے بھی سلام کیا
خدا کا شکر کہ ساقی نے کی نہ خست کچھ | جو کوئی آیا نظر ایک اس کو جام کیا
کیا یہ قیس نے احسان خوب اے قرباںؔ
کہ بعد مرنیکے صحرا ہمارے نام کیا

نمایاں آپکو آکر کسی صورت میں ہونا تھا | اُجالا کچھ نہ کچھ میری شبِ فرقت میں ہونا تھا
نمونہ اُسکا کچھ میخانے میں تھا دیر میں کچھ تھا | میسر ساز و ساماں جو ہمیں جنت میں ہونا تھا

کسیکے حسن کا جلوہ کسی کے خُلق کا پَرتو
اثر کچھ بھی مسیحا تیرے درماں میں نہیں دیکھا
یہاں بھی کنجِ تنہائی ہے اور تاریک راتیں ہیں
نہ کچھ پیری چلی میری نہ کچھ پیری چلی تیری
تمہارا ہجر بھی لکھا ہوا تھا میری قسمت میں
مسلّم ہے کہ بعد ہر مصیبت ایک راحت ہے

تری صورت میں ہونا تھا میری سیرت میں ہونا تھا
کوئی تو فرق میرے زخم کی صورت میں ہونا تھا
جو دنیا میں ہوا ہم پر وہی تربت میں ہونا تھا
وہ ہی ہو کر رہا آخر کہ جو قسمت میں ہونا تھا
تمہارا وصل بھی اک دن میری قسمت میں ہونا تھا
میری تسکین کا پہلو میری کلفت میں ہونا تھا

سرِ قرباں ہے اب اور خاکِ رہگذر اُن کی
یہ ہی انجامِ اُلفت ہے یہ ہی اُلفت میں ہونا تھا

یہاں ہیں جنکو مولا ذات پر تیری توکل تھا
وہاں زاغ و زغن اب بے تحاشہ شور کرتے ہیں
یہاں تھا فصلِ گل میں پتہ پتہ گلشنِ جنت
کسی نے جان تک دیدی نہ آنا تھا نہ آیا تو
چمن میں ہمنے یہ نیرنگ دیکھا اپنی آنکھوں سے
پرو دے ایک لڑی میں کوئی جیسے سیکڑوں تارے
پریشاں کرنے کو فرقت میں اور الجھن بڑھانے کو
ہوا برباد ہو کر بے زباں ۔ خاموش پژمردہ

یہ چراغِ حرص اُنکے دل میں روشن تو نہ تھا گل تھا
چمن میں جس جگہ ہنگامۂ التفات ہے بلبل تھا
وہاں گل کی طرح ہر بات ایک غُنچہ کھلا ہوا گل تھا
شبِ وعدہ قیامت سے ترا کیا کم تغافل تھا
کہیں گریاں تھی بلبل اور کسی جا خندۂ گل تھا
ہرے داغِ جگر اور داغِ دل میں یوں تسلسل تھا
تری خمدار زلفیں تھیں ترا ہر پیچ کاکل تھا
کبھی یہ دل بھی سینہ میں چہکتا ایک بلبل تھا

گئے تھے دیکھنے ہم بعد مدت میکدہ قرباں
نہ وہ مستی ساقی تھی نہ جوشِ بادۂ گل تھا

کس بلا کا تھا کلیجہ آپ کے نخچیر کا
کیا گلہ تقدیر کا یا کاتبِ تقدیر کا
ہم کو تو رونا فقط ہے اپنی ہی تقدیر کا
کیا ہوا وحشی تمہارا قیدِ ہستی سے رہا
ایک عالم ہو تو کوئی اُسکا نقشہ کھینچ لے
آسماں پر یہ جو بجلی سی چمکتی ہے کبھی
آپ شرما جائیں گے یا عکس شرما جائے گا

سہ گیا جو زور چھوٹے سے جگر پر تیر کا
ہے جو کچھ اے دل نتیجہ ہے تری تقصیر کا
ہے گلہ تیرا نہ کچھ شکوہ ہے چرخِ پیر کا
شور اب سنتے نہیں ہم پاؤں کی زنجیر کا
کھینچ چکا بہزاد سے خاکہ تری تصویر کا
سنتے ہیں ایک ٹکڑا ہاتھ آئے نالۂ شبگیر کا
سامنا ہو گا اگر تصویر سے تصویر کا

غیر کے خوش کرنے کو ہم کو برا کہنے لگے
خوب ہم دل میں سمجھتے ہیں سبب تحقیر کا

کیا شب وعدہ کوئی مہندی لگا کر آئیگا
آج پھر میری دعا میں رنگ ہے تاثیر کا

کاتب قدرت نے بدلا میری بودے سر اُسے
بڑھ گیا پلا میری تقدیر سے تدبیر کا

سر بکف بیٹھا ہوا ہے آپ کا قربان آج
دیکھنا ہے کاٹ اُس کو آپ کی شمشیر کا

فضول جبر یہ کیوں دل پہ اختیار کیا
یہ آج تم نے کرم کیوں سر مزار کیا

کہیں نہ راز محبت کو آشکار کیا
سمجھ کے کچھ مجھے خالق نے رازدار کیا

پلا دی شیخ کو مے یہ برا کیا ہم نے
گناہ سر پہ لیا اور گنہگار کیا

نہ وعدہ وصل کا کرتے نہ آگ سی لگتی
سکون دیکے ہمیں اور بیقرار کیا

برا ہوا کہ بڑھے اپنے ناخن وحشت
جنوں نے جیب و گریباں کو تار تار کیا

سزا ملی تھی ہمیں جس خطا کے کرنے پر
وہی قصور تو ہم نے بھی بار بار کیا

ہوئی جو بات وہ وحشت پہ ہو گئی مبنی
جنوں کو عشق نے میرا اصلاح کار کیا

نہ آئی تو بھی تو فرقت کی رات اے ظالم
اجل ترا بھی بہت ہم نے انتظار کیا

خیال کر کے انھیں کھینچ ہی لیا قرباں
کمال آج بڑا تو نے میرے یار کیا

یار نے تیر نظر اپنا اگر چھوڑ دیا
کر کے چھلنی میرا دل اور جگر چھوڑ دیا

تو نہ گھبرا کہ وہ کل شام کو پھر آئے گا
کسی پروانے کو اے شمع اگر چھوڑ دیا

اب خبر دیکھی یہ لیگا کہ جگر کی دیکھو
بے نکا یار نے ہے تیر نظر چھوڑ دیا

منزل عشق کسی طرح جو طے کر نہ سکے
تھک کے ہم بیٹھ گئے عزم سفر چھوڑ دیا

بات تو جب تھی یوں ہی رہتی شب ہجر مدام
ساتھ کیوں تو نے میرا وقت سحر چھوڑ دیا

منہدم کردو مکاں کو کہ مکیں ہی نہ رہا
جسم خاکی کا میری روح نے گھر چھوڑ دیا

پھر نکل آئیں گی پرواز کی لاکھوں راہیں
تو نے صیاد اگر ایک بھی پر چھوڑ دیا

دفعتاً چھوڑ دیا سب نے مریض غم کو
اور تو اور دوا نے بھی اثر چھوڑ دیا

جب مداوا نہ ملا عشق کا قرباں کوئی
مجھے احباب نے تقدیر ہی پر چھوڑ دیا

غفلت کا اگر آنکھوں سے پردہ نہیں اُٹھتا
دل سے بھی دوئی کا ترے جھگڑا نہیں اُٹھتا

ہے جھوٹ کے وہ پردہ نہیں کرتے کسی سے
اُس نے تو نقابِ رُخِ زیبا نہیں اُٹھتا

کیا روح سے مجنوں کی کیا دشت کو محصور
کیوں پاؤں مرا جانبِ صحرا نہیں اُٹھتا

ارمان مرے جاتے ہیں ہمراہ عدم کو
دُنیا سے میں اُٹھتا ہوں تو تنہا نہیں اُٹھتا

مجنوں سے حیا آتی ہے ناحق تجھے لیلےٰ
محمل کا ترے کیا کبھی پردہ نہیں اُٹھتا

اک برق چمکتی ہے شبِ غم کی فضا میں
سینے سے مرے آہ کا شعلہ نہیں اُٹھتا

وہ کہتے ہیں آجائیں گے کیا ہیں ترے پابند
ہر روز کا ہم سے یہ تقاضہ نہیں اُٹھتا

قرباںؔ مرے جنکے لئے اُن سے صد افسوس
دو چار قدم آج جنازہ نہیں اُٹھتا

نہ کہنا پھر کبھی دل شمعِ محفل ہو نہیں سکتا
کہ جس دل میں نہ ہوں انوار وہ دل ہو نہیں سکتا

ہمارے آنسوؤں سے اور بھڑکی آگ اُلفت کی
فغاں کرنے سے کچھ فرقت میں حاصل ہو نہیں سکتا

تم اسمیں رہ کے دیکھو سب کہینگے غیرتِ لیلےٰ
یہ کیا تم نے کہا دل میرا محمل ہو نہیں سکتا

کسی کی چشمِ حسرت کیوں نہ وقتِ ذبح گھائل ہو
بنے بسمل نہ جو قاتل وہ قاتل ہو نہیں سکتا

نہ ہو گا قتل تو پھر قتل کی شورش اُٹھائیگا
ترحم اس لئے کچھ تجھ پہ بسمل ہو نہیں سکتا

اگر جانباز ہو دشمن، تو میری طرح کٹ جائے
لگا کر خوں شہیدوں میں وہ شامل ہو نہیں سکتا

مصیبت بھی جو آتی ہے تو ہنس کر کاٹ دیتا ہوں
کبھی پژمردہ میرا غنچۂ دل ہو نہیں سکتا

حقیقت کھل ہی جاتی ہے تعلّی اور بناوٹ کی
مگر جو حق ہے باہر حال باطل ہو نہیں سکتا

فقط پستی ہی پستی ہو بھری جس کے خیالوں میں
کبھی وہ کامیابِ اوجِ منزل ہو نہیں سکتا

جو آلودہ یہ آلودہ ہوئے جاتے ہیں غفلت پر
کبھی اب اُن کے دل سے زنگ زائل ہو نہیں سکتا

جو ہے دشمن بھی تیرا تو اُسے دیتا ہے بے مانگے
کبھی محروم تیرے در سے سائل ہو نہیں سکتا

نہ ہونگا ہمزباں میرے کبھی یہ مدعی ہمدم
کہ شورِ زاغ گلبانگِ عنادل ہو نہیں سکتا

نگاہِ یاس لے قرباںؔ اُنپر کیا اثر ڈالے
کہ جو بسمل ہو وہ بسمل سے قاتل ہو نہیں سکتا

جب اُن کی اجازت نہ ہو فریاد کریں کیا
بیٹھیں جو نہ خاموش تو ناشاد کریں کیا

کہتے ہیں دوبارہ تجھے برباد کریں کیا
ہم بھول چکے جس کو اُسے یاد کریں کیا

گر ضبط کی اب تاب نہیں دل میں ہمارے
مجبور ہیں مجبور ہیں فریاد کریں کیا

اُڑ جاتے قفس لیکے ترا ہم تو چمن کو
تقدیر سے مجبور ہیں صیاد کریں کیا

پر توڑ کے بھیجا ہو قضا نے جنھیں افسوس
حیلے چار ہے وہ سیر عدم آباد کریں کیا

تھے جتنے ستم ہوگئے سب ختم وہ مجھ پر
ہے فکر اُنھیں اب ستم ایجاد کریں کیا

لعنت نہ قفس سے نہ ہیں تجھ سے ہی ظالم
اُٹھنے ہی کی طاقت نہیں فریاد کریں کیا

ہم قصۂ غم اپنا سنائے ہیں اُن کو
ہیں منتظر اب اسکے وہ ارشاد کریں کیا

ہیں وضع کے پابند اب انجام جو کچھ ہوں
قرباں جو بھولا ہے اُسے یاد کریں کیا

اے صنم تو نے محبت میں جلایا ایسا
دیکھنے میں کوئی جانسوز نہ آیا ایسا

طور پر حضرت موسیٰ نے نہ دیکھا ہوگا
مجھے جلوہ تیری چلمن نے دکھایا ایسا

شور برپا ہے تیرے نمکدان کی خیر
تونے زخموں کو میرے آج ہنسایا ایسا

حشر تک اب نہ اُٹھینگے جو اُٹھائے کوئی
ہے تیری چال نے فتنوں کو دبایا ایسا

نہ رہی قدر زمانے میں کسی گلشن کی
ہم نے اک باغ محبت کا کھلایا ایسا

خاک بھی دل میں میرے اُگی نہیں اب ملتی
تونے ارماں کو میرے ہائے مٹایا ایسا

ہوئی شاداب شفق رنگ چڑھا پھولوں پر
میری حسرت نے بھی ہے خون بہایا ایسا

اور بھی آگ میرے دل میں بھڑک اُٹھی ہے
نامہ بر یار کا خط آج ہے آیا ایسا

دوست خوش ہوتے ہیں دشمن تیرے رودیتے ہیں
تونے قرباں کچھ انداز ہے پایا ایسا

تونے عاشق سے کیا آج ہے پردہ جیسا
نظر آتا ہے تجھے کیا وہ انوکھا جیسا

پھر کرے طور پہ امید تجلی اُن سے
بیٹھے بنکر تو دکھائے کوئی موسیٰ جیسا

دیے چرکے نگہ یار نے فوراً دل پر
زخم کو میرے کبھی دیکھا جو اچھا جیسا

ہم تو جب جانیں دکھا دو ہمیں تم گھر بیٹھے
طور پر جاکے دکھا آئے تھے جلوہ جیسا

کوئی دیتا نہیں تعبیر مثال یوسف
دیکھتے روز ہیں ہم خواب زلیخا جیسا

وہ کہاں صفحۂ عالم پہ نظر آتا ہے
ہم کہیں دیکھ کے آئے ہیں تماشا جیسا

اے مسیحا دل بیمار کو معلوم ہے سب
کیا بیمار محبت کا مداوا جیسا

جب سے اُمید ہوئی وصل صنم کی مجکو | درد معلوم نہ مجھے ہوتا ہے ہلکا جیسا

کرادا شکر تو قرباں خدا کا ہر دم

ہو جہاں میں ہے ترے گھر میں اُجالا جیسا

سخت دل کرکے یہاں آیا تھا قاتل کیسا | آہ اب تڑپ کے یہ غلطاں ہے یہ بسمل کیسا

تیرے مجنوں سے اُٹھائے سے نہیں اُٹھتا ہے | حائل شوق ہے یہ پردۂ محمل کیسا

آج کیا پھر کوئی صیاد نیا آیا ہے | شور کرتی ہیں گلستاں میں عنادل کیسا

آکے پروانے شہادت کا مزا لیتے ہیں | خون کرتی ہیں یہ شمعیں سر محفل کیسا

کیا نہ پہونچیگی کنارے میری کشتی یارب | دور ہوتا ہی چلا جاتا ہے ساحل کیسا

اسمیں جو کھو گیا تا عمر بھٹکتا ہی رہا | بیچ میں ڈالتی ہے عشق کی منزل کیسا

سخت جانی نے مری اسکو کیا گھائل جب | تڑپ کے بسمل گیا آخر میرا قاتل کیسا

کیا تری طرح ہوئی انکو بھی وحشت وحشی | شور کرتی ہیں یہ زنداں میں سلاسل کیسا

میرے گھر آئیں تو قرباں وہ شام وعدہ

جان بھی نذر کروں گا میں اُنھیں دل کیسا

ہر شاخ میں ہر پھول میں جلوہ نظر آیا | دیکھا تجھے موجود وہیں پر جدھر آیا

آخر اُسے ہم برق ہی کی نذر کر آئے | جب نخل تمنا میں نہ کوئی ثمر آیا

دل چھید اکلیجہ کے عوض تیر نظر نے | پھینکا تھا کہاں اور وہ ظالم کدھر آیا

قاصد نے کیا راہ میں گم میرا خط شوق | لیکر نہ جبھی آج تک اُن کی خبر آیا

سمجھو کہ غلط راہ کوئی اُسکو ملی تھی | بھٹکا ہوا جو رات کا وقت سحر آیا

اب قدر ہی دُنیا میں نہیں کوئی ہنر کی | اللہ ترا شکر نہ ہم کو ہنر آیا

گردوں پہ ستارہ بھی کھلے چاند بھی نکلا | تا صبح شب غم نہ وہ رشک قمر آیا

قرباں طرف کعبہ چلا دیر میں پہونچا

جاتا تھا کدھر اور نکل میں کدھر آیا

گو ترے حکم سے میں بزم میں خاموش رہا | دل کشاکش میں رہا، دل میں بڑا جوش رہا

کیسی مے تو نے حقیقت کی پلا دی ساقی | ایسا بے خود میں ہوا کچھ نہ مجھے ہوش رہا

موت نے ایسی پلائی ہے اُنھیں اپنی شراب | کوئی ساقی نہ رہا، آج نہ مے نوش رہا

خود سے غافل وہ ہوا تجھ سے نہ غافل وہ ہوا
تیرے دیوانہ کو مطلب کا بہت ہوش رہا

مرتے دم تک تو مجھے یاد رہا اے ظالم
تیرے دل سے تو فقط میں ہی فراموش رہا

پوچھتے جلوہ گہ ناز کا کچھ حال کلیم
کیا کریں تجکو تو اپنا بھی نہ کچھ ہوش رہا

پتہ کھڑکا تو اُٹھا قیس کہ لیلےٰ آئی
ہمہ تن چشم رہا اور ہمہ تن گوش رہا

گئی ہمراہ جوانی کے اُمنگیں **قرباں**
اب نہ تم ہی وہ رہے اور نہ وہ جوش رہا

تیرے پردہ کو بھی اے پردہ نشیں دیکھ لیا
جسطرف آنکھ اُٹھی تجھ تجکو وہیں دیکھ لیا

دشت و کہسار میں پھرنے کی تمنا نہ رہی
جب سے دل میں ہے تجھے ہمنے مکیں دیکھ لیا

آج کل حد سے زیادہ جو شگفتہ ہے بہار
اُس نے کیا ہنستے ہوئے تمکو کہیں دیکھ لیا

جو کبھی ہم کو ملا تھا شکم مادر میں
ہم نے آرام وہ ہی زیر زمیں دیکھ لیا

اپنے دل پر جو حقیقت کی نگاہیں ڈالیں
اے بتو تم سے بھی اک بڑھکے حسیں دیکھ لیا

ایک نالہ شب غم کرکے ہوا تو خاموش
حوصلہ ہم نے تیرا قلب حزیں دیکھ لیا

نہ دبی قبر کی سختی سے میری بے چینی
دفن بھی کرکے مجھے زیر زمیں دیکھ لیا

جہاں بندہ گیا پہونچا نہ فرشتہ بھی وہاں
سب نے یہ اُوج ترا خاک نشیں دیکھ لیا

طور پر تو نے گیا تھا جو کسی کو بیہوش
اُسکا انجام بھی اے پردہ نشیں دیکھ لیا

روح نازاں ہوئی جب خوش تجھے دیکھا ہمنے
جان نکلی جو تجھے چین بہ جبیں دیکھ لیا

دیر میں دیکھ لیا یا حرم کعبہ میں
پوچھتے کیوں ہو تمہیں ہمنے کہیں دیکھ لیا

تیرے اشعار سے جو حسن ٹپکتا ہے نیا
تو نے **قرباں** کوئی آج حسیں دیکھ لیا

جب دل شیدا ہوا اک عارض پُر نور کا
رات دن رہنے لگا آنکھوں میں جلوہ طور کا

اِس طرح ٹپکا کیا ناسور دل کا ہمنشیں
جس طرح رس رس کے گرتا ہے عرق انگور کا

کیا تماشا ہو "انا المحبوب" میں کہنے لگوں
پوچھنے بیٹھے ہیں مجھ سے حال وہ منصور کا

ہیں وہ سائل ہوں کہ مجکو مانگنا بھی عار ہے
ہاتھ میں کاسہ نہ ہو جبتک سر فغفور کا

بے ستوں پر آئی لیلےٰ دلنوازی کے لئے
رنگ لایا رفتہ رفتہ عشق اک مزدور کا

یاں تو دل بھی جل گیا حاصل نہ کچھ لیکن ہوا
جس نے دیکھا ہوگا دیکھا ہوگا جلوہ طور کا

صرف تجکو چاہتا ہوں تو جہاں بھی مل سکے | میں نہ جنت کا ہوں طالب اور نہ خواہاں حُور کا
کوئی دیکھے تو یہ میری بے سروسامانیاں | پاس میرے کچھ نہیں ہے اور سفر ہے دُور کا

مجھ میں اور زاہد میں اے **قربان** اتنا فرق ہے
میں پرستارِ حقیقت ہوں وہ شیدا حور کا

اب تو ٹھنڈا کچھ کلیجہ تیرا، قاتل ہوگیا | خاک پر بسمل تڑپ کر دیکھ غافل ہوگیا
وادیٔ الفت میں میرا یہ ہوا انجام کار | خاک ہو کر مٹتے مٹتے گردِ منزل ہوگیا
قیس کے دل میں بھی لیلیٰ شوق سے رہنے لگی | رفتہ رفتہ اور ایک تیار محمل ہوگیا
غیر کے پہلو میں اُن کو دیکھ کر دل جلگیا | بنکے پروانہ نثارِ شمعِ محفل ہوگیا
دونوں پہلو ہوگئے آباد قسمت سے میری | میرے دل میں آگئے تو اک دوسرا دل ہوگیا
خون جب ٹپکا سرِ مقتل شہیدِ ناز کا | جو گرا قطرہ زمیں پر اک نیا دل ہوگیا
اُٹھکے پہلو سے جو میرے ہوگیا رخصت کوئی | دو گھڑی بھی مجکو جینا اپنا مشکل ہوگیا
بحرِ عصیاں میں سفینہ اب نظر آتا نہیں | ہوگیا وہ غرق یا ممنونِ ساحل ہوگیا
تیرے طالب راستے میں میل منزل ہوگئے | تھکے جو بیٹھا نشانِ کوسِ منزل ہوگیا

کہہ سکا اپنی نہ بےچارہ کسی کی سُن سکا
نام لیتے ہی تیرا، **قربان** غافل ہوگیا

گردونیہ ابر بنکر چھایا غبار میرا | خورشید بنکے چمکا سنگِ مزار میرا
آنکھیں تمہیں کو ہر سُو ہر وقت ڈھونڈتی ہیں | ہے یاد میں تمہاری دل اشکبار میرا
غیروں نے آخر آخر بدظن اُنھیں بنایا | گو اُنکو اوّل اوّل تھا اعتبار میرا
آنکھوں سے چار آنسو نکلے ہیں جو شبِ غم | کیا کیا دلِ پریشاں ہے شرمسار میرا
بھر کر مجھے پلا دے، دو چار اور ساغر | کم ہو چلا ہے ساقی پھر کچھ خمار میرا
مجکو وہ پھر جلاتے یا ٹھوکریں لگاتے | رستے میں کاش اُن کے ہوتا مزار میرا
گلشن کا ذرہ ذرہ ہے پاسبانِ گلشن | گلچیں سمجھ کے دامن پکڑے ہیں خار میرا

قربان کیوں نہ پہونچوں موجِ نسیم بنکر
گلشن میں کر رہے ہیں وہ انتظار میرا
کھلے ہیں گُل اِدھر کیا کیا کھلے ہیں گُل اُدھر کیا کیا

نیا ہی رنگ لائے زخمِ دل زخمِ جگر کیا کیا
جلاتا ہے، مٹاتا ہے، ہنساتا ہے، رُلاتا ہے
ستم ڈھاتا ہے میرے دل پہ ظالم فتنہ گر کیا کیا
کہاں ہیں یادِ دنیا عدم میں تھا جو کچھ دیکھا
تماشے تھے اِدھر کیا کیا کرشمے تھے اُدھر کیا کیا
وہ بزمِ ناز تھی اور اُسمیں کس کو کامیابی تھی
وہاں دیکھا مگر تو نے بتا اے نامہ بر کیا کیا
چھُری ہی پھیر دوں اُس کے گلے پر کیا شبِ وعدہ
لہو کرتا ہے ارمانوں کا یہ مرغِ سحر کیا کیا
کسی پر رازِ گورد، موت کے ابتک نہیں ظاہر
کہ ہوتا ہے اِدھر کیا کیا کہ ہوتا ہے اُدھر کیا کیا
جہاں جائیں جدھر بیٹھیں ہمیں بدنام کرتی ہے
ہماری چشمِ تر کیا کیا تری کافر نظر کیا کیا
کوئی پر بند، کوئی ناتواں، کوئی بریدہ پر
قفس میں بند ہیں صیاد کے بے بال و پر کیا کیا
مریضِ غم کی قسمت میں نہ لکھا تھا شفا پانا
نہیں تو نے دوائیں دی ہیں اُسکو چارہ گر کیا کیا
کلیجہ تھام لیتے ہیں کبھی اُٹھتے ہیں گھبرا کر
شبِ غم میرے نالوں کا ہے اُنپر بھی اثر کیا کیا
ابھی دُنیا میں آیا تھا، عدم کو جانیوالا ہے
ابھی در پیش ہے **قرباں** مسافر کو سفر کیا کیا

مزہ ہرگز ہمیں جبتک محبت میں نہیں آتا
کہ آنکھوں میں ترے ڈورا مروت کا نہیں آتا
غزالانِ ختن آکر یہاں آنکھیں چرُاتے ہیں
نہیں تو پاس کچھ بھی میری تربت کا نہیں آتا
نگاہیں حسنِ ظاہر کے فریبوں میں الجھتی ایسا
کبھی پیشِ نظر جلوہ حقیقت کا نہیں آتا

اگر دھونا ہی ہے مقصود میرے فردِ عصیاں کا
تو دریا جوش پر کیوں اُن کی رحمت کا نہیں آتا

یہاں تو روز ہی ہے اک تماشہ طرفہ تر ہمدم
بتا - دِن - کونسا دنیا میں حیرت کا نہیں آتا

مرے دلمیں ہمیشہ آپ تو فتنہ اُٹھاتے ہیں
مزہ کسدن سبجھے روزِ قیامت کا نہیں آتا

نمک پاشی نہیں کرتا مرے زخموں پہ تو جبتک
مزہ مجکو کبھی دل کی جراحت کا نہیں آتا

مجازِ محض تک جنکی طلب محدود رہتی ہے
اُنھیں کچھ لطف دنیا میں حقیقت کا نہیں آتا

اُنھیں غربت میں رہکر کیوں خیال عیش آتا ہے۔
جنھیں عشرت میں قرباں دھیان غربت کا نہیں آتا

دل میں جو خدا تیرے دکھائی نہیں دیتا
تو نور ہے کچھ تجکو سجھائی نہیں دیتا

جو آپ نہیں کرتے بڑا بننے کی کوشش
ہرگز بھی خدا اُن کو بڑائی نہیں دیتا

خود آنکھ سے عیب اپنے نظر آتے ہیں جسکو
اوروں کو وہ زنہار برائی نہیں دیتا

آنکھوں کے ترے سامنے ہر ناحق و حق بھی
ہے عقل پہ پردہ کہ دکھائی نہیں دیتا

مولا ہے سہارا تو فقط ذات کا تیری۔
جُز تیرے کوئی ہمکو دکھائی نہیں دیتا

دنیا ہے کہ یہ عرصۂ محشر ہے الٰہی
کیوں ساتھ یہاں بھائی کا بھائی نہیں دیتا

مصروف تو اے شبِ دیجور ہے قرباں
کیا نالہ تمہیں اُسکا سنائی نہیں دیتا

میں ہُوں کشتہ تمہاری کاکل کا
مجکو سودا نہیں ہے سنبل کا

کیا نظر آگیا کوئی صیاد۔
بلبلو کیا سبب ہے اِس غل کا

عشق میرا۔ تمہارا ہے مشہور
جیسے دُنیا میں بُلبُل و گُل کا

کچھ بتاتے نہیں ستم کا سبب
راز کھلتا نہیں تغافل کا

میرے دامن سے مِل گیا آخر
سلسلہ عشق کے تسلسل کا

کبھی میرے دل کا بھی راگ سنیں
سُننے والے ترانۂ بلبل کا

خار ہر سو خزاں نے پھیلائے
اب چمن میں پتا نہیں گُل کا

مانگتے ہم نہیں کچھ اے قرباں
درس جب سے لیا توکل کا

گذرنے والا ہے قسمت میں اپنی ماجرا کیا کیا
بتا اے کاتبِ تقدیر تو نے ہے لکھا کیا کیا

کبھی غم ہے کبھی راحت کبھی ماتم کبھی عشرت
زمانہ کی بدلتی رہتی ہے دم ہوا کیا کیا

نہ غنچوں کو ہے دل تنگی نہ بلبل کی غم آہنگی
چمن میں رنگ لائی ہے بہار دلکشا کیا کیا

ستایا اور تڑپایا، مٹایا اور ترسایا
ہمارے دلبر نہیں کی تو نے ایظالم جفا کیا کیا

ہے دل میں درد اور زخم پہلو میں کلیجہ میں
سناؤں آپ کو میں دکھ کا اپنے ماجرا کیا کیا

مسلسل اک خلش سینے میں دل میں اک تپش ہر دم
دیئے ہیں عشق تو نے مجھکو درد لا دوا کیا کیا

ہوے ناراض کیوں مجھسے بتحقیق اصلیت
خدا جانے عدو نے انسے جا کر کہا کیا کیا

تکاری ایک حسرت بھی کبھی پوری نہیں ہوتی
اگرچہ کرتے رہتے ہیں ہم انسے التجا کیا کیا

نہ آئی نیند آئی بھی تو وہ آئے تصور میں
دیا قرباں شب فرقت نے بھی ہمکو مزا کیا کیا

اپنا بنا کے مجھکو بھلایا یہ کیا کیا
دل لیکے پھر نظر سے گرایا یہ کیا کیا

عاشق کو تم نے اپنے ستایا یہ کیا کیا
جو رو رہا تھا اسکو رلایا یہ کیا کیا

اپنا دوانہ مجھکو بنایا یہ کیا کیا
جلوہ نہ ایک روز دکھایا یہ کیا کیا

تربت پہ آج یار کے ٹھوکر خرام ناز
سوتے ہوئے کو تو نے جگایا یہ کیا کیا

کیا یہ خبر نہ تھی کہ اسی میں مقیم ہو
دلکا مکان تم نے ڈھایا یہ کیا کیا

اب ہے ہر اک نگاہ میں حسرت جمال کی
موسیٰ کو تم نے جلوہ دکھایا یہ کیا کیا

یہ سجدہ گاہ اہل وفا تھی جہان میں
میری لحد کو تم نے مٹایا یہ کیا کیا

مجکو تو اعتبار تھا پیمان وصل پر
وعدہ پہ اپنے تو جو نہ آیا یہ کیا کیا

قرباں رہا تو بندہ بتوں کا تمام عمر
یادِ خدا میں سر نہ جھکایا یہ کیا کیا

پایا وہیں خیال ہمارا جدھر گیا
دِل میں سما کے کوئی نگاہوں میں بھر گیا

پھینکا جو تم نے تیر جگر سے گذر گیا
پروردہ نگاہ بڑا کام کر گیا

دِل میں سموم غم تو ہمیشہ چلی مگر
جھونکا خوشی کا کوئی جو آیا گذر گیا

بیٹھا ہوں انتظار میں لائے جواب خط
کیا میرے ہاتھ سے بھی مرا نامہ بر گیا

ساقی نے کس نگاہ سے دکھایہ کیا ہوا
جتنا تھا نشہ سر میں ہمارے اتر گیا

دینے لگے وہ ضبط کے طعنے نئے نئے
میں اُنکے سامنے جو کبھی چشم تر گیا

زہے نصیب کہیں بادہ خوار ہونا تھا
جناب شیخ کو پرہیزگار ہونا تھا

تجھے خزاں کا گلہ عندلیب ناحق ہے
کہ انقلاب جہان بہار ہونا تھا

ہماری جان سے کل تھا یہ کہ یہیں
تمہاری راہ میں اپنا مزار ہونا تھا

بنا ہے خاک سے انسان جب تو اے ہمدم
ضرور اُسکے لئے خاکسار ہونا تھا

فضول رندوں پہ تو آکے گر گیا اے شیخ
تجھے تو واقف انجام کار ہونا تھا

غرور کرتا پھرا تو زمین پر اے انسان
خبر نہ تھی اب تجھے زیر مزار ہونا تھا

نہ اختیار ہے تجھپر نہ موت پر ہم کو
کسی تو بات پہ کچھ اختیار ہونا تھا

چھپا کے اپنے جگر کو کہاں میں لیجاتا
تمہارا تیر کلیجے کے پار ہونا تھا

یہ میرے ناخن وحشت نہ کسطرح بڑھتے
کہ پیرہن کو مرے تار تار ہونا تھا

گناہ کیسے نہ قرباں میں بھلا کرتا
خدا کے رحم کا امیدوار ہونا تھا

کبھی مجھکو اپنا بنایا تو ہوتا
مجھے راز الفت بتایا تو ہوتا

پڑا سو رہا ہوں میں غفلت میں کب کا
مجھے آکے تم نے جگایا تو ہوتا

عدو کی حقیقت تو کچھ تجھپہ کھلتی
کسی دن اُسے آزمایا تو ہوتا

شب غم کسی نے خبر لی نہ میری
اجل ہو کہ تم کوئی آیا تو ہوتا

جگہ دیتے ہم اُس کو دل میں جگر میں
کوئی تیر تم نے چلایا تو ہوتا

مری بیخودی دیکھنی تھی تو ساقی
مجھے ایک ساغر پلایا تو ہوتا

ستانے کا ہم کو گلہ تم سے کیا تھا
مگر تا عدو سے ستایا تو ہوتا

تبسم سے اپنے مرے زخم دل پر
نمک پاش ہو کر ہنسایا تو ہوتا

چلا باغ ہستی سے قرباں احمد
ابھی کچھ دنوں چہچہایا تو ہوتا

سکھائے جور و ستم جب تمہیں عدو کرنا
تو مجھسے اور محبت کی گفتگو کرنا

تری جو بات ہے اے دل نئی ہے دنیا میں
جو بر نہ آئے کسی سے وہ آرزو کرنا

کھلی رہیگی دعا کیلئے زباں اُن کی
ہمارے زخم جگر کو نہ تو رفو کرنا

پیامبر سے بہت مختصر یہ نامہ شوق
ملیں جو اُن سے زبانی بھی گفتگو کرنا

تمام عمر کٹی اپنی نامرادی میں
ہمیں تو آیا نہ قرباںؔ آرزو کرنا

تمہارا تیر شاید ہی دلِ بسمل سے نکلیگا | جو نکلا بھی تو دم لیکر بڑی مشکل سے نکلیگا
سحر تک شمع رو یہ سب فدا ہو جائینگے تجھ پر | کوئی زندہ نہ پروانہ تری محفل سے نکلیگا
مرے ارمان جتنے ہیں وہ جزوِ دل ہیں سب ظالم | مرا ارماں نہ ہوگا وہ جو میرے دل سے نکلیگا
نگاہوں میں تری اے قیس بار ناتوانی ہر | تیرا تیر نظر کیا یار اب محمل سے نکلیگا
اگر آجائیگا صرف ایک جھونکا بادِ رحمت کا | سفینہ میرے عصیاں کا اب ساحل سے نکلیگا
چھری رک رک کے چلتی ہے برا ہو سخت جانی کا | یہی حالت رہی تو کام کیا قاتل سے نکلیگا
جسے تو ڈھونڈتا پھرتا ہے زاہد وہ ہے تیرے دل میں | نتیجہ شیخ کیا تحصیل لاحاصل سے نکلیگا
نکلنا یوں تو سنتے آئے ہیں دنیا کی منزل سے | اسے سمجھینگے ہم جو عشق کی منزل سے نکلیگا

گریگا برق بنکر خانۂ صیاد پر قرباںؔ
قیامت ہوگا وہ نالہ جو میرے دل سے نکلیگا

عشق کا ایدل تجھے پھر کچھ مزا آجائے گا | میرے قابو میں اگر وہ بیوفا آجائیگا
میرے پہلو میں جو وہ رنگیں قبا آجائیگا | ہاتھ اپنے پھر تو ایدل مدعا آجائیگا
کچھ ہمیں بھی آشنائی کا مزا آجائیگا | آشنا بنکر اگر نا آشنا آجائیگا
روزِ وصل آئے تو دیر ہونے تو دے اسکا کرم | رفتہ رفتہ تجھکو ایدل حوصلا آجائیگا
ٹھوکروں سے وہ کریگا کیا قیامت خیزیاں | میری تربت پر اگر نا آشنا آجائیگا
کیا کسی سے پوچھنا اسکا کہ آئے تو شباب | خود بخود ہی آپکو درسِ جفا آجائیگا
خونِ بسمل کا کوئی دھبہ اگر لگ جائیگا | خود ہی دستِ نازنیں رنگِ حنا آجائیگا
خودکشی کرنا دلِ نافہم ہے بے دانشی | وقت آئے گا تو پیغامِ قضا آجائیگا
آپ وہ تکلیف میں آنے لگے گا مجکو یاد | لب پہ میرے مرتے دم نامِ آشنا آجائیگا
تو خدا کو بھول بیٹھا ہے طوفاں میں اگر | ناخدا خود بنکے سیلابِ فنا آجائیگا

یاد اگر اس کو کیا قرباںؔ راہِ عشق میں
تو خدا کا فضل بنکر ناخدا آجائیگا

مری قسمت میں لکھا تھا تیرا بیمار ہو جانا | اٹھا کے درد پیہم خوگرِ آزار ہو جانا

لگا دی ہو خدا نے جنکے دل پر مہر غفلت کی — نہیں ممکن ہے اُنکا خواب سے ہشیار ہو جانا
وہ تیرا بیٹھنا پردے میں چھپکر سو اداؤں سے — وہ رسوا تیرے عاشق کا سر بازار ہو جانا
بچانا تھا مقدر کو تو کیوں اس راہ میں لاتا — مری قسمت میں تھا وارفتہ رفتار ہو جانا
کسی کا جلوہ دیکھا وہ بھی بام طور پر جا کر — کوئی موسیٰ سے سیکھے طالب دیدار ہو جانا
کھٹک کر قلب عاشق میں کھٹکتا چشم عاشق میں — بڑی حسرت ہے گل ہو کر کسی کا خار ہو جانا
سمجھتا ہو وہ ظالم اب عدو کو جان نثار اپنا — مناسب ہے ہمیں اب جان سے بیزار ہو جانا
عدو کا کام سنکر امتحاں کا نام رو دینا — ہمارا کام وقت امتحاں تیار ہو جانا
بلائیں سر پہ لیں اک روز گیسو انکے چھو کر — مری قسمت میں ہی لکھا تھا تیرہ کار ہو جانا
وہ میرا اعتبار اور وہ کسی کے وصل کے شکوے — کبھی اقرار ہو جانا کبھی انکار ہو جانا
کسیکو دیکھنے گھبرا کے انکا بام پر آنا — کسی کا دیکھکر فوراً پس دیوار ہو جانا
خزاں جاتی نہیں فصل بہاری میں بھی گلشن سے — علامت چشم نرگس کا ہے یہ بیمار ہو جانا

ابھی **قربان** دیکھا کیا ہے آکر تو نے دنیا میں
جوانی میں ہے وجہ غم ترا بیمار ہو جانا

کوئی پوچھے جو بعد قتل کچھ کہکر مکر جانا — تم اپنا کام کرنا چین کرنا اپنے گھر جانا
سمجھ جس طرح دل لیکر یہاں تکرار ہے جو تم — خدا کے سامنے بھی ایکدن یوں ہی مکر جانا
بجز گیسو کے تیرے اور آتا ہے یہاں کس کو — سنور کر پھر بگڑ جانا بگڑ کر پھر سنور جانا
لگائے سے تھا تھا تیر لیکن بے خبر ہو کر — نہ تم نے حال دل جانا نہ کچھ حال جگر جانا
حقیقت بعد میں ہم پر کھلی ہے تیری اے ظالم — وگرنا عیب کو بھی ہم نے تھا سیکھے ہنر جانا
نگہ کی طرح تم بھی تو ہر اک جا پھرتے رہتے ہو — یہاں جانا وہاں جانا ادھر جانا ودھر جانا
انھیں جاتا جو دیکھا گور سے عبرت یہ چلائی — ذرا اے جانیوالے اس طرف آنا ادھر جانا
زیارت کر لے اے انساں یہ ظلمت شب کی — اندھیرا قبر میں ہوگا وہاں جاکر نہ ڈر جانا
چڑھا طوفاں ہے نکلا تھا جس سے نوح کا طوفان — نہیں ممکن ہے بحر عشق کا چڑھکر اُتر جانا
قفس میں یاد ہیں چہکارنے کے اپنے وہ دن بھی — کسی کا نوچنا کلیاں کسی کا پر کتر جانا

رہے **قربان** مر کر بھی تمہارا نام دنیا میں
نمایاں کام ایسا زندگی میں کوئی کر جانا

اسیرِ زلف دل ہو کر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا ۷
کوئی اس دام میں پھنسکر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

بھلا اب لذتِ درد اسکا دامن چھوڑ سکتی ہو
رگِ جاں سے ترا خنجر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

وہ کہتے ہیں مجھے تاکید ہے کیوں پردہ کرنیکی
کبھی ماہِ مبیں چھپکر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

محبت ارمان اور حسرت سوا دل مجکو کاوش ہو
یہ ڈیرا ڈالکر لشکر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

ہمیشہ اُنکے کوچہ سے ملی ہے نامرادی ہی
کوئی بھی سرخرو ہو کر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

جو بیٹھا دل میں جب تو ہے وہ جنجو دل ہوا جاکر
کبھی دل سے ترا نشتر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

اسی کے واسطے بھی صرف تعمیرِ مکانِ دل
ترا غم قلب میں بس کر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

ترا گھر رفتہ رفتہ بنگیا عشاق کی دنیا
اور اپنے گھر سے تو باہر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

رہے گا پائے وحشت حشر تک قرباںؔ گردش میں
تری قسمت سے یہ چکر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

دی زندگی کسی کو کسی کو مٹا دیا
قدرت نے انقلاب کا نقشہ دکھا دیا

موسیٰ کے ضبط و ہوش کو آخر جلا دیا
بے پردہ ہوکے اپنا جو جلوہ دکھا دیا

یہ کس نے دید یارنی کا مجھے جواب
آواز کس کی آئی کہ پردہ اُٹھا دیا

اے برقِ حسن چوٹ تری لب ہے کا کون؟
کیوں دل کے ساتھ میرا جگر بھی جلا دیا

رازِ و نیاز بلبل و گل دیکھ دیکھ کر
غنچہ سے ضبط ہو نہ سکا مسکرا دیا

غنچہ دہن کے لب پہ تبسم جو آگیا
زخموں کو اسنے دلکے مرے گدگدا دیا

آئی ہے جان لینے کو اکثر شبِ فراق
اس موت کو ہے کس نے میرا گھر بتا دیا

محشر میں تیری خاک شکایت کرینگے ہم
پہلے ہی تو نے قفل لبوں پر لگا دیا

مارا ابھی بتوں نے ہمکو تو مارا احرام موت
تکبیر کے بغیر ہی خنجر چلا دیا

مجکو عدم میں جاکے بھی آیا نہ ہوش کچھ
ساقی یہ تونے کیسا پیالہ پلا دیا

کل تک تھا جو عزیز عزیزوں نے بعد مرگ
مٹی میں اپنے ہاتھ سے اُسکو دبا دیا

کوچہ میں اُسکے جب کبھی پہونچا میں ناتواں
تنکا سمجھ کے مجکو ہوا نے اُڑا دیا

اُستاد کے کرم سے ہوں سرمایہ دارِ فکر
قرباںؔ غریب نے مجھے سلطاں بنا دیا

ساتھ تیرے اے شبِ غم موت کا ساماں تھا
دیکھتے ہی دیکھتے میں دفعتاً بے جان تھا

دیکھکر صورت تری بہزاد بھی حیران تھا
گو مصور تھا مگر اک پیکرِ بے جان تھا

جس جگہ جانیسے جلتے تھے فرشتوں کے بھی پر
بار یاب اُس جلوہ گاہِ ناز میں انسان تھا

گور میں تنہا نہ تھا میں یعنی میرے ساتھ تھی
میری حسرت تھی تمنا تھی ترا ارمان تھا

آنسوؤں نے میرے اُسکی دہر میں تصدیق کی
ورنہ اک قصہ کتابی نوحؑ کا طوفان تھا

انقلاب آئے گلستاں میں خزاں کے ہاتھ سے
گل جسے شاداب دیکھا آج وہ ویران تھا

تیغ نے بخشی تری ہمکو سبکباری بہت
ہم کو اپنا سر حقیقت میں وبالِ جان تھا

غیر کو در پہ بٹھایا پاسبانی کے لیئے
کیا نہ سمجھے تھے کہ رغبت حسن خود دربان تھا

خاک بستر، ایک چادر، ایک بوسیدہ کفن
ساتھ تربت میں فقط اپنے یہی سامان تھا

مفلسی نے ہائے اُسکو کردیا اب کھو کھلا
ورنہ اک گنج گرانمایہ یہ ہندوستان تھا

رازِ الفت فاش کرتا کب تھی یہ میری مجال
یہ عدو کا افترا تھا، غیر کا بہتان تھا

تونے جو قربان کو ناداں تو عاشق تھا ترا
تیرے انداز و ادا پر جان سے قربان تھا

میرے ہی سوزِ دل کا دھواں ہے جما ہوا
ابرِ سیاہ جو ہے فلک پر گھرا ہوا

دنیا خفا ہوئی جو وہ مجھ سے خفا ہوا
راضی ہوا جہان جو راضی خدا ہوا

تونے پلائی کیسی دوا چارہ گر ہمیں
اس سے تو درد اور ہمارا سوا ہوا

تو آ، کہ میری خاک ٹھکانے لگے کہیں
ہے تیرے انتظار میں لاشہ پڑا ہوا

بھٹکے ہوئے ہیں کوچۂ گیسو میں رات دن
منزل کا کیا پتہ کہ غلط راستہ ہوا

آئے دوا نہ پائی کہ بیمار چل بسا
رکھا رہا طبیب کا نسخہ لکھا ہوا

جو کچھ ہوا وہ حکم سے تیرے ہوا یہاں
اچھا ہوا جہاں میں کہ مجھ سے برا ہوا

بندے تھے جسکے اسکی نوازش ہوئی ضرور
ہم سے جو بُت خفا ہوئے راضی خدا ہوا

رسوائی میری کرنہ قیامت جہان میں
مردہ عزت اُکھاڑتی ہے تو دبا ہوا

صیاد کی نظر میں ہے گلچیں کی آنکھ میں
جو پھول گلکدہ میں ہے کوئی کھلا ہوا

اے عندلیب پردہ گل پر نہ ناز کر
صیاد بھی ہے تاک میں بیٹھا چھپا ہوا

شاید ملا ہے خون عدو آج اسمیں کچھ
پھینکا جو تیر ارنگ یہ دزدِ حنا ہوا

غم تیرا۔ ساتھ ساتھ رہا جیتے جی مرے
اک لمحہ کیلئے نہ یہ مجھسے جدا ہوا

محشر میں داد داورِ محشر نے دی نہ کچھ۔ اب
ہم کیا بچھ کے آئے یہاں اور کیا ہوا

ہرگز متاعِ غیر پہ قرباںؔ نظر نہ کر
کافی ہے تیرے پاس خدا کا دیا ہوا

کیا جو تو نے مجھ سے بے مروت ہو نہیں سکتا
ہیں کر کے بیوفائی ننگِ الفت ہو نہیں سکتا

نہ آیا ایک بھی آنسو جنازہ میرا جب نکلا
ہو دشمن بھی تو ایسا وقتِ رخصت ہو نہیں سکتا

بہت ہی مختصر ہے دن کہانی طول ہے اپنی
ہمارا فیصلہ روزِ قیامت ہو نہیں سکتا

زباں کو روک دوگے تو ربابِ دل صدا دیگا
کسی سے بند یہ بابِ اجابت ہو نہیں سکتا

بتوں کو چھوڑ دیں اے شیخ ہم خود دل کو لالچ میں
کبھی ہم سے تو یہ حضرت سلامت ہو نہیں سکتا

یہ ہوتا داستانِ عشق کا اک کتبۂ ناطق
غضب ہے دل ہمارا لوحِ تربت ہو نہیں سکتا

لگا دی ہاتھ رکھ کر منھ پہ اُسنے مہرِ خاموشی
زباں سے میری اظہارِ محبت ہو نہیں سکتا

اُڑائی ہو نہ جسنے خاک کچھ دن تیرے کوچہ میں
کبھی وہ مستحقِ باغِ جنت ہو نہیں سکتا

خدا ہی ساتھ دیگا آئی آفت گر جو اے قرباںؔ
رفیق اپنا کوئی دقتِ مصیبت ہو نہیں سکتا

خوب آئی بہار کیا کہنا
اب چمن کے نکھار کیا کہنا

رُدح میں میکدے کھلے لاکھوں
نغمۂ خوشگوار کیا کہنا

آپ جس بات کو نہیں سنتے
اُس کا پھر بار بار کیا کہنا

وہ ہوں اور ایک لمحۂ فرصت
مے ہو اور جوئبار کیا کہنا

اپنے ہاتھوں سے خود اُکھاڑ دیا
میرا سنگِ مزار کیا کہنا

کاٹ دی رات آنکھوں آنکھوں میں
دیدۂ انتظار کیا کہنا

اپنے مجنوں کو گرد میں رابا
واہ محمل سوار کیا کہنا

خوب بدلے لئے ہیں تربت سے
کیا دیا ہے فشار کیا کہنا

ساتھ لیکر عدو کو پھرتے ہو
گُل کی ہمراہ خار کیا کہنا

کردئے خُم کے خُم حنا لی
تیرا اے بادہ خوار کیا کہنا

تونے وعدہ کیا کچھ اس ڈھب سے
آگیا اعتبار کیا کہنا

ناوکِ یار۔ آفریں تجھ کو
ہو گئے دل کے پار کیا کہنا

کلفتیں سب خزاں کی دور ہوئیں | اے نشاطِ بہار کیا کہنا
جیب دامن کو تو نے اے وحشت | کر دیا۔ تار تار کیا کہنا

تم نے قرباں پرنے پڑے ہیں
خوب کھیلا شکار کیا کہنا

اثر کرنے لگی تقدیر اُلٹا | زباں کو بھی میری تقدیر اُلٹا
جو مارا۔ آہ کے ترکش سے اُن پر | لگا دلمیں وہ میرے تیر اُلٹا
گرہ قسمت کی میری کیا کھلے گی | چلا ہے ناخنِ تدبیر اُلٹا
زمیں پر خونِ حسرت کا گریگا | یہ کیوں لٹکا دیا نخچیر اُلٹا
قلم اُلٹا تھا یا تقدیر اُلٹی | دکھاتی ہے اثر تحریر اُلٹا
تری آنکھیں رہیں دل کی ہی جانب | بہت ہم نے رُخِ تصویر اُلٹا
چلا دشمن پہ پہونچا میرے دلمیں | لگایا تم نے کیسا تیر اُلٹا
یہی حسرت رہی نالوں کو میرے | کبھی تجکو نہ چرخِ پیر اُلٹا

ہوئی اُلٹی ہر اک تدبیر قرباں
کہ لکھا تھا خطِ تقدیر اُلٹا

ہر ایک ارادہ رہا ناکام ہمارا | اچھا نہ ہوا عشق میں انجام ہمارا
اب رات کو ہے چین نہ دن کو ہمیں راحت | کیوں چھین لیا آپ نے آرام ہمارا
ڈھلتی ہوئی اب دھوپ ہے افسانہ ہستی | خورشیدِ حیات اب ہے لبِ بام ہمارا
قاصد نے ہمیں دیدیا دھوکے میں خط اُسکا | تقدیر سے تھا غیر بھی ہمنام ہمارا
مرتے ہی گئے بھول ہمیں واہ رے الفت | اب یاد کسی کو نہ رہا نام ہمارا
کچھ اور خصوصیت ہستی نہ تھی ہم میں | ہاں عشق سے دُنیا میں رہا نام ہمارا
اب تنگ بتوں سے ہے بہت تیری خدائی | لیجائے خدا تک کوئی پیغام ہمارا
جو چاہے وہ دے زور نہیں اُسکی عطا پر | تکلیف ہماری ہے نہ آرام ہمارا

کیا عشق میں اب سعیِ وفا کیجئے قرباں
مایوس بہت ہے دلِ ناکام ہمارا

تیرے کوچہ میں جو سودائی کوئی آجائیگا | پھاڑ کر اپنا گریباں سوئے صحرا جائیگا

رفتہ رفتہ جانِ مضطر کو سکوں آجائیگا
بیکلی کم ہوگی جتنا درد بڑھتا جائیگا

دلفریبی کھینچتی ہے دہر کی اپنی طرف
پھر بھی دامانِ عدم ہمسے نہ چھوڑا جائیگا

یہ ہجومِ غم یہ ہنگامہ ملال و یاس کا
دلمیں جو ارمان آئیگا وہ کچلا جائیگا

ذرہ ذرہ خاکِ صحرا کا بنیگا شکلِ یار
دھیان لے مجنوں جو تیرا سوئے صحرا جائیگا

یہ مریضِ عشق ہے اچھا کبھی ہوتا نہیں
ہوکے شرمندہ یہاں سے تو مسیحا جائیگا

تونے بے تابی بڑھادی اور آکر نزع میں
تیرا کشتہ قبر میں بھی اب تڑپتا جائیگا

بختِ خفتہ جاگ اُٹھے گا تیرے دیدار سے
خواب میں بھی تو اگر میرے کبھی آجائیگا

تجکو اے **قرباں** نہ ہوگا وصل اُس بُت کا نصیب
ساتھ لیکر قبر میں تو یہ تمنا جائیگا۔

خیالِ یار تو ہی رحم کر تڑپا نہیں جاتا
کہ اُن سے تو شبِ وعدہ یہاں آیا نہیں جاتا

جسے ہو آرزو۔ اُنکی وہ جائے اُن کے کوچہ میں
کبھی پیاسے کی جانب خودبخود دریا نہیں جاتا

جھپک جاتی ہیں آنکھیں اُنکی جلووں کی شعاعوں سے
نہیں خورشید وہ۔ اُنکو مگر دیکھا نہیں جاتا

ہمارا جانا۔ آنا کسطرح ہو بزمِ جاناں میں
کہ اب مدت سے نامہ بھی نہیں آتا نہیں جاتا

عدو کی ساتھ آتا ہے عدو کی ساتھ جاتا ہے
کبھی تنہا نہیں آتا کبھی تنہا نہیں جاتا

یہ کثرت ضعف کی ہے۔ اب یہ ہے بیمار کی حالت
کہ ابتو در سے بھی شامِ غم اُٹھا نہیں جاتا

ہوا بدنام گھر چھوٹا رہا صحرا نشیں ہوکر
مگر مجنوں کے دل سے دھیان لیلیٰ کا نہیں جاتا

کسی کے حال پر کیا دیکھکر حسرت کریں اے دل
خود اپنا حال اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں جاتا

بہت تدبیریں کی **قرباں** کرڈالے جتن لاکھوں
خیال اُنکا مگر دل سے نہیں جاتا نہیں جاتا

آپ کو محفلِ اغیار میں کیسے دیکھا
آپ نے بھی مرا دل اور کلیجا دیکھا

اپنی ہستی میں تجھے انجمن آرا دیکھا
جب نہ اُٹھتے ہوئے یہ ظاہری پردا دیکھا

باغِ عالم میں نیا روز تماشہ دیکھا
ایک ہنگامہ بہار اور خزاں کا دیکھا

جاکے ہم بزم میں سو بار اُنھیں دیکھ آئے کلیم
طور پر آپ گئے تھے تو وہاں کیا دیکھا

سوکھتے ہم نے سمندر کو تو دیکھا اکثر
خشک ہوتے نہ کبھی عشق کا دریا دیکھا

وہ بھی تو بھول گئی یاد ہمارے گھر کی
موت کا ہم نے بہت ہجر میں رستہ دیکھا

دل سے آواز نمودار ہوئی مثلِ جرس — قیس نے دُور سے جب ناقۂ لیلےٰ دیکھا
مثلِ یعقوب نہیں کھولتی آنکھیں اپنی — آج کیا خواب بتا تو نے زلیخا دیکھا
حسن افسانہ و تشہیر کا پابند نہیں — اِسے سو پردوں میں ہوتے ہوئے رسوا دیکھا
چُن لیا اُن کی محبت کی نگاہوں نے اُسے — دل میں جب کوئی کھٹکتا ہوا کانٹا دیکھا
کیا گلہ کیجے اغیار کی خود غرضی کا — ہم نے اپنوں کو بھی دنیا میں نہ اپنا دیکھا

جوشِ عشق میں پھر اُن کا اُبھرنا کیسا۔
خاکِ قربانؔ سے اُٹھتے نہ بگولا دیکھا

وہ قتل کرکے سر بگریباں ضرور تھا — مغموم تھا ضرور پشیماں ضرور تھا
اے قیس گو وجود عبث تھا ترا مگر — آباد تیرے دم سے بیاباں ضرور تھا
وحشت میں میرے ہاتھ نہ خالی کبھی رہے — دامن نہ تھا اگر تو گریباں ضرور تھا
حیرت گہ جہاں کا میں بھولا ہوں رنگ ڈھنگ — اتنا ہے صرف یاد کہ حیراں ضرور تھا
خلوت میں اپنی تھا میں اکیلا شبِ فراق — دل میں ہجوم حسرت و حرماں ضرور تھا
سینے میں تا بہ عمر ہمیشہ خلش رہی — پہلو میں دل نہ تھا تیر اپیکاں ضرور تھا
کچھ داغ کے چراغ تھے کچھ حسرتوں کی خاک — تربت میں اپنے ساتھ یہ ساماں ضرور تھا
عظمت نہ کیوں نگاہ میں ہو قیس نجد کی — وحشی وہ تھا نہ تھا مگر انساں ضرور تھا

داغوں کی روشنی ہو کہ ہو جگنوؤں کا فیض۔
قربانؔ میری لحد پہ چراغاں ضرور تھا

دہر میں یہ تسا بھی دشوار ہے انساں ہونا — خود ہی کرنا ستم اور خود ہی پشیماں ہونا
نفس جب ملتا ہے کرتے ہیں معاصی یہ بھی — ہے فرشتوں کو بھی مشکل بہت انساں ہونا
آنکھ کھولی تو ہے اے پیکرِ خاکی تو نے — دیکھکر رونقِ دنیا کو نہ حیراں ہونا
تجھے الزام میں دیتا نہیں اے دستِ جنوں — میری تقدیر میں تھا بے سر و ساماں ہونا
دیر ہوتی ہے چلے آؤ ذرا لاشہ پر — دفن ہو لوں تو پھر آراستہ اے جاں ہونا
آگئی موت اور آپ آتے رہے تیغ بکف — میری قسمت میں نہ تھا آپکا احساں ہونا
منزلِ عشق میں تم گر میرے ہمراہ رہو — راہِ اُلفت کا بہت سہل ہو آساں ہونا
غیر کی آنے نہ دیتا میں کبھی پاس ہوا — ہوتا قسمت میں اگر تیرا نگہباں ہونا

عشق صادق ہے جنھیں اُنکی یہی صورت ہے
دیکھکر شکل کو قرباں کی نہ حیراں ہونا

ایک دن برباد تیرا آشیاں ہو جائیگا
عندلیب خستہ دل نذر خزاں ہو جائیگا

جب کرو گے غور تم میری وفائے عشق پر
میری الفت کا نتیجہ خود عیاں ہو جائیگا

قتل کر دوں غیر کو میں تو بہ آسانی ابھی
میری جانب سے مگر وہ بدگماں ہو جائیگا

داستاں اپنی سنانے جب میں بیٹھوں گا کبھی
ہے یقیں مجکو عدو بھی ہمزباں ہو جائیگا

جب دھواں اُٹھے گا میرے سینۂ پرسوز سے
آسماں اک روز زیر آسماں ہو جائیگا

ہیں تو کھلکر آہ بھی کرتا نہیں اس خوف سے
آشکار اغیار پہ سوز نہاں ہو جائیگا

اپنی بربادی کی ہم نے جب کبھی فریاد کی
پتہ پتہ گلستاں کا آشیاں ہو جائیگا

نیت صیاد ہے مدت سے میری گھات میں
ایکدن ویران میرا آشیاں ہو جائیگا

یاد کرتے کرتے اے قرباں اُس بے مہر کی
ختم یوں ہی لیتے لیتے ہچکیاں ہو جائیگا

ایک ہی ٹیس اُٹھی تو جو ہمیں یاد آیا
پھر نہ قابو میں ہمارے دل ناشاد آیا

مجھ سے کہتے ہیں نہ بولونگا کبھی پھر تجھ سے
اب زباں پر جو تیری شکوۂ بیداد آیا

ایسے کچھ۔ اور ہی عالم ہے تکلم کا میرے
یوں تو جنبش میں ہے اکثر لب فریاد آیا

جان بھی ڈالدے یہ پیکر تصویر میں کاش
کھینچنے کو تیری تصویر ہے بہزاد آیا

تیری جنت ہے مگر تو ہے کسی اور کی ملک
یہ تیرے دھیان میں اُسوقت نہ شداد آیا

آج بھی ہم یوں ہی ناکام چلے مقتل سے
نہ وہ آئے نہ اجل آئی۔ نہ جلاد آیا

یہی کہتا ہے ۔۔ سنتا نہیں میری لیکن
کس ستمگر پہ الٰہی دل ناشاد آیا

ساری دُنیا میں ہوئے میرے فسانہ مشہور
رحم تجھکو نہ مگر بانئے بیداد آیا

حشر یاران چمن میں ہوا برپا قرباں
لیکے گلشن میں قفس جب میرا صیاد آیا

اب کیا کروں کہ میں کسی قابل نہیں رہا
دل مانگتے ہیں پہلو میں جب دل نہیں رہا

آنکھیں ملا کے ہائے مجھے قتل کر دیا
انسانیت کا پاس بھی قاتل نہیں رہا

لیلیٰ اسی میں بیٹھ کے کر سیر روز حشر
باقی ہے چشم قیس جو محمل نہیں رہا

کہا کہا کے رنج اور الم ہو گیا خفیف — پہلا سا میرے پہلو میں اب دل نہیں رہا
تیرے فراق نے مجھے بے خود کیا مگر — اس بیخودی میں تجھ سے میں غافل نہیں رہا
تعریف بجلیوں کی جو کرتے ہیں آج آپ — دُنیا میں کیا کوئی دلِ بسمل نہیں رہا
مشکل سے میرے سامنے آکر جمے رقیب — مغرور حق کے سامنے باطل نہیں رہا
بے پوچھے ہم نے عشق میں کیوں کہدیا قدم — کچھ بھی خیالِ وسعتِ منزل نہیں رہا

پتھر ہے طور جب پہ تجلی ہے یار کی
قربان تیرے پہلو میں کیا دل نہیں رہا

میری تشخیصِ مرض سے دنگ جالینوس تھا — مر گیا تو کہدیا قیلوس تھا کیموس تھا
عفو کر کے میرے عصیاں رحمتِ حق نے کہا — فضل سے میرے تو بندے کس لئے مایوس تھا
اپنے پہلو میں چھپانا تھا ضیائے حسن کو — عشق تیرا شمع تھا اور دل میرا فانوس تھا
نامہ بر میرے کبوتر کو کیا بے خوف ذبح — وہ یہ سمجھے اہلِ وحشت کا کوئی جاسوس تھا
دیکھ کے محفل میں تجکو درد میرا بڑھ گیا — تھا یہ پہلے بھی مگر ناقابلِ محسوس تھا
اُن کی قبروں کا نشاں بھی ہائے اب ملتا نہیں — جنکے قبضہ میں کسیدن روس تھا اور طوس تھا
زخمِ الفت کا نمایاں سوزِ دل نے کر دیا — داغِ دل میرا بشانِ پنجۂ طاؤس تھا
لاکھ سمجھایا نہ چھوڑا غیر سے ملنا مگر — کیوں نہیں تجکو خیالِ ذلتِ ناموس تھا

تھا سہارا زندگی کا صرف دُنیا میں یہی۔
رحمتِ حق سے میں اے **قربان** کب مایوس تھا

ہر اک گردش سے اُسکی گردشِ تقدیر ہے پیدا — نیا دُشمن ہوا اپنا یہ چرخِ پیر ہے پیدا
میری خواہش جو ہوتی ہے یہ کرتی ہے خلاف اُسکے — نرالی میری دنیا سے ہوئی تقدیر ہے پیدا
رقیبِ روسیاہ سے دوستی مطلب کو گانٹھی ہے — نئی یہ تجھ سے ملنے کی ہوئی تدبیر ہے پیدا
تمہارا خون پروانو نہ ہوگا رائیگاں ہرگز — برائے شمع بھی اب ایک نیا گلگیر ہے پیدا
کوئی سودائی کہتا ہے کوئی خبطی بتاتا ہے — نئی شکلوں سے عشقِ عاشقِ دلگیر ہے پیدا
پریشاں راتدن دل کو بخارِ آہ رکھتا ہے — بدن میں جب سے الفت کی تری تبخیر ہے پیدا
غلط سائنس کہتی ہے ضیا سورج سے پاتا ہے — رُخِ روشن سے تیرے ماہ کی تنویر ہے پیدا
تمہارے ظلم کا اب تم سے بدلا خوب لے لونگا — سنبھل جاؤ دُعاؤں سے مری تاثیر ہے پیدا

دلِ مجروح کی ہے داستاں قرباںؔ اک نشتر
لبِ ہر زخم سے گویا زبانِ تیر ہے پیدا

تیرے ستم کا خنجر پھر مجھ پہ کیوں چلا تھا
حسرت میں تیری میں تو اے دوست مبتلا تھا

کس طرح نیند آتی آخر مجھے شبِ غم
پہلو میں دل بھی کوئی معشوق چلبلا تھا

کچھ طور پر کسی کو دی تھی کسی نے دعوت
کچھ دیکھتے ہی کوئی بیہوش ہو گیا تھا

بیمارِ غم کی تم نے اپنے سنیں نہ باتیں
اک آرزو تھی لب پر اک دل میں مدعا تھا

جو دم چرا کے بھاگا۔ وہ غیر ہی تھا ظالم
دی اپنی جان میں نے میرا ہی حوصلا تھا

مسجد سے شیخ صاحب کل یوں گئے نکالے
تسبیح ہاتھ میں تھی۔ کاندھے پہ بوریا تھا

دامن ریا کا میں نے دھویا ہے موجِ مے سے
میں اب بنا ہوں میکش پہلے تو پارسا تھا

امید ہے وفا کی اس سے فضول اے دل
وہ کس کا آشنا ہے وہ کس کا آشنا تھا

قرباںؔ سے نہ ممکن ضبطِ الم ہوا جب
چپکے سے جان دیدی تو مردِ باحیا تھا

Zahur Ahmad Khan
Haran maran

ان بتوں پر کہیں اے دل نہ فنا ہو جانا
کہ یہ اک کھیل سمجھتے ہیں خدا ہو جانا

اب تو شوخی کے بہانے سے مرے گھر آ جاؤ
پھر مرے پہلو میں تصویرِ حیا ہو جانا

وہ مرا انتقام کے دل آہ بہ لب رہ جانا
وہ ترا میری نگاہوں سے جدا ہو جانا

چین پاتا ہے جو دنیا سے گذر جاتا ہے
کہ فنا ہونا ہے دراصل شفا ہو جانا

ہمکو اب زیست کی دنیا میں نہیں ہے خواہش
عشق سے سیکھ لیا ہم نے فنا ہو جانا

کسطرح ہو گا بتوں کا وہ پرستار کہیں
جسنے خود اپنی ہی ہستی کو خدا ہو جانا

وہ میرے خونِ تمنا میں نمودِ طوفاں
اور وہ آپ کا مصروفِ فنا ہو جانا

جان لیکر مری یہ ان سے ملا دیگا سبب مجھے
درد کو آج ہے منظور دوا ہو جانا

غیر ممکن نہیں قرباںؔ گدا ہو سلطاں
اور سلطان کا دم بھر میں گدا ہو جانا

بتکدہ کے لئے اللہ کا گھر چھوڑ دیا۔
راہ میں کعبہ تو آیا تھا مگر چھوڑ دیا

غیر کے پہلو میں جب راتکو وہ سوتے تھے
تو نے کیوں چیخنا اے مرغِ سحر چھوڑ دیا

الاماں کی ہیں فلک سے بھی صدائیں پیدا
آج ظالم نے کدھر تیرِ نظر چھوڑ دیا

چین سے محفل دشمن میں وہ ہوتے ہیں شریک
جب سے نالوں نے مرے اپنا اثر چھوڑ دیا

کی یہ صیاد نے دانستہ قفس میں غفلت
جو مجھے لیکے اُڑا تھا وہی پر چھوڑ دیا

آب الطاف سے تمنے نہ جو سینچا اسکو
نخل اُمید نے دینا ہی ثمر چھوڑ دیا

کیا ستم تو نے یہ تیر نگہ یار کیا
دل میرا چھید لیا اور جگر چھوڑ دیا

آبرو عشق کی تھی صرف عنایت سے تری
ساتھ کیوں لی تو نے میرا دیدۂ تر چھوڑ دیا

جسپہ تھا ہستیٔ مغرور کو نازاے قرباں
رُوح نے آج وہ کاشانہ وہ گھر چھوڑ دیا

جو تیرا میسر نہ دیدار ہوگا۔
تو جینا محبت میں دشوار ہوگا۔

کماں سے جو نکلیگا تیری نگہ کی
وہی تیر دلسے میرے پار ہوگا

ہمیں تو نہیں یاد سے اُنکی فرصت
جو بیکار ہوگا وہ باکار ہوگا

جسے تم پلا دوگے ہاتھوں سے اپنے
وہ پھر تا قیامت نہ ہشیار ہوگا

وہ ہمراہ لائینگے اپنے عدو کو
خبر کیا تھی گل بھی تجھے خار ہوگا

سنواری ہیں صیاد نے اپنی زلفیں
نیا مرغ کوئی گرفتار ہوگا

مرے بعد اے یوسف مصر خوبی۔
تیرے حسن کا سرد بازار ہوگا

پریشان مجھسا زمانہ میں کوئی
مسیحا نے دیکھا نہ بیمار ہوگا

نہ قرباں دیکھ اُن کے چہرہ کی جانب
نگاہوں سے میلا وہ رخسار ہوگا

ہو حاصل جس سے کلفت بے عبث وہ جستجو کرنا
بتوں کے وصل کی ہرگز نہ اے دل آرزو کرنا

تصور میں مرے خاموشیوں سے لفظ پیدا ہیں
تو کیا تصویر اُنکی جانتی ہے گفتگو کرنا

رفوگر سوزن الفت نہ جبتک پاس ہو تیرے
نہ تو زنہار مرے چاک دامن میں رفو کرنا

اُسے معلوم ہے جب حال میری تشنہ کامی کا
تو بے ساقی سے ناحق خواہش جام و سبو کرنا

نماز میت بسمل ادا کرنی ہے گر تمکو
تو بے در کار ہے بہتے خون سے اسکے وضو کرنا

دہن کی فکر تحقیق کمر تحصیل حاصل ہے
جو عنقا ہو تو لاحاصل ہے اسکی جستجو کرنا

یہ پتھر ہیں خدا نے ان کو قدرت بنایا ہے
کہیں نرمی سے آتا ہے بتوں کو گفتگو کرنا

خدا جب دلمیں ہے زاہد عبث ہے پھر تلاش اُسکی
جو ہوتے حاصل ہو۔ ہے بیجا اُسکی جستجو کرنا

تو قربانؔ جاؤں کس سے سیکھا ہے بتاؤ تو
نہالِ آرزو کو بے نیازِ رنگت و بو کرنا

سوزشِ عشق اگر پھونک دے خرمن میرا
آئیں موسیٰ بھی کبھی دیکھنے ایمن میرا

سوزِ غم میں بھی ہے یک گونہ تجلّی کا ظہور
جل نہیں سکتا تری آگ سے خرمن میرا

اے رفوگر رہی زخموں پہ توجہ تیری
کبھی آنچل سے سیا اُن کے نہ دامن میرا

سو دفعہ اسمیں نظر آئی نئی ایک بہار
سو دفعہ نذرِ خزاں ہو گیا گلشن میرا

یاد کرتا ہے مجھے اب بہت افسوس کیساتھ
مر کے گویا ہے دلِ دوست میں مدفن میرا

جسکا گلزار ہے مالک ہے وہ ہی اُن کا بھی
آشیاں پر مرا قبضہ نہ نشیمن میرا

کبھی گلزار میں تجھ پر بھی گرے گی بجلی
باغباں پھونک دے ہنس ہنس کے نشیمن میرا

آہ اتنا نہ ہوا ۔ فاتحہ پڑھتے جاتے
سو دفعہ اُن کو ملا راہ میں مدفن میرا

دامنِ آلودہ جو ہو گا وہ ڈریگا قربانؔ
مجھے کچھ خوف نہیں پاک ہے دامن میرا

چشمِ سفید بینا کرتا ہے نور تیرا
ظلمت کا ہے اُجالا رنگِ ظہور تیرا

طالع ہوا ہے نورِ خالق سے نور تیرا
ایجادِ خلق سے تھا پہلے ظہور تیرا

پڑھکر درود ہر دم لیتے ہیں نام اقدس
جن و بشر ملایک غلمان و حور تیرا

پاتے ہیں رنگ و خوشبو تجھسے ہی غنچہ و گل
کرتے ہیں ذکر ہر دم وحش و طیور تیرا

محبوبِ پاک ہو کر بار دو کون تو نے
کس حسن سے اُٹھایا دیکھا شعور تیرا

کس طرح بار ور پھر یہ نخلِ طور ہوتا
ہوتا اگر نہ اُس میں پیوند نور تیرا

ظلمت مٹا کے تو نے کی رہنمائی سبکی
ہے شور شش جہت میں نزدیک و دور تیرا

تجھ پر درود بھیجیں کیونکر نہ جن و انساں
مداح جبکہ خود ہو ربِ غفور تیرا

قربانؔ تمکو اتنی جب مقدرت ہے حاصل

حج کو جو تو نہ جائے یہ ہے قصور تیرا

جنت کی آرزو ہے نہ خطرہ جحیم کا — امیدوار ہوں ترے لطفِ عمیم کا
تشنہ ہوں ایسے سرورِ کوثر تسنیم کا — ہو سرو جسکے نام سے شعلہ جحیم کا
چالیسویں برس جو نبوت انہیں ملی — احمد احد میں فرق رہا ایک میم کا
میں آستانہ بوس درِ مصطفےٰ کا ہوں — کھٹکا نہیں ہے حشر کے امید و بیم کا
ہوں جب سے تیری چاندی صلی اللہ کا مدح خواں — پھیلا ہے نورِ ساحری طبع و سلیم کا
لیجائے گا اڑا کے مزارِ رسول تک — آیا اگر مدینہ سے جھونکا نسیم کا

اندیشہ کیا ہے تابش خورشید حشر کا
قرباں تیرے سر پہ ہے سایہ کریم کا

ہوا جولانیوں پر ابر جس دم تیری رحمت کا — ترشح سے لبوں تک بھر گیا دریا شفاعت کا
گرے بت کعبہ میں اور قصر کسریٰ کو ہوئی لغزش — عرب سے تا عجم جب غل ہوا اُسکی ولادت کا
ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ ہیں رکن دیں حق کے — ہوا مسدود اُن سے راستہ کفر و ضلالت کا
ہوئے ہر چند پہلے انبیا و مرسلیں لاکھوں — ملا ہے سب سے بڑھکر آپکو رتبہ رسالت کا
ملا تھا سید کونین کو ہر طرح کا رتبہ — ولایت کا۔ رسالت کا۔ مروت کا۔ سخاوت کا
ہوا خواہ غلامانِ محمدؐ ہوں تعجب کیا — ملے میری دعا کو عیب سے درجہ اجابت کا

رہے سر زیر پائے زائرانِ مرقد اقدس
تو اے قرباں باعث ہو ہماری فخر و عزت کا

صلِ علی وہ روئے منور حضور کا — بے نور جسکے سامنے شعلہ ہے طور کا
بعد از نمازِ صبح پیمبر کی مدح لکھ — اے دل بہ ہوش باش کہ ہے وقت نور کا
تنہا میں ایک واصفِ خیر الامم نہیں — ہر دم یہی وظیفہ ہے وحش و طیور کا
شوقِ زیارتِ شہ دیں میں ہے بیقرار — کیا پوچھتے ہو حالِ دلِ ناصبور کا

طغیانیِ گناہ سے قرباںؔ نہ خوف کر
کیا نام پاک بھول گیا تو غفور کا

مداحِ خاص ہوں میں رسالت مآب کا
پھر کیوں مرا کلام نہو آب تاب کا

نبیوں کے درمیاں میں ہمارا نبی ہے یوں
جس طرح نور ذروں میں ہو آفتاب کا

پرسش کے وقت پیش کرونگا نبی کی نعت
ڈر باز پرس کا ہے نہ خطرہ حساب کا

پھر کیوں نہ خاتم الشعرا ہو مرا لقب
مداح ہوں میں ختم رسالت مآب کا

قرباںؔ کو اُس تپش سے بچانا شہِ اُمم
ایک نیزہ پر عروج ہو جب آفتاب کا

درِ احمد پہ ہو یہ سر ہمارا
ہم اُس در کے گدا وہ در ہمارا

کسے خلدِ بریں کی آرزو ہے
مدینہ میں رہے بستر ہمارا

مریں یثرب میں گر خوش قسمتی سے
تو ہو خلدِ بریں میں گھر ہمارا

تعجب کیا اگر ہو بخت یاور
رہے چوکھٹ پہ تیری سر ہمارا

چلے آئیں وسیلہ ہو نہ جنکا
شفیعِ کل ہے پیغمبر ہمارا

بغیر از آستاں بوسیِ حضرت
نہ ٹھہرے گا دلِ مضطر ہمارا

چلیں قرباںؔ قدموں میں نبی کے
وسیلہ ہے وہ ہی بہتر ہمارا

گر اُس کو تیرا حکم ہدایت پکارتا
ابلیس دم نہ سجدۂ آدم میں مارتا

آتا ہے مومن آپ کی اُمت سے جب کوئی
پھرتا ہے باغِ خلد کو رضواں سنوارتا

ہوتیں قیودِ شرع نہ گر مانعِ نیاز
نقشِ قدم پہ دل کو میں صدقہ اُتارتا

ہوتا اگر نہ باعثِ ایجادِ خلق وہ
لولاک کہہ کے اُسکو خدا کیوں پکارتا

سوئے مدینہ ہند سے اُڑ چل کسی طرح
ہر دم یہ اشتیاق ہے دل کو اُبھارتا

ہوتا خیال تیرا نہ قربانؔ کو گر مدام
کیوں کر وہ اپنی عمر دو روزہ گذارتا

کرم ہے سایہ گستر ہم پہ اُس ممدوحِ عالم کا — شفیعِ انس و جاں جو فخر ہے حوّا و آدم کا
لقب ہے رحمت العالمین سلطانِ عالم کا — سفارش سے اُسکی حق نے بخشا جرم آدم کا
گیا اک پل میں بامِ عرش پر معراج ہوا جبکہ — وہ پھر اک پل میں آ کر عرش سے خورشید سا چمکا
میں ہوں تشنہ ترے دیدار کا اے سرورِ عالم — ہو میری روح تازہ گر پیوں اک قطرہ زمزم کا
برائے غسلِ جسمِ اطہرِ محبوب جنت سے — اُتر آیا ہے کوثر آپ چشمہ بنکے زمزم کا
خدارا دیجئے تسکیں نوازش اپنی فرما کر — کہ زخمی دل نگاہِ لطف سے طالب ہے مرہم کا
گدائی کوچۂ احمد کی یارب کر عطا مجھکو — طلب تختِ سکندر کی نہ ارماں ساغرِ جم کا

پلائینگے تجھے قربانؔ نبی دستِ مبارک سے
جناں میں جام کوثر کا جہاں نہیں آبِ زمزم کا

دل حبیبِ کبریا کے رخ پہ مائل ہو گیا — ذرۂ ناچیز بھی خورشید کامل ہو گیا
خنجرِ عشقِ محمد سے جو بسمل ہو گیا — گر یقیں ہے دل شہیدِ دیں میں تو داخل ہو گیا
ہو منو جس نے کیا عشقِ نبی سے انحراف — خبثِ باطن سے وہ عاقل بنکے غافل ہو گیا
جب سے ساقی نے بھری اس میں مئے حبِ نبی — پاک ساری گندگی سے شیشۂ دل ہو گیا
اے زہے قسمت صلہ میں مدحتِ سرکار کی — ہم کو گھر بیٹھے ریاضِ خلد حاصل ہو گیا

جائیگا بے توشہ پیشِ حق تو قربانؔ دیکھنا
نام سے اُن کے جو وقتِ نزع غافل ہو گیا

آہ اک کیف نیا ہے مرے جذبات میں کیا — کچھ تو کہہ مجھ سے حلاوت ہے تری بات میں کیا
میری تصویر سے تصویرِ عدو کا کیا میل — فرق معلوم نہیں آپ کو دن رات میں کیا
دیکھ لو دیکھ لو بگڑے ہوئے آئے ہو جگر — اب بھی شک رکھتے ہو تم میری کرامات میں کیا

اپنی صورت کاہیں دیکھئے صدقہ جلدی
ٹھہرا دینا ہی تو پھر دیر ہے خیرات میں کیا

اسطرح کے تو بہت رنگ ہیں دیکھے ہمنے
رنگ دکھلاتا ہمیں سبزہ ہے برسات میں کیا

غیر کیطرح مرے گھر بھی چلا آ اک دن
فرق آجائیگا اس سے تری اوقات میں کیا

جسکی نظروں میں ہوں ساقی ازل کے جلوے
جی لگے اُس کا بھلا دیر و خرابات میں کیا

حال کا حال سنا گیا ہے گذرتی تجھ پر
رکھا قربان ہے ماضی کی حکایات میں کیا

ردیف ب

بلبل ہماری رائے مین وہ گل بھی بدنصیب
جو غور سے ترانہ سُنے غل بھی بدنصیب

صیاد اور خزان کے ہوے نذر باغ مین
بلبل بھی بدنصیب ہے اور گل بھی بدنصیب

آسے اگر نہ کام کسی کے بہار مین
ریحان بھی بدنصیب وہ سنبل بھی بدنصیب

میرے نصیب میں نہیں جب ان کی صحبتیں
مینا بھی بدنصیب ہے قلقل بھی بدنصیب

برق خزان نے کردیا چپ عندلیب کو
کرنے نہ پائی آہ ذرا غل بھی بدنصیب

شکوہ ہے اُس کو گل کا مجھے آپ سے گلا
میں ہی نہیں ہوں ایک ہے بلبل بھی بدنصیب

پینے پلانے والا نہ ہو میکدہ مین جب
ساغر بھی بدنصیب ہے اور گل بھی بدنصیب

دیتا ہے جب وہ ہر متوکل کو بے طلب
ہے بے نیاز رسم توکل بھی بدنصیب

قرباں جسے رہائی نہ ہو اس وبال سے
ہے وہ بلا گرفتہ کاکل بھی بدنصیب

وہ بت بے وفا خفا ہے اب
میرا حافظ فقط خدا ہے اب

کہہ چکے وہ کہ ہم نہین سنتے
اُن سے بے سُود التجا ہے اب

مین اب اپنا خدا کہوں کس کو
تو جو مجھ سے خفا ہوا ہے اب

دے چکا جب نصیب صاف جواب
آپ سے ہم کو کیا گلا ہے اب

جب ازل میں کیا نہ کچھ پردہ
مجھسے کیسی یہ پھر حیا ہے اب

بھید ناصح کھلے گا محشر مین
تو جو مشہور پارسا ہے اب

تیرے کہنے سے کی ہے خود تقصیر
تو بتا میری کیا خطا ہے اب

کل اسی کو ملے گی راہ بقا — تیری الفت میں جو فنا ہے اب

دیکھ قربان کہیں نہ پچھتائے

دل ترا مائل وفا ہے اب

ہے وہی فائز جو ہے کرتا ادب — چاہیئے بندہ کو مولا کا ادب

ہے جو خادم ہوگا وہ مخدوم بھی — چاہیئے خادم کو آقا کا ادب

کیوں نہ اس کی شرم رکھے گا خدا — جس نے رکھا ہے بزرگوں کا ادب

باادب ہوگا جہان مین بانصیب — ہاں بجا کرتا ہے یہ دعویٰ ادب

آگیا دنیا میں کیا انقلاب — باپ کا کرتا نہیں بیٹا ادب

بے ادب رحمت سے بھی محروم ہے — اور حقیقت در کرم ہے باادب

جائے پھر بہر تماشہ طور پر — سیکھ تو لے دیدۂ موسیٰ ادب

چونکہ یہ اسلاف کو محبوب تھا

ہے بہت قربان ہمیں پیارا ادب

کون ہے دنیا میں اب میرا حبیب — گر نہیں تو اے بُت رعنا حبیب

کیوں نہ ہو ہم کو سلیماں کا دماغ — ہے میسر تیری خاک پا حبیب

کسطرح عاشق کا دل مفتون نہ ہو — تیری ثانی ہی نہیں پیدا حبیب

اپنے عاشق کی کبھی پروا نہ کی — سنگدل دیکھا نہیں تجھسا حبیب

جب سے دیکھا ہے تجھے رہتا ہے اب — ہلکا ہلکا درد دل میں یا حبیب

دیکھئے لکھتے ہیں اب وہ کیا مجھے — خط میں میں نے انکو ہے لکھا حبیب

جس طرف جاتے ہین تجھ کو دیکھتے — سُنتے ہیں تیرا ہی ہم چرچا حبیب

تیرا اے قربان اس میں شک نہیں

سب سے اعلیٰ سب سے ہے اچھا حبیب

پیتے ہیں تیرے ہاتھ سے پیر مغاں شراب — ورنہ کہاں یہ ظرف ہمارا کہاں شراب

ساقی کی لاگ ہے نہ لگے میکدہ میں آگ — یہ بادہ کش اڑائیں نہ تیرا دھواں خراب

کرتا ہے روز بزم شفق میں کسی کو نذر — بھر بھر کے شام کو قدح آسمان شراب

ہین آج مست صحن چمن مین جو بلبلین — پھولوں نے کیا پلائی انہیں باغباں شراب

بلبل کی طرح خوب چہکتے ہیں ہو کے مست
بنتی ہے بادہ خواروں کی گویا زباں شراب

کرتی ہے یاد کیا کسی مست قدیم کو
شیشے میں آج لیتی ہے کیوں ہچکیاں شراب

اس شرط پر تو شیخ چلیں گے وہاں ضرور
ملجائے ہم کو روز میان جناں شراب

ہلکی سی ان کو لاکے پلا آج ساقیا
برداشت تیز کرتے نہیں ناتواں شراب

ساقی یہ تیری کم نگہی کا ملے جواب
برسائے کاش مینھ کی جگہ آسماں شراب

قرباں ہمارا ضبط بھی ہے عین مصلحت
کوثر پہ کیا پئیں گے جو پی لی یہاں شراب

پھر ہے کیا فصل خزاں گلشن میں آئینگے قریب
سوکھ کر گرتی ہیں کلیاں آشیانے کے قریب

میں قفس میں ہوں تو ہے محفوظ میرا آشیاں
ٹوٹ کر بجلی گری ہے آشیانے کے قریب

حرص نے آخر کیا اے ہمنشیں مجھکو اسیر
کیا خبر تھی دام بھی رکھا ہے دانے کے قریب

بادہ نوشوں کی رہیگی تجھ سے زاہد چھیڑ چھاڑ
میکدہ کھولا ہے تیرے آستانے کے قریب

دل کے بدلے چھد گیا سینہ تو اس کا غم نہ کر
تیر پھر بھی تیرا بیٹھا ہے نشانے کے قریب

جتنے تھے افکار دنیا کر دیئے سب ہمنے ترک
اب تو خالی ہاتھ ہیں ہم جلد جانے کے قریب

زحمت صیاد سے بچنے کی یہ تدبیر ہے
اک قفس بھی ہم بنالیں آشیانے کے قریب

باد صرصر نے اڑی افسوس ان کی تازگی
جب ہوئے گلشن میں غنچے رنگ لانے کے قریب

بیٹھ جا تیار ہو کر جلد سے اے قرباں تو
کاروان عمر ہے اب تیرا جانے کے قریب

یار پہلو میں میرے تو آ شتاب
ورنہ دم نکلے گا اب میرا شتاب

دیکھنے سے حسن کے ساقی کیف ہو
بھر کے ساغر میں تو ایسی لا شتاب

شاق ہے تیری جدائی شاق ہے
اب دکھادے اپنا تو جلوہ شتاب

راہوار زیست کتنا تیز ہے
عمر کاٹے کر لیا رستہ شتاب

تیغ ابرو سے خدنگ چشم سے
زندگی کا دو چکا جھگڑا شتاب

ہو نہ قاتل کی کہیں رسوائیاں
دفن کر دینا میرا لاشہ شتاب

اس تلون کی نہیں ہے کوئی حد
تم کو آتا ہے بہت غصہ شتاب

ہاتھ پھیلائے کھڑا قربان ہے
دے تو اس کا مدعا مولا شتاب

باعث تکلیف ہے اے دل یہ تیرا اضطراب
صورت سیماب کیوں ہے تو سراپا اضطراب

اے دل بیتاب یہ دن رات فریاد و فغان
ہم سے تو دیکھا نہیں جاتا ہے تیرا اضطراب

کام اپنے وقت سے پہلے نہیں ہوتا کبھی
کیوں دکھاتا ہے ہمیں ایدل تو اتنا اضطراب

رات بھر بےچین رکھتا ہے شب فرقت مجھے
یوں دکھاتا ہے قیامت کا تماشا اضطراب

انکی محفل میں بھی اے دل کچھ نہیں آسودگی
ایک دن کر کے رہیگا تجھکو رسوا اضطراب

اضطراب قیس کا گر کچھ نہیں اسپر اثر
نجد میں جانے کا کیوں کرتی ہے لیلی اضطراب

تیری قسمت مین ہے لکہا وہ ترا ہوگا غلام
فرقت یوسف میں ناحق ہے زلیخا اضطراب

چھوڑ دیں چارہ گری اور آپ خود ہوں مضطرب
دیکھ لیں دل کا جو میرے آکے عیسی اضطراب

ایک لمحہ مین بدلتے ہین ہزاروں کروٹین
آپ کا قربانؔ دیکھا ہے نرالا اضطراب

غم گوارا ہے مجھے اور ہے کلفت مرغوب
فطرتاً ہی میرے دلکو نہیں راحت مرغوب

اسکے بھوکے ہین اسی کی ہے تمنا دلمیں
ہمکو دنیا میں ہے بس حسن کی دولت مرغوب

آپ جس حال میں رکھین ہو وہی حال پسند
ہمکو مرغوب ہے کلفت نہ ہو راحت مرغوب

لطف سوزش میں ہے جو کیف وہ مرہم مین نہیں
کسی صورت نہیں تسکین جراحت مرغوب

یہ مذاق اپنا ہے اپنی ہے طبیعت منعم
تجکو عشرت ہے اگر ہمکو ہے عسرت مرغوب

ایک نہ ایک نیا روز لگا و چرکا
زخم دل کی ہے اگر دیکھنی حالت مرغوب

جس جگہ تو ہو وہیں ہے ہمیں رہنے سے غرض
ہم کو دوزخ ہے پسند اور نہ جنت مرغوب

بعد مرنے کے ہی کہلائیں شہید الفت
مقصد عشق مین ہے ہمکو شہادت مرغوب

اُن کا دیدار وہاں ہوگا سُنا ہے قربانؔ
سب دنون میں ہے ہمیں یوم قیامت مرغوب

عدو کی طرح شگفتہ نصیب ہو یارب
ہمارے پاس ہمارا حبیب ہو یارب

کسی کا وصل میسر اسے بھی ہو جائے
قبول آج دعائے غریب ہو یارب

تو اس کی آبرو رکھ لے مجھے شفا دیکر
خفیف دل مین نہ میرا طبیب ہو یارب

ہماری زیست کٹی ساری رنج و عسرت مین
تو چند روز ہی عشرت نصیب ہو یارب

خزاں کا دور گلستاں سے ہو کبھی معدوم
چمن میں نغمہ سرا عندلیب ہو یارب

مداوا دردِ محبت کا جو میرے کردے | کوئی تو ایسا میسر طبیب ہو یارب
ترے ہی فضل کے محتاج تیرے بندے ہیں | امیر ہو وہ کوئی یا غریب ہو یارب
وہ میری طرح کبھی آشنائے کلفت ہو | عدو کو میرا مقدر نصیب ہو یارب

وہ ساتھ دیتا ہے قربان کی مصیبت میں
جدا نہ اس سے یہ حاجی حبیب ہو یارب

پاس کچھ تیرے نہیں ساماں غریب | کس طرح پھر ہوترا درماں غریب
قہر کے آگے ترے مولا میرے | کیا حقیقت رکھتا ہے انساں غریب
تیرے باعث آج اے دستِ جنوں | چاک ہو کر رہ گیا داماں غریب
کھا گئی مردے کا سب مٹی کفن | رہ گیا زیر لحد عریاں غریب
دیکھ کر دنیا کا انسان آئینہ | کسقدر ہے راتدن حیراں غریب
لے گئی بادِ خزاں شانِ بہار | بلبلیں ہیں باغ پر نازاں غریب
تو تو ٹھنڈا اجل کے پروانے ہوا | غم میں تیری شمع ہے گریاں غریب
خون ناحق کس طرح میرا کرے | ہے مصیبت میں تری مژگاں غریب

نام تھا قربان کے اوستاد کا
مولوی حاجی محمد خان غریب

دیکھ کر صورت تری اے ماہ پیکر آفتاب | گر پڑے گا تیرے قدموں پر تڑپ کر آفتاب
جستجو میں ہے تری اے ماہِ پیکر آفتاب | گرم رو راہِ طلب میں ہے برابر آفتاب
کون کرتا ہے جہاں میں ایسے آوارہ کی قدر | پوچھتا کوئی نہیں پھرتا ہے دن بھر آفتاب
آئیگا جسدم مرے داغ جگر کے سامنے | برف کی مانند بہ جائے گا گھل کر آفتاب
دیکھ کر صورت تری ایسا ہوا ہے منفعل | چھپ گیا ہے گوشۂ مغرب میں جاکر آفتاب
روئے پر انوار سے اُسنے اٹھائی جب نقاب | دیکھنے والوں نے سمجھا ہے زمیں پر آفتاب
گردش افلاک سے راحت نہیں ملتی اُنہیں | رات دن کھاتے ہیں چکر ماہ و اختر آفتاب
آسماں پر آہ کا شعلہ میری پہونچے اگر | خوف سے کانپے سرِ افلاک تھر تھر آفتاب
عارضِ روشن پہ اسکے بال ہیں بکھرے ہوئے | ہے نہاں ظلمات کے پردہ کے اندر آفتاب
جام میں قربان جب ساقی کا پڑجاتا ہے عکس | آبِ زر بنتا ہے بادہ اور ساغر آفتاب

ردیف۔ پ

شوخی سے وُہ فرماتے ہیں بیٹھا ہیں اگر چپ
واں غیر لگاتے ہیں حنا ہاتھ میں اُن کے
باقی ہیں ابھی سیکڑوں ارماں میرے لیکن
عقدہ نہ یہہ حل ہو سکا اور ہو گئی شب ختم
خوں میری تمنا کا نہ ہو جائے شب وصل
چھائی ہے گھٹا جلد پلا دے کہیں ساقی
ہے آہ نقط لب یہ تکلم نہ تبسم

خوش آتی نہیں ہم کو تری آٹھ پہر چپ
یاں پیتے ہیں ہم بیٹھے ہوئے خونِ جگر چپ
للّٰہ زباں بند کرا اے مرغ سحر چپ
ہیں وصل کا طالب رہا وہ رشک قمر چپ
اللّٰہ کسی طرح رہے مرغ سحر چپ
ہے کب سے اس امید پہ یہ تشنہ جگر چپ
بیٹھے ہیں وہ پاکر میرے مرنے کی خبر چپ

لرزاں ہے فلک شق ہے زمیں آہ سے میری
ہو جائے نہ قربان جہان زیر و زبر چپ

ہرگز نہ کریں میرے لئے فکر کفن آپ
اک جان مری اور کئی اُسکے ہیں دُشمن
ملنا ہے مجھے خاک میں لے چارہ گر آخر
کیا پھول کھلائے ہیں محبت کے اثر نے
خط غیر کو لکھد یتے ہیں بے غور کئے روز
اکدن بھی کلیجہ نہ کیا آپ نے ٹھنڈا
جب آپنے وعدہ نہ کیا ایک بھی پورا
مقصد میں یہ ناکام جو ہو جائے گا اپنے

مٹی سے بنا ہوں وہ چھپا لیگی بدن آپ
تقدیر۔ دل عشق زدہ خرخ کہن آپ
بھر جائے گا اک روز مرا زخم کہن آپ
دیکھیں تو ذرا آکے مرے دلکی لگن آپ
رہجاتے ہیں کاغذ پہ مرے دیکھ شکن آپ
غصہ سے ہمیشہ ہی رہے گرم سخن آپ
کیونکر نہ کہیں پھر کہ ہیں پیمان شکن آپ
ہو جائیگی کم آگ بھرے دل کی لگن آپ

صیاد کے گھر سیر قفس دیکھ تو لیتے
افسوس نہ قربان ہوئے مرغ چمن آپ

دیکھ کر دل کی مرے قاتل تڑپ
بیٹھے بیٹھے میں نے جب اک آہ کی
برق گر تجھ کو تڑپنا ہے ضرور

کہہ رہا ہے خود ہی اے بسمل تڑپ
ایک لمحے میں گئی محفل تڑپ
ہو کے میرے دل کی تو شامل تڑپ

آہ مجنوں نے کیا شاید اثر
کیوں گئی لیلےٰ پسِ محمل تڑپ

برق کی تو شوخیاں کچھ بھی نہیں
دیکھنی تیری ہے اب اے دل تڑپ

بے قراری آج کچھ اپنی دکھا
دیکھنے آئے ہیں وہ اے دل تڑپ

تجھ سا قاتل جبکہ لینے آئے جان
کیوں نہ اٹھے پر رگِ بسمل تڑپ

ان پہ ظاہر شوق ہو قربان کچھ
وجد میں آ کر سرِ محفل تڑپ

اب دیکھ رہے ہیں مرے نالوں کا اثر آپ
تھامے ہوئے آتے ہیں مرے پاس جگر آپ

رخشندہ ہیں دونوں کوئی ظاہر کوئی پنہاں
گردوں کا قمر اور ہے دل کے ہیں قمر آپ

میں چاند سے کہہ دونگا کہ روشن کرے مشعل
شام شبِ وعدہ مرے گھر آئے اگر آپ

دامانِ شب آیا نہ مرے ہاتھ میں افسوس
رخصت ہوئے جسوقت کہ ہنگام سحر آپ

جب روز کرم ہوتا ہے اغیار پہ پیہم
کرتے نہیں الطاف کی کیوں مجھ پہ نظر آپ

ایسا نہ ہو منکر ہو مسیحائی کی دنیا
لیتے نہیں کیوں اپنے مریضوں کی خبر آپ

جب بار محبت کا مری اٹھ نہیں سکتا
لچکاتے ہوئے چلتے ہیں کیوں اپنی کمر آپ

خوشبو کبھی پھولوں کی کہیں چھپ نہیں سکتی
ہوتا ہے کسی میں تو جھلکتا ہے ہنر آپ

دشوار ہے منزل سے قدم ہی نہیں ہٹتے
قربان بڑے ظرف کے گویا ہیں بشر آپ

ردیف ت

موت نے کر دی ہو جب برباد زیست
کس سے پھر جا کر کرے فریاد زیست

میں تو جب جانوں کہ حاصل ہے کمال
ڈال دے تصویر میں بہزاد زیست

دی ارادے نے ترے جنت بنا
لیکے آیا کیوں نہ تو شداد زیست

قلبِ شیریں پہ نہ ہو کچھ بھی اثر
تو دفعتہ دیدے اگر فرہاد زیست

زندہ ہیں اور شکر ہے اللہ کا
کٹ رہی ہے شاد یا ناشاد زیست

موت یاد آتی ہے مجکو اپنی روز
تو نہیں آتی ہے مجکو یاد زیست

کیوں نہ ظالم کردیا اُسکو رہا
قید میں بلبل نے دی صیاد زیست

دائمی مجھ کو سٹے پھر وصل دوست
ختم کردے جلد تو جلاد زیست

اس کے رہنے کی نہیں دنیا جگہ
جائے گی قرباںؔ عدم آباد زیست

فصل بہار آئی سُنا دے خوشی کی بات
صیاد کچھ فسانۂ گل کچھ کلی کی بات

موجود تیرے واسطے بھی ہے غمی کی بات
غافل نہیں ہے مرگ عدو کچھ خوشی کی بات

دنیا سے ہائے کیسے اُڑی دوستی کی بات
سنتا نہیں ہے کوئی مری بیکلی کی بات

دیوانے کو ستا کے ذرا اپنے دیکھ لو
سُننی اگر ہے آپ کو کوئی ہنسی کی بات

شکوہ کیا ہے مین نے مگر رنج کچھ نہیں
سنکے خفا ہوئے ہو عبث دل لگی کی بات

ہرگز نہ بات میری عدو سے کبھی کرو
منظور تم کو رکھنی ہے گر دوستی کی بات

آہ و بکا میں میں نے گذاری تمام رات
کب آسماں نے میری سنی بیکلی کی بات

اقرار کر رہا ہے فریب رقیب کا
لا مونھ چوم لوں کہ یہ ہی میرے جی کی بات

صدمہ ہوا ہے تجھ کو غلط بات سے اگر
دشمن سے کیوں سنی تھی لگی اور بجھی کی بات

اللہ کیا سمجھے میں قربان آپ کے
رونیکو میرے آپ نے سمجھا ہنسی کی بات

سنتا ہون پر بہار گلستاں میں آئی ہے
صیاد آج کوئی سنا دے خوشی کی بات

قرباںؔ بے نیاز ہی وہ اہل درد سے
سنتا نہین ہے دل سے کبھی وہ کسی کی بات

بھول بیٹھے راہ شاید رہبرانِ کوئے دوست
ہو گیا ملنا ہیں مشکل نشانِ کوئے دوست

مل گیا ان کو نشاں جو ہو گئے وہ بے نشاں
راہ میں یا ہو گئے گم رہروانِ کوئے دوست

بیخودی نے دوست کی منزل دکہا دی ہی جنہین
پوچھتے پھرتے ہین وہ ناحق نشانِ کوئے دوست

ٹھوکریں انکی جلاتی رہتی ہین ہر دم انھیں
مر کے بھی رہتے ہیں زندہ ساکنانِ کوئے دوست

دیکھ لیں گے اسکو بھی اسکی بدولت اے ندیم
بڑھ گیا باغ جناں گر درمیانِ کوئے دوست

سنگدل جتنا ہی یہ اتنا نہیں وہ سنگدل
بڑھ گیا ہے آسماں سے آسمانِ کوئے دوست

مرتے ہیں ناکام اور واپس نہیں آتے کبھی
کتنے غیرتمند ہیں یہ رفتگانِ کوئے دوست

گم نہ ہوگا صاف ہی اس کا پتہ اے نامہ بر
تربتیں پائے جہاں وہ ہی نشانِ کوئے دوست

تو فقط قربانؔ باقی ایک تنہا رہ گیا
رفتہ رفتہ مر گئے سب رہروانِ کوئے دوست

جان سے تو ہمیں ہے پیاری موت
اس سے ہم ہو گئے ہیں عاری موت

تیرے آنے سے ہم بہت خوش ہیں
لوگ کرتے ہیں آہ و زاری موت

اپنے مرنے سے جو کہ ڈرتے ہیں
زیست اپنی ہے انکو پیاری موت

روز آتی ہے یوں شبِ فرقت
جیسے کرے کسی سے یاری موت

اُٹھتے جاتے ہیں اپنے سب احباب
مر گئی ہے کہاں ہماری موت

اے رقیبو وہ امتحاں لیں گے
آج مقتل میں ہے تمہاری موت

پھر نہ آئے قضا زمانہ میں
زندگی سے جو کرے یاری موت

جتنے قربانؔ تھے رفیق ترے
لے گئی سب کو باری باری موت

میری آنکھوں میں رہو نورِ نظر کی صورت
یوں نہ آوارہ پھرو شمس و قمر کی صورت

ضبط کا درس لیا اس نے بھی اس سے ہمدم
بن گیا دل بھی مرا میری جگر کی صورت

بے نتیجہ ہی رہا عشق میں انجام تلاش
خوب چکر میں رہے شمس و قمر کی صورت

نارسائی ہے وہی اور وہی ناکامی
کبھی دیکھی نہیں نالوں نے اثر کی صورت

وصل کا تم نے جو بیمار سے وعدہ ہے کیا
یہ دوا وہ ہے جو دیکھے نہ اثر کی صورت

غیر کے گھر بھی تو اک روز چلی جا ظالم
دیکھ لی تو نے شبِ غم میرے گھر کی صورت

مرغِ دل ایسا بنائے تو نشیمن اپنا
شاخِ امید بڑھے شاخِ شجر کی صورت

اس تجسس میں کمر جھک گئی وقتِ پیری
دیکھی ہم نے نہ کبھی تیری کمر کی صورت

شبِ غم نورِ سویدا تھا کہ داغِ دل تھا
کیا چمکتا تھا یہ قربانؔ قمر کی صورت

فرقت میں اس مسیح جہاں کی جب آئی رات
پیغام ساتھ ساتھ قضا بھی لائی رات

تکلیف وہ فراق کی ہم نے اٹھائی رات
آنکھوں میں ہائے نیند نہ دم بھر بھی آئی رات

دن بھر خیال شب میں تڑپتے رہے ندیم
صورت جو اس نے خواب میں آ کر دکھائی رات

جلوہ سے اس نے گھر کو جو معمور کر دیا
چوکھٹ پہ میری کرتی رہی جبہ سائی رات

سُن سُن کے ان کو پیرِ فلک بھی لرز اُٹھا
مطلب کی بات کوئی نہ آنے دی درمیاں
کوثر پہ لطف لیتا رہا میں ظہور کے
سوتے میں ہوتی زلفِ پریشاں تری ضرور
جو کچھ کیا وہ وصل میں منظور تھا ہمیں

نالوں نے میرے کیسی پھر ہلچل مچائی رات
تم نے تو باتوں باتوں میں ساری اڑائی رات
ساقی یہ تو نے کیسی مجھے بھی پلائی رات
نالوں کو میرے کچھ بھی جو ملتی رسائی رات
دلبر ہمارے کرتے رہے وہ خدائی رات

قربان تیرے دھوکے میں کیسے وہ آگئے
آواز عنبر کی سی جو تو نے بنائی رات

مرجائے گا مرجائے گا بیمارِ محبت
بڑھتے چلے جاتے ہیں خریدارِ محبت
کرتے نہیں زنہار وہ اظہارِ محبت
گاہک ہیں عداوت کے زمانہ میں ہزاروں
دامن میں گرہ دیکھے کہا تم سے ملینگے
رہجاتی ہے آ۔ آکے لبوں تک مری حسرت
کہتی ہے یہ رحمت ہنوں مایوس کبھی وہ
دانستہ بھی کین اسنے جفائیں مرے دلبر
مذہب جسے کہتے ہیں محبت ہے وہ ہمدم
الفت کے ہی باعث وہ چڑھا دار پہ آخر
ساقی وہ تری آنکھوں نے رہتے ہیں سدا مست
لو دیکھ لو وہ بند کئے لیتا ہے آنکھیں
لینی ہے خبر اسکی تو لے جلد مسیحا
دیدی ہے مجھے بے پرسشِ اعمال معافی
حملوں کا عداوت کے ہمیں کچھ نہیں خطرہ
ساقی انہیں نے بھر کے محبت کے پیالے
جو دل میں کرے گھر وہ محبت کا ہی جادو
بڑھ بڑھ کے قدم پڑتے ہیں عشاق کے دیکھو

چھوڑے گا نہ زندہ ترا۔ آزارِ محبت
ہوتا ہے کبھی سرد بھی بازارِ محبت
جو لوگ ہیں در اصل سزاوارِ محبت
دنیا میں نہیں کوئی خریدارِ محبت
مضبوط ہوا آج یہ اقرارِ محبت
کس طرح کروں تجھسے میں اظہارِ محبت
بخشے گا خدا جو ہیں گنہگارِ محبت
سمجھا جو مجھے اس نے وفادارِ محبت
کافر ہے وہ کرتا ہے جو انکارِ محبت
منصور نہ کس طرح ہو سردارِ محبت
بادہ کبھی پیتے نہیں مے خوارِ محبت
مایوس ہوا زیست سے بیمارِ محبت
مہمان کوئی دم کا ہے بیمارِ محبت
اللہ نے سمجھا جو گنہگارِ محبت
حائل ہے اگر بیچ میں دیوارِ محبت
مے پینے کو بیٹھے ہیں قدح خوارِ محبت
پتھر کو کرے موم وہ گفتارِ محبت
ہوتی نہیں ہلکی کبھی رفتارِ محبت

قربانؔ اُسے مفت دیئے دیتے ہو تم دل
کیا کوئی نہیں اور خریدار محبت

جفا کی خوگر وفا دشمن تمھاری صورت ہماری سیرت
ہے ساری دنیا پر آج روشن تمہاری صورت ہماری سیرت

جو اِنہیں جلوے جھلک رہے ہیں تو اُنہیں شعلے بھڑک رہے ہیں
ہے آتش عشق کا نشیمن تمہاری صورت ہماری سیرت

نہ تم کو شمع وفا کی حاجت نہ مجھ کو برقِ بلا سے ہیبت
تجلیوں کے یہ دو ہیں خرمن تمہاری صورت ہماری سیرت

کوئی ہے کہتی میں پاک صورت کوئی ہے کہتی میں پاک سیرت
دکھاتی ہے خوب اپنا جوبن تمہاری صورت ہماری سیرت

میں اپنا دل تم کو دے رہا ہوں جفائیں تم مجھ پہ کر رہے ہو
بنی ہیں مل کر یہ دونوں رہزن تمہاری صورت ہماری سیرت

کوئی جو سینتی اسے اگر ہے کوئی ہے پھاڑے جنوں میں اسکو
ہمارا دامن تمہاری سوزن تمہاری صورت ہماری سیرت

کسی کو ہے نازِ لن ترانی کسی کو ہے حسرتِ تماشا
ہے مثل موسیٰ ہے مثل ایمن تمہاری صورت ہماری سیرت

ہوئے جو ہم جان و دل سے قرباںؔ ہوئے جو تم منہ دکھا کے پنہاں
دکھا گئی اپنا چلبلا پن تمہاری صورت ہماری سیرت

سرمایہ دار گنج صداقت محمدؐ است
مہر منیر برج کرامت محمدؐ است
از سنگ خارہ نخل بر آورد بارور
حوران جنت اند ملبس ز فیض او
خواہم بکے کشایش اشکال خویش را
از صنبس نار اے گناہاں چہ خوف و بیم
گو یک متاع نیک مرا در دکاں مباش

کانِ حیا و مخزن وحدت محمدؐ است
درِ یتیم دُرج نجابت محمدؐ است
بستانِ معجزات و کرامت محمدؐ است
طاؤس عرش راقص عظمت محمدؐ است
کافی بحال ماست شفاعت محمدؐ است
یارا بہر دو کون کفایت محمدؐ است
قرباںؔ شفیع روز قیامت محمدؐ است

ردیف ۔ ٹ

کب سے ہمارے عشق کی دل پر ہے آئی چوٹ
تم نے کبھی نہ آکے ہماری مٹائی چوٹ

کیا جانو تم کہ ہم نے محبت کی کھائی چوٹ
معلوم کب کسی کو ہوئی ہے پرائی چوٹ

ملتا نہیں نشان کہیں ۔ کی بہت تلاش
جانے کہاں پہ دل نے ہمارے ہے کھائی چوٹ

وہ آگئے تو حال انہیں سب دکھا دیا
دل کے دکھائے زخم جگر کی دکھائی چوٹ

تیرِ نظر سے ہوگئے دل اور جگر تباہ
دشمن نہ کھائے جیسی کہ ہم نے ہے کھائی چوٹ

یہ جبر و اختیار نہیں ہے تو کیا ہے پھر
کہہ کہہ کے دل پہ یار نے میرے لگائی چوٹ

اہلِ نظر پہ کھل ہی گیا راز عشق کا
قربان دل کی ہم نے بہت کچھ چھپائی چوٹ

بہت لی تمہاری عداوت نے کروٹ
نہ بدلی ہماری محبت نے کروٹ

وہ یوں اٹھے پہلو سے کروٹ بدل کر
کہ جس طرح لی ہو قیامت نے کروٹ

کبھی ہم نے پھرتے نہیں اسکو دیکھا
نہ لی زخم دل کی جراحت نے کروٹ

رہے عمر بھر ہم اسی آرزو میں
عداوت سے بدلی نہ الفت نے کروٹ

ہماری طرف کیا وہ پہلو بدلتے
بدلنے نہ دی جب نزاکت نے کروٹ

بہت ہم نے منت بہت التجا کی
بگڑ کر نہ لی ہائے قسمت نے کروٹ

کھڑی تھی پس پشت ہی میرے عشرت
نہ لینے دی لیکن مصیبت نے کروٹ

عداوت سے اس کو رہا اُنس اتنا
نہ لی تیری چشم مروت نے کروٹ

طبیبوں نے قربان کی لاکھ کوشش
بگڑ کر نہ لی تیری صحت نے کروٹ

ردیف ۔ ث

زباں سے اب نکلتی کیوں نہیں فریاد کیا باعث
اسیر دل میں نہیں ہے شکوۂ بیداد کیا باعث

اسے تو قید کیوں کرتا نہیں صیاد کیا باعث
قفس میں کیوں تصور ہے مرا آزاد کیا باعث

اسیروں کو نہیں جو چھوڑتا صیاد کیا باعث
قفس سے کیوں نہیں کرتا اسے آزاد کیا باعث
تجھے تم یاد بھولے سے کبھی کرتے نہیں لیکن
مرے دل سے نہیں جاتی تمہاری یاد کیا باعث
ہوا جب شاد خسرو پاکے شیریں کو زمانے مین
رہا ناکام تو دنیا میں اے فرہاد کیا باعث
دل مجبور یہ کس نے لگا دی مہر خاموشی
زباں پر رک گئی آکر ترے فریاد کیا باعث
ہمارے قتل سے کیا دھار ہوئی تیغ کی ہوگی
نہیں گردن ہماری کاٹتا صیاد کیا باعث
بتوں سے تم تعلق اب بھی اے قربان رکھتے ہو
بڑھاپے میں نہیں کرتے خدا کی یاد کیا باعث

ہمیشہ رہے ہو مصیبت کا باعث
نہیں بنتے تم دل کی راحت کا باعث
ترا حسن ہے اور فطرت ہماری
محبت کا باعث عداوت کا باعث
فلک اور ہم دل جلوں کو ستائے
یہ ہے آپ ہی کی شرارت کا باعث
اگر تم نہ اٹھتے قیامت نہ اٹھتی
تمہیں بن گئے ہو قیامت کا باعث
گناہوں سے اپنے نہ نادم ہوا میں
نہیں اور کوئی ندامت کا باعث
بلا وجہ ناراض کیوں ہو رہے ہو
بتاؤ تو کیا ہے شکایت کا باعث
تمہیں گل سے نازک جو سمجھا ہے میں نے
مرا عشق ہے اس نزاکت کا باعث
کبھی تندرستی میں ملنے نہ آئے
عیادت کو آئے عیادت کا باعث
جدھر جاؤ قربان ہنستی ہے دنیا
محبت بتوں کی ہے ذلت کا باعث

گلے پر کیوں نہیں چلتی تری تلوار کیا باعث
نہیں کچھ کام دیتی آج اسکی دھار کیا باعث
میں انکے سامنے کیوں حرف مطلب کہہ نہیں سکتا
ہوئی کیوں بند میری ایکدم گفتار کیا باعث
قیامت کے ابھی آنے میں کیا وقفہ ہی کچھ ظالم
نہیں فتنے اٹھاتی کیوں تری رفتار کیا باعث
کیا ہے جب سے اے صیاد تو نے قید بلبل کو
نہیں پہلی سی وہ شاداب ہے گلزار کیا باعث
کھڑے ہو کر نظارے راہ سے وہ تیرے کرتا ہی
عدو پر کیوں نہیں گرتی تری دیوار کیا باعث
معمہ بنکے الفت رہگئی تیری مرے دل میں
کبھی مجھ پر نہیں کھلتے ترے اسرار کیا باعث
عدو نے بے اجازت آج کیا گستاخیاں کرلیں
ہوئے ہیں سرخ کیوں آخر ترے رخسار کیا باعث
نہیں قربان کیا الفت ہوی طفل برہمن سے
گلے میں کیوں پڑی ہے آج کل زنار کیا باعث

ردیف ج

ہے شمع آبِ آب حیا سے لگن میں آج
کس کی وفا کا ذکر ہوا انجمن میں آج

بکھرا کے رُخ پہ زلف وہ بیٹھے ہیں بزم میں
کہتے ہیں لوگ چاند ہے گویا گہن میں آج

آتی ہیں بار بار جو یہ ہچکیاں ہمیں
شاید کہ یاد کرتا ہے کوئی وطن میں آج

شاید خزاں بہار کی پھر حبانسنش ہوئی
آتا نہیں نظر کوئی بلبل چمن میں آج

اک شمع تھی وہ شام سے خاموش ہوگئی
اب ساتھ کون دے مرے دل کی لگن میں آج

سوزِ فراق کو کوئی دوزخ میں ڈالدے
اس نے لگائی آگ ہی میرے کفن میں آج

آئے ہیں مل کے غازہ وہ رُوئے صبیح پر
لگ جائے آگ غیر کے کام و دہن میں آج

دیکھا ہے تم کو ساتھ جو اپنے رقیب کے
اک آگ سی لگی ہے مرے تن بدن میں آج

دشمن کو میرے سامنے اس نے چھڑکدیا
انگور آگیا مرے زخمِ کہن میں آج

ٹھنڈا کیا ہے خون نے پروانے کے اسے
پہلا سا سوزِ شمع نہیں انجمن میں آج

فیض غریب سے ہے ملا اُس کو یہ صلا
یکتا زمانہ بھر میں ہے قرباں سخن میں آج

افواہ ہے اجل سے ہوا ہمکنار آج
مایوس ہو کے ہائے ترا بے قرار آج

بھولے سے آگئے ہیں غریبوں کے گھر میں وہ
کیسی ہوئی ہے رحمتِ پروردگار آج

رحمت اگر اٹھائے تو اُٹھیگا اس کا سر
بیٹھا ہے سر جھکائے ہوئے شرمسار آج

ارمان کچھ تو عاشقِ ناکام کا مٹے
ہو دل کے ساتھ ساتھ جگر پر بھی وار آج

کل کو رقیب دیکھنا ہونگے یہی خلاف
اب ہیں موافقت میں جو لیل و نہار آج

تجھ کو بھی کچھ خبر ہے مری مجھ سے بے خبر
آتی ہے یاد دل میں تری بار بار آج

اے رحمتِ غفور نہ کر غور بخشدے
آیا ہوں تیرے سامنے میں شرمسار آج

اے چاند منہ پہ مل تو تبرک سمجھ اسے
تربت کا وہ اُڑاتے ہیں مشتِ غبار آج

قرباں کو بھی چہرۂ انور ذرا دکھا
بیٹھا ہے وہ بھی دید کا امیدوار آج

سبجے اُن کا جوبن دکھایا ہے آج
ان آنکھوں نے کیا گل کھلایا ہے آج

لگا کر مجھے اپنے سینہ سے خوب
مرے درد دل کو مٹایا ہے آج

قیامت سے ہے بحث رفتار میں
نیا اس نے فتنہ اٹھایا ہے آج

الٰہی نگاہِ محبت کی خیر
نقاب اس نے اپنا اُٹھایا ہے آج

اُنھوں نے جو تھے کل مرے ہمنشین
مجھے زیر تربت دبایا ہے آج

مٹا کر مری قبر رفتار سے
قیامت کا نقشہ دکھایا ہے آج

وہ انکار کرتے ہیں پیمان کے بعد
ہنسایا تھا پہلے رُلایا ہے آج

یہ آتی ہیں قربان کیوں ہچکیاں
تجھے موت نے کیا بلایا ہے آج

کہتا پھرتا ہے یہ ہر جانب ترا دیوانہ آج
کر دے بالوں میں صبا تو جا کے اُنکے شانہ آج

دیکھنے آتے ہیں دل کو یاس و حرماں روز روز
دیکھ لو تم بھی ذرا آ کر مرا کاشانہ آج

شمع رو لے ہو گیا تیری تجلی پر نثار
تیری محفل میں گرا ہیں صورت پروانہ آج

دیکھتے ہی تو نے ہم کو کر دیا در بند کیوں
آ گئے تھے دیکھنے ساقی ترا میخانہ آج

دیکھنا یہ ہو گا ثابت مثل مارِ آستین
آپ بیٹھے ہیں عدو سے کر کے جو یارانہ آج

میں نے ساقی چھوڑ دی تھی میکشی مدت ہوئی
تیرے کہنے سے لیا ہے ہاتھ میں پیمانہ آج

حشر کا دن ہے بڑی فرصت ہے آؤ بیٹھ جاؤ
زندگی بھر کا سُنانا ہے ہمیں افسانہ آج

جانے کیا اجڑے ہوئے دل کا ہوا اُنپر اثر
کہتے ہیں آباد کر دیں گے ترا ویرانہ آج

غیر جلتے ہیں جلیں اسمیں تو کوئی شک نہیں
رکھتے ہیں قربان احمد عظمت شاہانہ آج

معشوق کو عاشق نے بلایا شب معراج
حکمت کا ہر اک راز بتایا شب معراج

راہوار فلک سیر کو لے کر بصد اعزاز
جبریل امیں لینے کو آیا شب معراج

آیا تھا جو اک طشت بھرا رحمت حق کا
وہ دل میں محمدؐ کے سمایا شب معراج

لے ساتھ گیا مسجد اقصےٰ میں بعزت
دوگانہ وہاں اس نے پڑھایا شب معراج

موسیٰ ہوئے غش ایک جھلک دیکھ کے جسکی
وہ نور محمد کو دکھایا شب معراج

جب چرخ پہ پہونچا قدم پاک محمد
آنکھوں سے ملائک نے لگایا شب معراج

تھا عرش پہ غل صل علیٰ صل علیٰ کا
جب سدرہ سے رفرف کو بڑھایا شب معراج

افلاک کو طے کر چکے جب صاحب لولاک
مرکب طرف عرش پھر آیا شب معراج

جوں ماہ شب چاردہم عرش سے تا فرش
اس ماہ نبوت کا تھا سایا شب معراج

جب پردۂ حرمت کے قریب آئے تو حق نے
جو بیچ میں حائل تھا اٹھایا شب معراج

ہر لفظ میں تھی بخشش امت کی سفارش
در پردہ جو کچھ تذکرہ آیا شب معراج

دنیا میں نہ آئے کبھی دن رات پھر ایسے
تو نیر سا دن فضل علی یا شب معراج

خاموش ہو قرباں بیاں ہو نہیں سکتا
جو کچھ کہ وہاں آپ نے پایا شب معراج

کرتا نہیں ہے آکے کبھی وہ مرا علاج
سمجھا ہے درد میرا مسیحا نے لا علاج

جب تو ہی اُنکی زیست سے ناراض ہو گیا
بیمار تیرے کیسے کریں پھر بھلا علاج

جتنی کہ دیں دوائیں بڑھا اسقدر مرض
یہ کیا مریض غم کا مسیحا کیا علاج

افسوس یہ مریض سے کہتا ہے چارہ گر
اب میرے ہاتھ میں نہیں ہرگز ترا علاج

مولا ہے تیرے ہاتھ مسیحا کی آبرو
آیا ہے آج دعویٰ سو کرنے مرا علاج

بیمار غم کا ان کے سنبھلنا ہوا محال
غائب ہوئے طبیب جو دیکھا ہی لا علاج

تدبیر ہے نہ کوئی نہ جس کی کوئی دوا
مجھ کو دیا مرض بھی مقدر نے لا علاج

جبکا ہو یہ سا مریض تو دے پہلے اس کو اذن
منظور ہے جو تجھ کو مسیحا مرا علاج

منشائے رب جو ہو تو ابھی ہو وہ تندرست
مشکل نہیں ہے ہجر میں قرباں کا علاج

ردیف۔ چ

چہرے کے دیدے کے مرے جسم کی اکسیر نہ کھینچ
روح تن سے تو مری اے بت بے پیر نہ کھینچ

ہائے باقی مرے ارمان رہے جاتے ہیں
ٹھہر اے موت ابھی زیست کی زنجیر نہ کھینچ

ایک جہاں دار کی تصویر بنائی بے جان
اس لئے کہتا تھا بہزاد کہ تصویر نہ کھینچ

گور میں جانا ہے اور گور مکاں ہے تیرا
تھوڑی سی زیست پہ تو محنت تعمیر نہ کھینچ

عوض گل تو مجھے خار دئے جاتی ہے
مجھے کانٹوں میں پریشانئ تقدیر نہ کھینچ

تجکو جانا ہے اگر پہلے ہی چلدے اٹھ کر
کہتی ہے موت کہ تو زحمت تاخیر نہ کھینچ

نقش قدرت ہے بدلنے سے نہ بدلیگا کبھی
نقشِ تقدیر یہ تو نقشۂ تدبیر نہ کھینچ

اے کماں دار نہیں کیا لطف خلش میں اسکی
دل یہ کہتا ہے کلیجہ سے ابھی تیر نہ کھینچ

کھینچدے کاتبِ تقدیر جو تو چاہے مگر
میری تقدیر میں یہ ہجر کی تحریر نہ کھینچ

صرف ابرو کا اشارہ ہی بس مجھے کافی ہے
ڈاب سے تو بُتِ بے پیر یہ شمشیر نہ کھینچ

پھر کہاں جوش تمنا کا مزہ تیرے بعد
وصل جاناں تو مرے شوق کی تاثیر نہ کھینچ

نزع کے وقت وہ آجائیں عجب کیا ہے یہاں
میری آنکھوں کی ابھی موت تو تو دیر نہ کھینچ

دیکھیے ہوتا ہے کیا اس کا نتیجہ آخر
اُلٹی قرباںؔ ابھی خواب کی تعبیر نہ کھینچ

ہو گیا ہے اس کا کاروبار ہیچ
ہو گئی دنیا کی کیا رفتار ہیچ

کیا ہے جنگِ زرگری کا فائدہ
روز رکھتے ہو جو تم تکرار ہیچ

بات مطلب کی نہیں کہتے کبھی
آپ کی ہوتی ہے ہر گفتار ہیچ

دل نہیں گر پاک شیخ و برہمن
ہے تمہاری سبحہ و زنار ہیچ

داغ دنیا سے ہے اچھا داغ دل
میری نظروں میں ہے یہ گلزار ہیچ

جن کے دل ساقی ہیں مخمورِ ازل
جانتے ہیں مے کو وہ میخوار ہیچ

جس جگہ سنوائی ہوتی ہی نہیں
درد دل کا ہے وہاں اظہار ہیچ

آئے گا ٹل کر عدو سے میرے گھر
ہے یہ اس کا وعدہ و اقرار ہیچ

کھولدے جو صورتِ منصور راز
اس کو سمجھو محرمِ اسرار ہیچ

میری گردن ہی نہیں اس سے کٹی
دیکھ لی یہ آپ کی تلوار ہیچ

ہے مسیحا تیری یہ چارہ گری
ہو نہ جب اچھا ترا بیمار ہیچ

وہ نہ ہو جب تک کہ عالم باعمل
شیخ کی ہے جبہ و دستار ہیچ

ہیں فضول آنکھیں جو ہوں محروم دید
ہم نہ جب دیکھیں تو ہے دیدار ہیچ

میں نے وہ قرباںؔ اٹھائے رنج و غم
میری نظروں میں ہیں سب آزار ہیچ

تیری تقریر میں مضمر جو ہیں اقرار کے پیچ
کھولدے گا ترا عاشق ترے انکار کے پیچ

ٹھیک رندوں سے نہیں تیرا الجھنا ہرگز
کھولدے گا کوئی زاہد تری دستار کے پیچ

بات کہتا ہے کوئی یا کہ تمسّہ ظالم
کچھ سمجھ میں نہیں آتے تری گفتار کے پیچ

نقشِ پا راہِ عدم کا ہمیں دیتے ہیں پتہ
آہ سے تر پیچھے وہ ترے ہوتے ہیں رفتار کے پیچ

سیدھی اُلٹی ہو سدا بات ہو اُلٹی سیدھی
خوب ہم جانتے ہیں اُس بتِ عیار کے پیچ

جس کی تقدیر میں وحشت نہ لگا دی ہو گرہ
ہیں پسند اس کو تری کاکلِ خمدار کے پیچ

اثر اُلٹا کیا قربانؔ دوا نے اُس پر
کیا نصیبے میں پڑے عشق کے بیمار کے پیچ

ردیف ح

دیکھ لی ہم نے بہار اچھی طرح
کر لیا دل داغدار اچھی طرح

ہوش آنا بادہ خواروں کو ہے جرم
پیئے پیئے بادہ خوار اچھی طرح

ہم نہ ہوں گے تو دلِ بیتاب کل
آج ہو لے بے قرار اچھی طرح

روز تیرا کر رہے ہیں انتظار
ہاں برس ابرِ بہار اچھی طرح

ساتھ لے لینا یہاں سے روزِ حشر
دیکھ تو میرا مزار اچھی طرح

رکھ کسر باقی نہ اے دستِ جنوں
کر گریباں تار تار اچھی طرح

شوق پر میرے کبھی ہو گا نہ بار
تم کرو خنجر کا وار اچھی طرح

آئے تربت پر جو ہمراہِ عدو
کر گئے وہ بے قرار اچھی طرح

تاک کر قربانؔ دل کہتے ہیں وہ
آج کھیلیں گے شکار اچھی طرح

لختِ دل بہ بہ کے نکلے تھے جو آنسو کی طرح
میرے دامن پر وہ چمکے شب کو جگنو کی طرح

دامِ ہستی میں پھنسا ہے دل نکل سکتا نہیں
لاکھ دل اُچھلا کرے پہلو میں آہو کی طرح

سامری فن نے بھرا تھا ان میں سحرِ سامری
کر گئیں اس کی نگاہیں کام جادو کی طرح

نزع کہتے ہیں کسے تکلیف کس کا نام ہے
رُوح نکلی یاد میں محبوب کی بو کی طرح

کیا کریگا یہ کسی کا خون دل کر اُس کے سامنے
جو ہلالِ چرخ بھی نکلا ہے ابرو کی طرح

اس کی اُلجھن کا سُلجھنا بھی ہے دنیا میں محال
ہیں مری تقدیر میں بل اُنکے گیسو کی طرح

اے قفس میں رہنے والے تجھ میں مجھ میں فرق کیا
کٹ گئے بازو مرے بھی تیرے بازو کی طرح

خون کے آنسو جو میں رُوتا ہوں سوزِ ہجر سے
رات بھر چنگاریاں اُڑتی ہیں جگنو کی طرح

شعر کیا لکھے چڑایا تم نے اے قربانؔ منہ
ہاں غریبِ ناصور کی تھی یہ قابو کی طرح

دیکھیں گے دیدار تیرا یار ہم اچھی طرح
یوں مٹا دیں گے دلِ پُر غم کا غم اچھی طرح

میں کروں اُف بھی تو فوراً کاٹ دی میری زباں
کر لے جتنا کر سکے جور و ستم اچھی طرح

آستاں پر تیرے اے آئی ہے وحشت خبر سے
مجھ کو کرنے دے ذرا طوفِ حرم اچھی طرح

ابر کے پردے میں رہ جائے گی تیری آبرو
رو دے تو بھی کھول کر چشمِ نم اچھی طرح

پھر بھی اس کی سیر کی باقی تمنا رہ گئی
کر چکے تھے گو کہ ہم سیرِ عدم اچھی طرح

میرے سینے سے جدا کرنا نہ تصویرِ جمال
چارہ گر جب تک نکلجائے نہ دم اچھی طرح

عشق کی دشواریئے منزل سے لغزش آ گئی
لاکھ گو ہم نے جمائے تھے قدم اچھی طرح

کیا کرے کوئی بھلا اُن کی قسم کا اعتبار
اُن کو کھانی بھی نہیں آتی قسم اچھی طرح

تو نے کیوں قربانؔ الفت کا یہ سودا لیلیا
دل کو چیرے گا ترے اب خارِ غم اچھی طرح

رات دن کیوں مجھکو تڑپاتی ہے روح
کیوں نہیں تن سے نکلجاتی ہے روح

اک کرشمہ سا دکھا جاتی ہے روح
خواب میں جانے کہے لاتی ہے روح

سامنے مولا کے جائے کس طرح
شرم سے عصیاں کی شرماتی ہے روح

غیر ممکن ہو رسائی جب جگہ
مجھ کو اس محفل میں پہونچاتی ہے روح

پہلے لیجانے سے جنت میں سبھے
چشمۂ کوثر میں نہلاتی ہے روح

اے صبا تیری خوشامد کیوں کرو ں
بُوئے زلفِ یار لے آتی ہے روح

جو نہیں اس کے سمجھتے امرِ رب
اک معمہ اُن کو بنجاتی ہے روح

مل گیا ہے پاک دل جن کو انھیں
تا درِ مقصود پہونچاتی ہے روح

عیب کرتا ہے جو کوئی چھپ کے بھی
لعنتیں قربانؔ برساتی ہے روح

کھلے ہیں داغِ جگر بھی میرے چمن کی طرح
چھپائے پھرتا ہوں فانوسِ انجمن کی طرح

تھے میرے جتنے بھی اعمال سب رہے آخر
مرے ہیں جسم سے لپٹے ہوئے کفن کی طرح

بغیر فکر کے سوتے ہیں پاؤں پھیلائے
ملی ہے گور میں راحت ہمیں وطن کی طرح

نکل کے جائیں کدھر اب کہیں مفر ہی نہیں
کہ دل لپیٹ لیا زلف نے رسن کی طرح

رہے نہ ماں کے بھی ہم پیٹ میں کبھی عریاں
حجاب اک ہمیں گھیرے رہا کفن کی طرح

تجھے بھی سوز محبت کا حال ہو معلوم
لگن جو دل میں ہو تیرے مری لگن کی طرح

ہمارے دل سے نکلتی ہے عشق کی خوشبو
یہ نافہ رکھتے ہیں ہم آہوئے ختن کی طرح

وداع روح سے تکلیف کچھ ہمیں نہ ہوئی
گئی بدن سے مگر بوئے یاسمن کی طرح

زمین سخت ہمارے قلم کو پانی ہے
یہ تیشہ چلتا ہے قرباںؔ کوہکن کی طرح

ردیف خ

ہوگیا غیر بہت منہ ترے لگ کر گستاخ
کہ تری بزم میں دیکھا اسے اکثر گستاخ

تم کہیں دیکھ کے اس کو نہ خفا ہو جانا
کہ بہت ہے مرے اعمال کا دفتر گستاخ

صاف کہدیتا ہے آتا ہے زباں پر جو کچھ
آج پھر ہے ترا وحشی سر محشر گستاخ

عشق صادق جو تجھے میری طرح ہو ناصح
تو بھی آوارہ مری طرح ہو در در گستاخ

زلف ہونے کو ہم آغوش ترے سینے سے
تا کمر آ ہی گئی دوش سے بڑھ کر گستاخ

میری تقدیر کو کیوں دی ہے سزائے گردش
میں تھا گستاخ نہ تھا میرا مقدر گستاخ

میری مٹی سے یہ بنتا تو مناسب ہوتا
بوسہ لیتا ہے ترا ہے لب ساغر گستاخ

مجھ سے کہتا ہے کہ پہلو میں بٹھائے اس کو
ہو گیا ہائے یہ کیسا دل مضطر گستاخ

اس جفا پیشہ نے کیوں توڑ دیے ہیں بازو
ترا قرباںؔ نہ تھا کوئی کبوتر گستاخ

میخانہ کی جو آج ہے کرتا برائی شیخ
تھوڑی سی پی کے کرنے لگیگا بھلائی شیخ

کچھ اس سے بڑھکے دیکھتے ہیں میکدہ میں ہم
جنت کی تونے کی ہے جو اتنی بڑائی شیخ

رندوں کیساتھ خندۂ دنداں نما فضول
اس کا رہے خیال نہ ہو جگ ہنسائی شیخ

میخانہ میں جو آج چلے آئے بے طلب
دلمیں تمہارے آج یہ کیا بات آئی شیخ

دستار پر نگاہ ہے سب کی جمی ہوئی
رندوں کی ہجو کرکے قیامت اٹھائی شیخ

دوزخ سے ہمکو روز ڈراتا ہے وعظ میں
کیا ہاتھ میں ہے تیرے خدا کی خدائی شیخ

یہ مارتے ہیں اور جلاتے ہیں خلق کو
کرتے ہیں سب یہ جتا جائیں اپنی خدائی شیخ

بہتر ہے تم بھی خان کا اب جلد لو خطاب
قربان بن گئے ہیں یہاں نان بائی شیخ

مدعی بن گیا ہمارا چرخ
اب چلاتا ہے سر پہ آرا چرخ

تیری کر دوں کا دھجیاں فوراً
بہتر کوئی جو میں نے مارا چرخ

میری پستی ہوئی گوارا کیوں
کیوں زمیں پر سے مجھے اتارا چرخ

ہے زمیں تنگ رنج غربت سے
کچھ تو دیدے ہمیں سہارا چرخ

ہیں نے نالے کئے جو شام فراق
بن کے اڑنے لگا غبارا چرخ

ہائے ظالم تو رہ گیا باقی
نہ سکندر رہا نہ دارا چرخ

ہے زمین سخت اور تو ہے دور
کیسے اپنا کریں گذارا چرخ

یہ دوپٹے سے تیرے ہے ہمرنگ
اس لئے ہے مجھے یہ پیارا چرخ

گو ہوں پامال پھر بھی ہے قربان
میری آنکھوں میں ایک تارا چرخ

کرتا ہے ستم روز جو تو ہم پہ نیا چرخ
دیتا ہے یہ کس بات کی تو ہم کو سزا چرخ

ڈرتا ہوں خدا سے کہ خدا کا ہے تو مسکن
نالوں سے وگرنا میں تجھے دیتا گرا چرخ

کیا ابر کے پنبہ سے ترے کان بھرے ہیں
سنتا نہیں ہرگز جو کبھی میری صدا چرخ

گو ہم نے بہت ہاتھ پسارے ترے آگے
موذی ہے ہمت کرتا نہیں کچھ بھی عطا چرخ

کینہ تو سدا رکھتا ہے عشاق سے دل میں
کیسا یہ تری عقل پہ پردہ ہے پڑا چرخ

پر تو سے دئے اپنے بنا چاند ستارے
احساں مرے معشوق نے کچھ یہ ہی کیا چرخ

پیتے ہوئے شرم آتی ہے ہمکو ترے آگے
تو اوڑھ لے بادل کی ذرا آج ردا چرخ

دنیا میں ہیں تو نے جدا ان سے کیا تھا
اب حشر میں ہم کیوں نکریں تیرا گلا چرخ

کہتے ہیں یہ جب لوگ کہ یہ حد نظر ہے
قربان بہت ہنستا ہے ان پہ مجذوب چرخ

ردیف ۔ د

میرا باقی نہ نشاں کوئی رہا میرے بعد
میرا مدفن بھی زمانے سے مٹا میرے بعد

دل کے کھِلنے کی تمنا میں رہا میں تا عمر
کیا چلی پھر جو چلی موجِ صبا میرے بعد

خون سے دل کے اسے شوخ بناتا تھا میں
رنگ لائیگی نہ کبھی تیری حنا میرے بعد

کرتے ہیں اب جو وفا نقل وہ کرتے ہیں مری
ورنہ دنیا سے مٹا نقشِ وفا میرے بعد

فاتحہ کیلئے بھی آئے نہ تربت پہ کبھی
میری الفت کا دیا خوب صلا میرے بعد

اپنے مرنے سے مجھے اسکا زیادہ ہے ملال
سر پہ لے گا نہ کوئی بارِ جفا میرے بعد

اُن کے سینے میں مرا داغِ محبت چمکا
باغِ الفت میں نیا گل یہ کھلا میرے بعد

کیا کروں ڈالدے اب گور پہ اسکو میری
لے کے آیا ہے مسیحا جو دوا میرے بعد

وجد کرتا تھا جہاں سن کے ترانے غم کے
تیری محفل میں رہا کچھ نہ مزا میرے بعد

قبر میں رکھتے ہی احباب مجھے بھول گئے
ایکدن بھی تو میرا غم نہ کیا میرے بعد

زنگ آلود رہے گی یہ ترے قبضہ میں
کون کھائیگا تری تیغِ ادا میرے بعد

جسکو دیکھو وہ یہ کہتا ہے کہ عاشق میں تھیں
اٹھ گئی عشق کی دنیا میں ہوا میرے بعد

قیس کہتا ہے مری آبرو اُسنے رکھ لی
جانشیں نجد میں قربان ہوا میرے بعد

آتی نہیں کان میں یارب فغانِ درد
خاموش کیوں ہوا ہے جرسِ کاروانِ درد

دل پر کرے گی اپنا اثر داستانِ درد
کہتے ہیں وہ کہ ہم نہ سنیں گے بیانِ درد

یہ دیکھنا ہے آبرو کس کی خدا رکھے
لیتا ہے دل جگر سے مرے امتحانِ درد

اب چٹکیوں کا اُن کی کوئی کیا گلا کرے
پہلے ہی کاٹ لی ہے کسی نے زبانِ درد

بجلی گری تھی خرمنِ دل پر اگر مرے
محفوظ رہ گیا ہے یہ کیوں آشیانِ درد

سوز و خلش بھی ٹیس بھی اور تپش بھی ہے
آباد میرے دلمیں ہوا ہے جہانِ درد

شعلوں نے دلمیں آگ لگائی تھی آہ سے
سوزِ جگر نے پھونک دیا گلستانِ درد

تھے جتنے داغ بن گئے تارے شبِ فراق
دل پر گرا جو ٹوٹ کے اک آسمانِ درد

میں کیا بتاؤں ڈھونڈ لو پہلو میں آ کے خود
کیوں بار بار پوچھتے ہو تم نشانِ درد

مہرِ سکوت تم نے لگا دی زبان پر
کیوں کر کرے بیان کوئی راز دانِ درد

دونوں رہیں گے ساتھ کہ ہے ربط باہمی
دل میں ہے درد اور ہے دل درمیانِ درد

آزردہ ہو کے اٹھ گئے آخر وہ بزم سے
قربان تھا بیانِ قیامت بیانِ درد

بنے میرے دشمن مروت کے بعد
یہ کیا ہو گئے تم محبت کے بعد

انھیں ہے عداوت محبت کے بعد
یہ ذلت ملی ہم کو عشرت کے بعد

سناتے ہیں ہم داستانِ فراق
قیامت ہے برپا قیامت کے بعد

وہ بیکار ہے قدر اس کی نہیں
ملے گر کوئی شے ضرورت کے بعد

ٹھکانے لگی آج محنت مری
کیا اس نے اقرار حجت کے بعد

گناہ ہو گئے ڈر سے میں اب روؤں کیوں
رہی اسکی حاجت نہ رحمت کے بعد

گناہوں کی آخر سزا یہ ملی
ملی ہم کو جنت ندامت کے بعد

ہے انجام آغاز سے خوشگوار
ملی ہم کو راحت بھی کلفت کے بعد

وہی درد راحت کے جانے سے ہے
جو پا جائے صحت علالت کے بعد

کہاں تک کروں اس عنایت کا شکر
نمک پاشیاں ہیں جراحت کے بعد

شبِ وصل کیا شوق سے تنگ ہوں
اب اک اور حسرت ہے حسرت کے بعد

دلِ غمزدہ قابلِ دید تھا
محبت سے پہلے محبت کے بعد

گئے ہیں وہ قربان یہ کہہ کے آج
کہ تجھ سے ملیں گے قیامت کے بعد

میری گردن کی کٹی تو نے نہ خنجر فریاد
اور تیزی سے چلا اس کی تو سن کر فریاد

بت تو سنتے ہیں مری اور نہ کچھ کہتے ہیں
تو ہی اب سن لے مری داورِ محشر فریاد

تیری رحمت نے مگر حشر میں عزت رکھ لی
بے اثر تھی مری اے داورِ محشر فریاد

تم نے وعدہ جو کیا ہم نہ ستائیں گے کبھی
رک گئی آ کے شبِ غم مرے لب پر فریاد

صبر سے بیٹھے تھے وہ کھولدئے منہ تو نے
زخم کرتے ہیں تجھے دیکھ کے نشتر فریاد

باہر آ کر جو کرو نالہ تو دنیا بھی سنے
بلبلو کرتی ہو کیوں باغ کے اندر فریاد

میری فریاد کا فریاد ہی شاید تھا جواب
لے کے آیا ہے مرے پاس کبوتر فریاد

ہاتھ رکھ کر مرے منہ پردہ یہ فرماتے ہیں | ہم بھی فریاد دینگے تری اب کر فریاد

کام قربان تری کچھ نہ فصاحت آئی
موم ان کو نہ کیا تو نے سنا کر فریاد

میری الفت سے لے سبق فرہاد | عشق کا درس ہے ادق فرہاد
عشق شیریں میں آہ یہ حالت | سینہ شق اور رنگ فق فرہاد
دی گئی شیریں تجھے مبارک باد | بے ستوں کو کیا ہے شق فرہاد
خون ٹپکا جو تیرے تیشے سے | آسماں پر بنا شفق فرہاد
تو بھی الفت میں اپنی صادق تھا | تجھ سے ہم کیوں نہ لیں سبق فرہاد
منہ سے جاری تھا نام شیریں کا | جان جبتک تھی اک رمق فرہاد
تیرا قصہ تھا سخت عبرتناک | سن کے ہم کو ہوا قلق فرہاد
تیرے مرنے کی سن جو لی ہے خبر | رنگ شیریں ہوا ہے فق فرہاد

حاضر قبر آج ہے قربان
لے کے پھولوں کے کچھ طبق فرہاد

رخ جو ہے آفتاب کی مانند | لب ہیں تیرے گلاب کی مانند
تیرا جلوہ چھپائے رہتی ہے | آنچ میری نقاب کی مانند
سوز الفت میں تیری جلتا ہے | دل ہمارا کباب کی مانند
میری آنکھوں میں تیری آنکھوں نے | نقشہ آیا شراب کی مانند
آج دنیا میں پیش وہ آئے | مجھ سے روز حساب کی مانند
آنکھ اٹھتی نہیں کبھی اوپر | ہے حیا بھی نقاب کی مانند
یاد آئی جو تیری یم خوبی | آنکھ برسی سحاب کی مانند
ہم نے روز ازل جو دیکھا تھا | بھولے بیٹھے ہیں خواب کی مانند
فصل جاتے کوئی نہیں دیکھی | ہم نے اپنے شباب کی مانند
شیب میں ہے ہوس کے چہرہ پر | رو سیاہی خضاب کی مانند

زندگی جس کو کہتے ہیں قربان
صرف وہ ہے حباب کی مانند

بنا قفس بھی وہ ہی سے کے تیلیاں صیاد
کبھی کبھی مری سنتا ہے داستاں صیاد
نظر نہ آسے سبھے اپنا گلستاں صیاد
سناؤں کیا اب تجھے میں اپنی داستاں صیاد
عبث کہ اب بھی تو رہتا ہے بدگماں صیاد
ذرا سی دیر قفس کو چمن میں رہنے دے
یہاں تو کوئی بھی اپنا نظر نہیں آتا
جہاں گرے ہوں گلستاں میں پھول کملا کر
ہوئے ہیں داغ محبت کے جب سے دل میں عیاں
تو روز روز عبث دل چمن سے پکڑے ہے
معاملہ ہے جو کچھ مجھ میں اور گلستاں میں
خدا کے واسطے اتنی خبر تو دے لاکر
خزاں بھی جانے کو اور بھی بہار آنے کو
چمن میں یاد کوئی ہم صفیر کرتا ہے
ہماری آنکھ بھی کھلتی نہیں نقاہت سے
کھٹک رہا تھا نشیمن مرا مگر تو نے

کہ جن سے تو نے بنایا تھا آشیاں صیاد
خدا کا شکر ہوا۔ اب تو مہرباں صیاد
غلاف ڈال قفس پر تو کر نہاں صیاد
کہ تو سمجھ نہیں سکتا مری زباں صیاد
ہزار بار گیا میرا امتحاں صیاد
فراق گل میں ہوا ہوں میں نیم جاں صیاد
چمن سے لیکے تو آیا مجھے کہاں صیاد
وہیں تو پھینکتا میری بھی استخواں صیاد
قفس کو اپنے سمجھتے ہیں گلستاں صیاد
بنا ہے گویا حوادث کا آسماں صیاد
نہیں ہے تیرے سوا کوئی رازداں صیاد
کہ اب بہار ہے گلشن میں یا خزاں صیاد
چھڑایا ایسے زمانے میں گلستاں صیاد
کہ بار بار اب آتی ہیں ہچکیاں صیاد
کیا ہے فرقت گل نے یہ ناتواں صیاد
گرائیں سارے گلستاں پہ بجلیاں صیاد

نہ کیوں میں لطف اسیری اٹھاؤں اے قرباں
کہ پھر کہاں یہ قفس میں کہاں۔ کہاں صیاد

ٹھیرا دل بیتاب ہوئی اُسکی زباں بند
میخواروں کا آنا بھی ہوا اب تو یہاں بند
مایوسی میں یہ حال ہے اب حسرت دل کا
ضد ان کو دم نزع کہ قبضہ کھول اپنا
کیا ضبط نے کچھ دل کیطرح تجھ سے کیا ساز
ممکن ہے ہو محشر میں گواہی کی ضرورت
اے باغباں قوت تری اسوقت ہو تسلیم

بیمار محبت کی ہے اب آہ و فغاں بند
میخانے کو اب اپنے تو کر پیر مغاں بند
جس طرح ہو آوارہ مکیں اور مکاں بند
اور میری یہ حالت کہ زباں بند بیاں بند
آنسو جو ہوئے آج ترے چشم رواں بند
پہلو میں سدا رکھتا ہوں اک زخم نہاں بند
آئے نہ کبھی باغ میں ہو جائے خزاں بند

تصویر پہ تقریر کئے جاتا ہے اے دل | رہتی نہیں کمبخت کبھی تیری زباں بند
مجبور محبت بھی عجب چیز ہے قرباں
پابند - نظر بند - زباں بند - دہاں بند

جب اس کی بو پسند نہ ہے اسکی خو پسند | کیوں دل کو کرلیا مرے اے حیلہ جو پسند
آنکھوں میں آ گئے ضبط کے کتنے سو رک گئے | آنسو بھی ہوگئے ہیں مرے آبرو پسند
پہلے عزیز تھی یہ ہیں اب مگر نہیں | ہے جان سے زیادہ ہمیں آبرو پسند
میں آرزوئے وصل کو کردونگا دل سے دور | تم کو نہیں اگر یہ میری آرزو پسند
کیا میرے دل کا حال فرشتے سنائینگے | تم کو نہیں ہے میری اگر گفتگو پسند
دشمن کی اور دوست کی تم کو نہیں تمیز | نفرت تمہاری ہوگئی کیسی عدو پسند
قسمت تری کھلی کہ نصیبا ہوا بلند | اے دل سنا ہے آ ہی گیا ان کو تو پسند
یہ بھی تمہارے سوز محبت کا ہے طفیل | زخموں کی میرے تمکو جو آتی ہے بو پسند
قرباں اپنی اپنی نظر اور پسند ہے
تجھ کو ہیں وہ پسند انہیں ہے عدو پسند

کیا ہوا کیا نہ ہوا میرا خدا یا قاصد | آج بھی کوچۂ جاناں سے نہ آیا قاصد
میرے مطلب کی خبر کوئی نہ لایا قاصد | ہو کے ناکام در یار سے آیا قاصد
انکی خفگی کا مجھے حال سنایا قاصد | تو نے تو اور مرے دل کو ستایا قاصد
دل کے خوش کرنیکو میری تو ذرا فکر تو کر | کسطرح انکو مرا حال سنایا قاصد
جانا آنا تو ترا روز رہا اس در پر | خط مگر دوست کا لاکر نہ دکھایا قاصد
اس طرح ہو کے خفا یار کے گھر سے آیا | جسطرح موت کا پیغام ہو لایا قاصد
تیرے آنیسے ملی زندگی نو گویا | عمر لوٹ آئی کہ تو لوٹ کر آیا قاصد
پھر مرا حال انہیں جا کے سنانا لیکن | دیکھنا پہلے وہاں اپنا پرایا قاصد
تجھ پہ قرباں میں جاؤں کہ تری آنکھوں پر
اللہ اللہ تو انہیں دیکھ کے آیا قاصد

سب پر ہیں عیاں چار سو احسان محمد | کس طرح نہ دنیا ہو ثنا خوان محمد
گیسو کا ہوا عکس جو واللیل یقیناً | والشمس ہے خال رخ تابان محمد

یہہ نور شب ماہ تصدق ہے کسی کا — ہے عکس فگن شمع شبستان محمدؐ
توحید کا رستہ ہمیں بتلا دیا سیدھا — کس درجہ ہے اسلام پر احسان محمدؐ
تکمہ ہے گریبان کا اک عقدۂ پُر نور — اور مطلع انوار گریبان محمدؐ
محشر میں سفارش مری نانا سے کرینگے — حسنینؑ جو ہیں لخت دل و جان محمدؐ
جا پہونچوں مدینہ میں یوں ہی مانگتا کھاتا — حامی ہوں مرے کاش گدایان محمدؐ

قربان شفاعت اُنھیں کرنی ہی پڑے گی
چھوڑوں گا نہ میں حشر میں دامان محمدؐ

خدا خود ہوا حرز جان محمدؐ — نہ کچھ کر سکے دشمنان محمدؐ
کوئی شان میں اُسکا ہمسر ہو کیونکر — کہ شان آلہی ہے شان محمدؐ
چھپا کب جُدا ماہ کامل سے ہو گی — یہہ روشن رہے گا نشان محمدؐ
غرض عرش سے اور نہ کرسی سے مطلب — ہے تکیہ مرا آستان محمدؐ
کوئی اور قصّہ نہ ہرگز سنوں گا — سُنا دو سبھے داستان محمدؐ
زبان عرب میں ہے قرآن اُترا — زبان خدا ہے زبان محمدؐ
صلہ مدح خوانی کا خلد بریں ہے — بہشتی ہیں سب واصفان محمدؐ

یہ اعزاز کچھ کم نہیں ہے عزیزو
کہ قرباں بھی ہے مدح خوان محمدؐ

ہر گل میں ہے عکس رُخ نیکوئے محمدؐ — ہر غنچہ میں پیوستہ ہے خوشبوئے محمدؐ
ہے طور کے شعلہ میں نہاں موئے محمدؐ — کیا تاب جو دیکھے کوئی گیسوئے محمدؐ
خلوت کدۂ پاک میں صلواۃ کا غل تھا — پردے کے مقابل ہوا جب رُوئے محمدؐ
کیونکر ہو میسّر در اقدس کی غلامی — جبریل ہے جاروب کش کوئے محمدؐ
عقبیٰ بھی ملی مل گئی دُنیا بھی اُسی کو — جو شخص ہوا دل سے رضا جوئے محمدؐ
پامال ہوں بے ہاتھ لگا سئے کف پا کو — نادیدہ ہوں میں کشتۂ ابروئے محمدؐ
خالق نے خطاب آپکو محبوب کا بخشا — کس درجہ ہے مقبول خدا خوئے محمدؐ
واپس نہ کبھی آؤں میں پھر جاکے وہاں سے — دکھلائے خدا کاش مجھے کوئے محمدؐ
رکھتا ہے بس افلاس سر ہاتھ اپنا شب روز — چوگان قضا زیر سر کوئے محمدؐ

ہوتے ہیں اُدھر قافلہ پر قافلہ راہی
قرباںؔ کبھی تو بھی تو چل سُوئے محمدؐ

وَالشمس ہے وہ چہرۂ زیبائے محمدؐ
وَالیل ہے وہ گیسوئے دل آرائے محمدؐ
طوبیٰ چمن خلد میں اک سایہ ہے اُسکا
اے صل علیٰ قامتِ رعنائے محمدؐ
کیونکر نہ اُسے دعویٰ رفعت ہو فلک سے
اک رات سر عرش پہ تھا پائے محمدؐ
کر سکتا کسی کام کا کب عقل کل آغاز
ہوتی نہ شریک اُسکے اگر رائے محمدؐ
جز بخشش اُمت نہ کیا حق سے طلب کچھ
قربان سر ہمتِ والائے محمدؐ
بر لائے خدا کاش یہ دل کا مرے ارمان
ہو پیش نظر روضۂ زیبائے محمدؐ

قرباںؔ ہے اب اور تمناؤں سے بیزار
دل میں ہے فقط اس کے تمنائے محمدؐ

ایسی ہے شان مصطفےٰ صل علیٰ محمدؐ
جس کی ثنا کرے خدا صل علیٰ محمدؐ
شافی علتِ ریا۔ دافع محنت و بلا
ادنیٰ ہے تیرا معجزہ صل علیٰ محمدؐ
گلشن خلد کا شجر۔ گلبن جنت کا ثمر
شوکت دین کا دیا صل علیٰ محمدؐ
کھلتا ہو باغ میں جو گل ہوتی ہے آئینہ تیری بو
نغمہ ہے عندلیب کا صل علیٰ محمدؐ
ہادی راہ کبریا۔ رہبر جملہ انبیا
تیرا بڑا ہے مرتبہ صل علیٰ محمدؐ
دل سے پڑھے درود جو غم نہیں ہو کوئی مبتلا
بس یہ ہی اُسکی ہے دوا صل علیٰ محمدؐ

قرباںؔ خاکسار کو بندۂ جاں نثار کو
ورد ہے رات دن شہا صل علیٰ محمدؐ

ہے سب سے تیرا افضل سامان یا محمدؐ
شاہوں سے تو ہے بڑھ کر ذیشان یا محمدؐ
مشرق میں نور تیرا۔ مغرب میں تیرا جلوہ
ہے شش جہت میں تیرا فیضان یا محمدؐ
معراج میں خوشی سے کیونکر طلب نہ کرتا
عاشق تھا دل سے تیرا رحمان یا محمدؐ
رُوح القدس ہی تیرے روضہ کا ایک چاکر
رضواں ہے تیرے در کا دربان یا محمدؐ
جنت کی راہ ہم کو تو نے بتائی سیدھی
بے حد ہے تیرا ہم پر احسان یا محمدؐ

قرباںؔ کا یہ ہر دم ہر آن ہے وظیفہ
قربان یا محمدؐ قربان یا محمدؐ

ردیف - ڈ

تجکو ہے یار ابروئے خمدار پر گھمنڈ
دُنیا کو پھر ہوا کرے تلوار پہ گھمنڈ

اتنا غرورِ حسن پہ ہوگا نہ مہر کو
جتنا ہے تجکو شعلۂ رخسار پر گھمنڈ

ہے بات کونسی نہیں جس پر تجھے غرور
رفتار پر گھمنڈ ہے گفتار پر گھمنڈ

ہونا زِعاشقوں پہ تو وہ ناز ہے بجا
زیبا نہیں ہے آپ کو اغیار پر گھمنڈ

تجکو بھی سخت جانی پہ اتنا ہی ناز ہے
جتنا ہے اپنی آپ کو تلوار پر گھمنڈ

ہر اُنکا اک سخن دمِ عیسیٰ سے بھی سوا
پھر کیوں کریں نہ اپنی وہ گفتار پر گھمنڈ

گلچین کی آستین کو جب سے پکڑ لیا
بلبل کو اب ہی گل سی ہوا خار پر گھمنڈ

قمری کو سرو پر بھی ہوگا وہ ناز و فخر
جتنا ہے ہم کو قامتِ دلدار پر گھمنڈ

توڑے گا ایک روز وہ تیر اجل غرور بھی
قربانؔ کر گئے بیٹھا ہے حسنِ یار پر گھمنڈ

ردیف - ذ

یہ سمجھتے ہیں اُسے ہر دم لذیذ
ہو گیا زخموں کو اب مرہم لذیذ

اہلِ دل سے اُسکی لذت پوچھیے
ہے خوشی سے کچھ زیادہ غم لذیذ

رکھتا ہے اِس سے ہمیشہ تر زباں
سب ہے مگر گل کو بہت شبنم لذیذ

وُہ ہی کرتی ہے زیادہ فائدہ
جو دوا ہے ذائقہ میں کم لذیذ

اپنا اپنا ذوق ہے یہ ہم نشین
عیش تجھ کو ہے تو ہمکو غم لذیذ

تیرے نالے قلبِ مضطر خوشگوار
تیرے آنسو دیدۂ پرنم لذیذ

دل کچھ اُس سے ہے سوا ہمکو پسند
جام تھا جیسا تجھے اے جم لذیذ

مے ہے دستِ غیر سے قرباںؔ کو زہر
اور تیرے ہاتھ سے ہے سم لذیذ

بہت ناقص لکھا کاتب مری تقدیر کا کاغذ
پڑھا جاتا نہیں ہرگز تری تحریر کا کاغذ

شرارت کا سبب تھا یا مری قسمت کا باعث تھا
کیا ہے چاک کیوں اُسنے مری تحریر کا کاغذ

مرقع کھینچکر اس میں تری صورت کا رکھا ہے
بنایا دل کو ہم نے ہے تیری تصویر کا کاغذ

مرے قاتل کا غصہ بڑھ گیا مظلوم پر ناحق
لکھا تھا خونِ قاتل سے مری تحریر کا کاغذ

تجھے اے شیخ میں خطِ غلامی آج ہی لکھدوں
جو تو لادے شرابِ ناب کی تطہیر کا کاغذ

وہ میرا خط پڑھیں اور لکھ بھی دیں فوراً جواب اسکا
نہ اس تقدیر کا میں ہوں نہ اس تدبیر کا کاغذ

فلک پر دیکھے نقطے رات کو پیدا کئے انجم
بنایا آہ نے یوں آسمانِ پیر کا کاغذ

قیامت سے بھی پہلے دھو دیا کیا شانِ رحمت ہے
مرے اشکِ ندامت نے مری تقصیر کا کاغذ

یہ کہہ کر اُسنے اے قرباں مرا خط کر دیا واپس
پڑھا جاتا نہیں ہم سے تری تحریر کا کاغذ

کھال کا میری بنالو یہ ہے سستا کاغذ
نامہ لکھنے کو تمہیں گر نہیں ملتا کاغذ

میں تو سمجھا تھا لکھا اُس نے ہے کیا کیا اسمیں
خط جو کھولا تو لفافہ میں تھا سادا کاغذ

ایک بھی بات ہمیں اپنے موافق نہ ملی
ہر طرف کو ترا لکھا ہوا اُلٹا کاغذ

کاتبِ بخت کی تحریر پڑھی ہی نہ گئی
کس زباں میں مری تقدیر کا لکھا کاغذ

ہو بہو جیسے ہو تقدیر کا میری لکھا
اُلٹا سیدھا ہے لکھا یار نے ایسا کاغذ

دھوئے گی دفترِ تقصیر خدا کی رحمت
کیوں فرشتے یہ مرا کرتے ہیں میلا کاغذ

صاف انکار میں گو کرتا رہا حشر کے روز
کانپ اُٹھا آگے جب اعمال کا آیا کاغذ

تو نے کیوں کاتبِ تقدیر نہ کی تجھ پہ نظر
جبکہ لکھنے کو ترے سامنے آیا کاغذ

خوب دیکھا کہیں باقی نہ تھی گنجایشِ عذر
اپنے اعمال کا قرباں جو دیکھا کاغذ

ردیف ۔ ر

رہو آنکھوں میں پتلی بنکے پتلی میں نظر ہو کر
سما جاؤ مرے پہلو میں دل بنکر جگر ہو کر

ہنر کو عیب تم کہنے لگے اہلِ نظر ہو کر
ہنر اب کیا چھپیگا ان نگاہوں میں ہنر ہو کر

ہوس میں خوابِ عشرت کی کہ رہتا ہوں بند آنکھیں
نظر آجائے کوئی کاش رؤیائے سحر ہو کر

فلک نے بھی ترے عکسِ رخِ روشن کی چوری کی
چمکتا رہتا ہے عالم میں گنجورِ قمر ہو کر

وہ اب چھپنا بھی گر چاہیں تو ہم سے چھپ نہیں سکتے
رہیں گی تیلیاں چلمن میں بھی تارِ نظر ہو کر

شب فرقت کو کیا سمجھے ہو تم ہے اک بلا یہ بھی
قیامت ڈھائیگی یہ رات ہی اکدن سحر ہوکر

نگاہِ شوق کا بار اُن کو کھلنے کھیلنے کیا دے
غضب میں آئے وہ غنچہ دہن نازک کمر ہوکر

ہے دلمیں داستانِ عشق اور اکدل قیامت کا
بہت سے لطف ہو جائے گا قصہ مختصر ہوکر

بطِ سے بزم دشمن میں اگر ہوگی تو بو دے گی
کباب دل کی صورت سیخ پر یہ سیخ پر ہوکر

بلائے ٹھوکریں کھائیں عدو کی آبرو جائے
پڑے ہیں رہگذر میں خشت و سنگ رہگذر ہوکر

تری پیکر کو قدرت نے بنایا ایسی ساعت میں
رہا مقبول دنیا میں تو منظورِ نظر ہوکر

ہزاروں آرزوئیں حسرتیں ارمان مدفوں ہیں
بنایا مقبرہ دل کو کسی نے فتنہ گر ہوکر

مجھے تارِ نظر آئے لحد کی تیرگی میں بھی
جو آیا شمع رو تربت پہ کوئی نوحہ گر ہوکر

ہوا اُمر جیتے جی باندھیں بہت بیداد پیشوں نے
مگر دنیا سے وہ گذرے تو محرم دم ثمر ہوکر

ضیائے حسن یوسف تھی کہ حسرت تھی زلیخا کی لیے
رہی جو دیدۂ یعقوب میں نورِ نظر ہوکر

غزل قربان[1] و احمد[2] کی بہت چمکی نمائش میں
کھلے دنیا میں شاگرد عزیب نامور ہوکر
قربان[1] و احمد[2] سہارنپوری

کرکے بیداد نہ کہہ. شکوۂ بیداد نہ کر
تو ہی یہ ظلم و ستم اے ستم ایجاد نہ کر

شکوۂ جور و جفا اے دل ناشاد نہ کر
دیکھنے رحم کو آمادۂ بیداد نہ کر

صبر کر صبر ذرا دیکھ لوں صورت تیری
سر جدا کرنے میں جلدی ستم ایجاد نہ کر

ہو گیا اُنس اسے اپنے قفس سے صیاد
روح کو قید بدن سے مری آزاد نہ کر

نہ چھڑا فصل بہاری میں گلستاں اُسنے
بلبلوں پر ستم و جور یہ صیاد نہ کر

اے صبا بہر خدا۔ خاک لحد کو نہ اُڑا
رحم کر رحم تو مٹی میری برباد نہ کر

تو گرفتار ہیں آجائیں گے آداب قفس
ظلم مرغان چمن پر ابھی صیاد نہ کر

سامنے اُس کے بھلا تیری حقیقت کیا ہی
سرکشی قامت دلدار سے شمشاد نہ کر

آشیانے کو مرے اُس نے کیا ہے برباد
اے خدا خانۂ صیاد کو آباد نہ کر

اے صبا بوئے چمن آپ ہی اُڑ جائیگی
مفت الزام نہ لے تو اسے برباد نہ کر

ہجر میں موت کی ہچکی بھی نہ آئی مجھکو
کہدیا موت سے بھی اُسنے اسے یاد نہ کر

کفر ہے مذہب الفت میں شکایت قرباں
گلۂ جور نہ کر شکوہ بیداد نہ کر

رہیں گے آج سے ہم بھی کسی کے آشنا ہوکر
نگاہیں اس نے پھیریں بے مروت بیوفا ہوکر
دُکھایا دل مرا بیداد گر نے بے وفا ہوکر
میری شامت کہ میں نے غیر کا شکوہ کیا اُن سے
بتانا ہر گھڑی اچھا نہیں ہے اپنے عاشق کا
خبر دی ہے گویا کوچ کی جس دم نکلتی ہے
پھرے ہے گونجتا صحرا میں ہر سو نالۂ موزوں
مسل کر دل تمناؤں کا میری خون کرتے ہو
کدی ذانا بچے کیا گردشِ گردونِ گرداں سے
سفر آساں نہیں آگے کسی کے اہلِ عصمت کی

اگر ملتے ہو غیروں سے ملو تم بے وفا ہوکر
ہوا نا آشنا ہم سے وہ عالم آشنا ہوکر
ڈبایا کشتیٔ راحت کو میری ناخدا ہوکر
بگڑ بیٹھے چڑھائے تیور اٹھ بیٹھے خفا ہوکر
دعا لگ جائیگی آخر کسی کی بددعا ہوکر
نفس سے آمد و شد کی صدا بانگِ درا ہوکر
صدائے قیس ہوکر نغمۂ بانگِ درا ہوکر
لپٹ جائے نہ حسرت دستِ نازک سے حنا ہوکر
یہ ظالم پیستا ہے سبکو سنگِ آسیا ہوکر
کہ ان کی آنکھ میں شوخی بھی آتی ہے حیا ہوکر

فنا ہوکر ہوا حاصل بقا باللہ کا رتبہ
اٹھایا زندگی کا لطف قرباں نے فنا ہوکر

سدھارا قافلہ گل کا خزاں آئی ہے گلشن پر
اثر کچھ ان کے دلمیں کر دیا دردِ محبت نے
کیا ہے قتل کس بیکس کو ظالم آج مقتل میں
اگر پردہ اٹھا دو تم لبِ بام آکے چہرے سے
میری ہستی کو اے دستِ فلک محفوظ کر لیتا
اگرچہ یہ بتانِ سنگدل پتھر کے ٹکڑے ہیں
کریگا ٹکڑے ٹکڑے دیکھے جھٹکا ہاتھ وحشت کا
کہیں خونِ وفا کے داغ بھی دھلنے سے دھلتے ہیں
ہے اب حد سے سوا شوقِ شہادت مرنیوالوں کو
پسِ مردن بھی دونوں نے نہ چھوڑا ساتھ دونوں کا
اجازت بلبلوں کو باغباں اتنی نہیں دیتا
نہ پایا چین ہم نے جیتے جی ایذا دہندوں سے
خفا کیوں ہو پسِ مردن گنہگارِ محبت سے

ہیں نالاں بلبلیں بیٹھی ہوئی شاخِ نشیمن پر
کہ آئے وہ پریشاں اشک ریزاں میرے مدفن پر
پڑی ہیں خون کی چھینٹیں ہزاروں تیرے دامن پر
گماں ہو ماہِ تاباں کا تمہارے روئے روشن پر
گرانی بجلیاں منظور تھیں گر میرے خرمن پر
گرا دیتے ہیں آنسو آنکھ سے عاشق کی شیون پر
بھروسہ چارہ گر رکھتا ہے کیا زنجیرِ آہن پر
یہ دھبے حشر تک قاتل رہینگے تیرے دامن پر
خدا کے واسطے قاتل چلا دے تیغ گردن پر
ہماری قبر پر حسرت ہے ارماں دل کے مدفن پر
نظارہ گل کا کرلیں پھاند کر دیوارِ گلشن پر
مرے تو دو فرشتے اور تھے موجود مدفن پر
کبھی آتے نہیں تم فاتحہ پڑھنے بھی مدفن پر

نگاہِ نازنے قاتل کی قرباں ذبح کر ڈالا
چلادی جب چھری اللہ اکبر کہہ کے گردن پر

حاضر ہُوا ہوں صابری دیکھ کر
کعبہ سے کیوں پھرا در و دیوار دیکھکر
اُس نے اٹھائی تیغ جو مجھ بے قصور پر
کھائی ہیں سالکانِ طریقت نے ٹھوکریں
بلبل خزاں میں رنگ اُڑیگا بہار کا
بے وجہ ناچتے نہیں طاؤس باغ میں
اے چارہ گر سمجھ کے ذرا کیجئے علاج
کیا لطف ہے یہاں سرسودا نہیں رہا
عاشق ہزاروں مرگئے سر پھوڑ پھوڑ کر
کس منہ سے اُنکے جور و جفا کا گلہ کروں
مُوسیٰ کی طرح ہم بھی جو بیہوش ہوگئے
کھوٹے کھرے سخن کو پرکھتے ہیں ذی ہنر
زلفوں کو اُس کی دیکھ کے رُخسار دیکھئے
دیکھے کوئی جو دیدۂ وحدت سے باغِ دہر

مجھ پر نگاہِ لطف ہو سرکار دیکھکر
جاتا تھا شیخ جلوۂ دیدار دیکھکر
آئی صدائے غیب جفا کار دیکھ کر
زاہد پھسل پڑے تری رفتار دیکھکر
کیا شاد ہے تو باغ کو گلزار دیکھکر
آئے ہیں رقص میں تری رفتار دیکھکر
ہنستے ہیں زخم مرہم زنگار دیکھکر
اور دل یہ ٹوٹتے ہیں خریدار دیکھکر
ثابت ہے حالت در و دیوار دیکھکر
بیداد اس نے کی ہے وفادار دیکھکر
نکلے گی خاک حسرت دیدار دیکھکر
لیتے ہیں لعل و دُر کو خریدار دیکھکر
سیر حلب بھی کیجئے تا تار دیکھکر
حاصل ہو۔ ایک کیف گل و خار دیکھکر

قربانؔ حُسن بھی ہے عجب جنس دلفریب
کب چھوڑتا ہے اُس کو خریدار دیکھ کر

نظروں میں مری کوئی سماتا ہی نہیں اور
دیکھوں ہیں شب وصل بتیں پہلو میں اپنے
تم سے ہی تو امید تھی دنیا میں کرم کی
اللہ رے اُس جلوہ گہِ ناز کے اعجاز
تیار ہزاروں ہیں ابھی مٹنے کو مُوسےٰ
یہ کیف۔ یہ مستی۔ یہ چھلکتی ہوئی نظریں
جانے کیلئے بیٹھے تھے ہم اور کہیں کو

دیکھا نہ زمانے میں کہیں تجھسا حسیں اور
کچھ اس کے سوا دل کی تمنا ہی نہیں اور
دُکھ دینے لگے دلکو مرے ہائے تمہیں اور
آنکھیں تھیں کہیں اور مرا دل تھا کہیں اور
ہاں ایک جھلک پردے سے اُو پردہ نشین اور
کچھ اور ہیں آنکھیں تری ہر آہوئے چیں اور
لے جاتا ہے رہوارِ قضا ہم کو کہیں اور

مردود ہو سجدہ جو کرے جز ترے در کے / ہرگز نہ جھکے گی یہ کہیں میری جبیں اور
راحت میں بھی تکلیف میں بھی تجھ پہ نظر ہے / ملجا و ماوا۔ کہیں جز تیری نہیں اور
سمجھے ہوئے تھے ہم تو درِ دوست کو جنت / زاہد نے کہا۔ ہم سے کہ ہے خلد بریں اور

کہتے نہ تھے قرباںؔ نہ کر ان کی منت
کرتا ہے کوئی عجز تو کھنچتے ہیں حسیں اور

پھاہا مرے زخموں پہ نہ رکھ غنچہ دہن اور / بڑھ جائیگی اس سے تو مرے دلکی جلن اور
ہے دفن مرے ساتھ میں اک لاشۂ دل بھی / رکھدیجئے ہمراہ مرے ایک کفن اور
پہلے ہی کسی شوخ سے لوں حشر کا وعدہ / دلکو ہے مرے آج نئی ایک لگن اور
مہکے ہوئے پھولوں سے دہن مانگ کے لی آ / منظور ہے لڑنا جو تجھے غنچہ دہن اور
تقلیدِ فلک کرتے ہیں بیداد میں ہر روز / وہ سیکھ کے آئے ہیں نیا ایک چلن اور
ہوتا ہے نمک پاش جو زخموں پہ وہ ہنس کر / خوش ہوتا ہے اس سے یہ مرا داغ کہن اور
بدلے تری محفل میں تمناؤں نے پہلو / میں کہہ گیا کچھ اور تھا۔ کچھ روئے سخن اور
گل داغِ محبت کے ہوئے سینہ میں شاداب / یہ باغ میں الفت کے کھلا ایک چمن اور

قرباںؔ نے کیا خوب عناصر میں اضافہ
اک عنصرِ الفت کو کیا جزوِ بدن اور

گرتا ہے جیسے شمع پہ پروانہ ٹوٹ کر / بنتِ عنب پہ یوں گرا مستانہ ٹوٹ کر
ساقی نے عذرِ جام کیا میکدہ میں جب / پیمانہ بن گیا دلِ مستانہ ٹوٹ کر
خرمن پہ گل کے برقِ خزاں ٹوٹکر گری / بلبل گرا نہ کیوں ترا کاشانہ ٹوٹ کر
نکلی ہیں میرے قصہ سے شاخیں ہزارہا / افسانے سو ہوئے مرا افسانہ ٹوٹ کر
سوزِ غمِ فراق کی جب بجلیاں گریں / مسمار ہو گیا دلِ دیوانہ ٹوٹ کر
قایم اسی طرح جو رہی نوک جھونک روز / رہجائے گا مرا دلِ دیوانہ ٹوٹ کر
تسبیحِ شیخ چلتی ہے میخانے میں مدام / کعبہ بنے گا کیا کوئی بتخانہ ٹوٹ کر
جبتک ہنو مجاز حقیقت ہے بے حصول / کعبہ بنا ہے دہر میں بتخانہ ٹوٹ کر

قرباںؔ پوچھ ساقی سے کیوں اتنی مست ہے
کیا مل گیا ہے آنکھ میں میخانہ ٹوٹ کر

زباں پہ لا تو نہ اپنے شکوہ خدا خدا کر خدا خدا کر
کہ عاشقوں کا نہیں یہ شیوہ خدا خدا کر خدا خدا کر

خدا جو دل میں تری لبا ہی زباں سے بھی اپنی تو خدا کہہ
اگر تجھے عشق کا ہے دعویٰ خدا خدا کر خدا خدا کر

کوئی جو تکلیف تجھ پہ آئے کوئی جو آفت تجھے ستائے
تو یاد کر لے یہ ہی وظیفہ خدا خدا کر خدا خدا کر

خدا کا بندہ تو دل سے ہو جا۔ تو چھوڑ دُنیا کا جھوٹا دھندہ
بتوں کی الفت کا کر نہ دعویٰ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو چاہے غم سے جو چھوٹ جانا۔ نجات رنج و الم سے پانا
تو بندگی کو بنا لے پیشہ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو دیکھ تجکو ہے کیا وہ دیتا۔ تو دیکھ پھر تجکو کیا ہے ملتا
خدا کا بن جا۔ خدا کا ہو جا۔ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو صاف کر دل جو دل کا شیشہ جو دور اسکا تو زنگ کر لے
تو دل میں روشن ہو تیرے جلوہ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو کر ہونے کا اُنکا دعویٰ کہ وہ تو پیغمبر خدا سے تھے
کہاں ہے تو اور کہاں ہے موسیٰ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو نام لے جو زباں سے انکا نہیں تو قربانؔ تو انکا بندہ
خدا کا بندہ۔ خدا کا بندہ۔ خدا خدا کر خدا خدا کر

چل دیئے سب رفتہ رفتہ خوش نوایانِ بہار
اب کہاں بزمِ چمن میں راز دارانِ بہار

بلبلیں مر کر ہوئیں رشکِ شہیدانِ بہار
مقتلِ گلشن بنی ہے عیدِ قربانِ بہار

داغ بن بن کر شگفتہ ہے ہر ارمانِ بہار
دیکھ لو دل میں مرے آکر خیابانِ بہار

ہے یہ تاکیدِ خزاں برہم ہو سامانِ بہار
میرے ہوتے اور دنیا میں بڑھی شانِ بہار

چونچ میں اپنی لئے پھرتی ہے سامانِ بہار
اے زہے منقارِ بلبل اور دامانِ بہار

میں ہی وجہ تازگی ہوں میں ہی ہوں وجہ شگفت
باغِ ہستی میں مرے دم سے ہے سامانِ بہار

جسطرح ممکن ہو آزادی کی سب کوشش کریں
اے اسیرانِ قفس ہے آج فرمانِ بہار

گلشنِ الفت میں مل جُلکر کرینگے روشنی
داغ دل میرے بنیں گے سب چراغانِ بہار

دستِ گلچیں و خزاں سے جب بچا سکتا نہیں
باغباں پھر کیوں بنا ہے تو نگہبانِ بہار

کیوں تو اترائی ہے بلبل چند روزہ عیش پر
چاک کر دیگی خزاں اک دن گریبانِ بہار

غنچہ و گل سنبل و لالہ سمن اور نسترن
سب فنا ہونے کو ہیں جتنے ہیں سامانِ بہار

ہو گیا قربانؔ ہر دیوانۂ گلشن امیر
رنگ اب کس کو دکھائیں نو عروسانِ بہار

دل پہ ہوئی ہے کیسی یہ بیداد بے خبر
سر پر پڑی ہے عشق کی افتاد بے خبر

جنت بنائی اور نہ راس آئی اس کی سیر
تھا اپنی موت وزلیست سے شداد بے خبر

سب اپنی زندگی کے مزے بھول جائیگا
اے دل یقین تجھ پہ ستم پھر نہ وہ کریں
انجام کار اس کو اٹھانا پڑا ملال
آئی خزاں بہار گئی چپ ہیں بلبلیں
دی اپنی جان العنت شیریں میں کوہ پر
کرتا ہے بے گناہ جو اہل وفا کو قتل
ہشیار ہے کہ کھل نہ گیا ہو در قفس

جس دن اجل نے تجھ کو کیا یاد بے خبر
سُن لیں جو وہ کبھی تری رُو داد بے خبر
تھا رسم عشق سے دل ناشاد بے خبر
اب ہے ہر ایک طائر برباد بے خبر
انجام عشق سے رہا فرہاد بے خبر
شاید ہے روز حشر سے جلاد بے خبر
رہتا نہیں اسیر سے صیاد بے خبر

قربان بتوں کو چھوڑ کے نام خدا بھی لے
کیوں اپنی زیست کرتا ہے برباد بے خبر

چل گیا حلق پہ میرے بھی تمہارا خنجر
ہم سمجھتے ہیں یہ خنجر ہے انوکھا خنجر
رحم کرتا ہی نہیں جان پہ عاشق کے کبھی
دست نازک میں نہیں قتل کی طاقت شاید
بیکسی گو کہ مری کر لی رہی منع اسے
کاٹ کر میرا گلا رنج سے دی مجکو نجات
اُف رے یہ مشق ستم اُف رے یہ انداز جفا
نیم جاں چھوڑ گیا جان ابھی باقی ہے
دیکھتے دیکھتے نہلا دیا خوں میں مجکو

خون کا پیاسا تھا مدت سے ادا کا خنجر
آپ رو کے ہی رہیں اپنی ادا کا خنجر
کس بلا کا ہے ترا خون کا پیاسا خنجر
کیوں پڑا آکے مری حلق پہ ہلکا خنجر
بے دھڑک ہو کے مگر اس نے چلایا خنجر
کر گیا میرے غم دل کا صفایا خنجر
حلق سے تا بہ جگر اس نے اُتارا خنجر
چل دیا چھوڑ کے کیوں مجکو تڑپتا خنجر
لاؤ آنکھوں سے لگالوں میں تمہارا خنجر

ایک ہی وار میں سر تن سے کیا میرا الگ
تیز لایا تھا وہ قربان بلا کا خنجر

چلاؤ چلاؤ اداؤں کے تیر
کسی نے لگائے جفاؤں کے تیر
کریں گے اسے غیر برداشت کیا
فقط ہیں یہ مخصوص میرے لئے
ادا اور عشوہ جفا اور ناز

لگاؤ لگاؤ جفاؤں کے تیر
کسی نے لگائے اداؤں کے تیر
لگاؤ ذرا آشناؤں کے تیر
تری شوخیوں اور جفاؤں کے تیر
یہی ہوتے ہیں دلرباؤں کے تیر

مجھے آہ کرتے جو دیکھا کہا
چلاتے ہو کیوں تم ہواؤں کے تیر

ہدف تو نے عشاق کو کیوں کیا
لگے دل میں کیوں بخطاؤں کے تیر

خدا اب ہے حافظ دلِ زار کا
کہ لگتے ہیں قرباںؔ جفاؤں کے تیر

مٹا دے جب مجھے چاہے زمانہ آسماں ہوکر
کبھی نالہ نہ میرے دل سے نکلے گا دھواں ہوکر

میں شرمندہ ہوا جاتا ہوں اُسنے ناتواں ہوکر
بہت پیچھے رہا جاتا ہوں گردِ کارواں ہوکر

تمہارے وصل کی حسرت جو آئے مہماں ہوکر
تو دل کا غم کرے کچھ روز خدمت میزباں ہوکر

عبث بلبل تو گلشن میں یہ تنکے چُنتی پھرتی ہے
رہیگا بجلیوں کی نذر اک دن آشیاں ہوکر

اشارہ پاتے ہی عاشق تمہاری سر کے بل آئیں
بُلائے تم انہیں دیکھو کسی دن مہرباں ہوکر

ابھی سے ہے یہ فتنہ کل قیامت کیا یہ ڈھائیگا
لڑکپن حسن کا ایسا ہے وہ کیا ہونگے جواں ہوکر

دیا ہے نطق جب حق نے تو پھر خاموش رہنا کیوں
سب اُسنے حالِ دل کہہ دے نہ رہ تو بےزباں ہوکر

مرے دل میں سما جاؤ مری آنکھوں میں آجاؤ
نہیں ہے شان کچھ ایسی پھرو تم بے مکاں ہوکر

یہی ہے انقلاب - اسکا ہی گردش نام ہے شاید
نشیمن کے رہے تنکے قفس کی تیلیاں ہوکر

ڈبویا نام اُس نے اور بھی اہلِ محبت کا
کیا منصور نے یہ کام کیسا رازداں ہوکر

یہ ہر صورت ہر انساں کو رہا دکھ بزمِ ہستی میں
رہا دنیا میں کوئی بھی کبھی دن شادماں ہوکر

نہ کر اولاد کا کچھ غم کہ یہ تو ہوتی آئی ہے
گئے قرباںؔ اِس دنیا سے لاکھوں بےنشاں ہوکر

توڑے ستم ہزار ہا تم نے ہماری جان پر
آیا مگر کبھی گلا اسکا کوئی زبان پر

اُن کو دکھا کے آئینہ محوِ غرور تو نہ کر
رہنے دے آئینہ کو تو آئینہ گر دوکان پر

فصلِ خزاں کی ہے نمود۔ موسمِ گل ہوا وداع
بیٹھا ہوا ہے باغباں چین سے کس گمان پر

آپ وفا کا امتحاں شوق سے لیں ضرور لیں
اُتریںگے پورے ہم ضرور آپکے امتحان پر

دیکھا ہے ہمنے پہلے بھی بھولے نہیں ہیں راہ کو
خون بہا ہے بارہا پاؤں کے ہر نشان پر

اتنا غرور کر نہ تو حسن ہے تیرا عارضی
ہنسنا پڑے گا ایکدن ہمکو ترے گمان پر

آج تو میری داستاں سُن لے مری زبان سے
دار و مدارِ لطف ہے صرف مرے بیان پر

قرباںؔ خموش ہم رہے کھائیں نظر کی چٹکیاں
عشق کا رازِ عاقبت کھُل گیا سب جہان پر

زلف کے مارے ہوئے حسن کے حیرانوں پر
رحم کیوں کرتے نہیں اپنے پریشانوں پر

عفو منظور ہے تجھ کو تو فرشتے ہر دم
میرے اعمال لکھا کرتے ہیں کیوں شانوں پر

رنج دیتی ہے یہاں کیوں یہ بلا کر دنیا
کوئی کرتا نہیں سختی کبھی مہمانوں پر

شمع رو کرتا نہیں مخمر تو ہم پر اتنا
جسقدر ناز ہے اس شمع کو پروانوں پر

گرم ہوتی رہی بزم فسانوں سے میرے
اوس پڑتی ہی رہی قیس کے افسانوں پر

غیر کی روک نہیں اور یگانوں پہ ہے قید
ہم کو آتی ہے ہنسی تیرے نگہبانوں پر

جو حوادث سے زمانہ کے نہ ڈرتے تھے کبھی
بجلی اک روز گری اُنکے ہی کاشانوں پر

انکی باتیں بھی نئی اور ہے دحشت بھی نئی
ہو نہ مستوں کا گماں آپکے دیوانوں پر

مغفرت کا یہی قربانؔ بنیں گے ساماں
ظلم ہوتے ہیں بتوں سے کہ جو مسلمانوں پر

رہنے کو مل جائے نہ دنیا کوئی دن اور
حسرت تھی کہ دیکھیں یہ تماشا کوئی دن اور

میں نے جو کہا آج کرو وصل کا وعدہ
کہتے ہیں کہ اس کام سے ملنا کوئی دن اور

وعدے میں صداقت جو ذرا بھی ترے ہوتی
ملنے کے ترے کرتے تمنا کوئی دن اور

ممکن تھا کہ وعدہ کو وہ ایفا کبھی کرتے
ہم نے نہ کیا ان سے تقاضا کوئی دن اور

معلوم جو ہوتا کہ ترا وصل ہے ممکن
دنیا میں ترے واسطے رہتا کوئی دن اور

اغیار کی ہمراہ مناسب نہ تھا ملنا
ملنے کو مرے واسطے ہوتا کوئی دن اور

پھر نوح کا طوفان بپا ہوتا جہاں میں
آنسو جو ہیں آنکھونسے بہاتا کوئی دن اور

ہے زندگی دو دن کی تو کس طرح یقین ہو
اس عالم فانی میں ہے رہنا کوئی دن اور

دنیا سے اگر جاکے وہ پہلے کبھی آتا
تو دیکھتے قربانؔ کا رستہ کوئی دن اور

سر پہ آتی ہے شب غم مری قاتل ہوکر
یہ بلا ٹل نہیں سکتی کبھی نازل ہوکر

میں تو مقتل ہی میں مرنے کیلئے آیا تھا
یہ خبر کیا تھی کہ رہ جائے گا بسمل ہوکر

قیس سمجھا مری امیدوں کا کعبہ ہے یہی
گذرا جس سمت کو لیلےٰ ترا محمل ہوکر

تم کو زیبا نہیں بچپن میں یہ انداز جفا
ظلم کرلینا کسی پر کسی قابل ہوکر

سخت جانی کے سبب کر نہ سکا قتل کوئی
رہ گئی تیغ بھی جزو تن بسمل ہوکر

جب محبت کی نظر پڑ گئی تیری مجھ پر
سختیاں عشق کی آساں ہوئیں مشکل ہوکر

جب نہ انجام کوئی ہم نے طلب کا دیکھا
آہ واپس ہوئے آزردہ منزل ہوکر

آنسو نکلے وہ سمندر جو تھے موج اندر موج
میری آنکھوں میں رہے ضبط کا ساحل ہوکر

آئے اور دیکھ کے واپس گئے آنیوالے
قرباں سوتے ہی رہے نیند سے غافل ہوکر

رہ گیا سارا جہاں عرصۂ محشر ہوکر
کیا ملا قلب کو آخر مرے مضطر ہوکر

فاتحہ خوانی کو آئے ہو ندامت یہ ہے
دیکھ لیں کیسے تمہیں قبر سے باہر ہوکر

دیکھ اک قطرۂ ناچیز گرا تھا جو کبھی
آج نکلا ہے صدف سے وہی گوہر ہوکر

اب کلیجہ کی طرف عزم سفر کرتا ہے
دل سے مایوس مرے یار کا خنجر ہوکر

کیا دکھاتا ہے زمانہ کو ادائیں اپنی
یہ ہی انداز غضب ڈھائیں گے محشر ہوکر

لاکھ تعویذ بنائے کوئی تربت پہ مری
میری گردش سے رہے گا یہ برابر ہوکر

قیس و فرہاد ہمیں دیکھ چکے ہیں پہلے
راہ دکھلاتے تھے ہم عشق کی رہبر ہوکر

حسن کا کوئی بھی محفوظ ٹھکانا نہ رہا
بن گیا کیا مرے دل سے تجھے باہر ہوکر

ہمنے قرباں کبھی شان کو جانے نہ دیا
ہم جہاں بیٹھے جہاں میں وہیں افسر ہوکر

رنج دہ نالۂ دلدار کی پائی تحریر
سامنے میرے جو قسمت کی تھی آئی تحریر

نور آنکھوں کا بڑھا اور ہوا دل مسرور
لا کے قاصد نے مجھے اس کی دکھائی تحریر

تو جو کہتا ہے نہیں غیر کو لکھا کبھی خط
دیکھ اس خط میں ہے تیری کہ پرائی تحریر

مجکو افسوس ہے کیوں روح نے تردید نہ کی
کاتب بخت نے جب پڑھکے سنائی تحریر

غیر کے خط سے بہت کم ہیں مضامیں اسمیں
کیوں نہ میں دل سے کروں تیری بڑائی تحریر

خط کی صورت میں جو قاصد نے ہمیں دی لاکر
اپنے سینے سے تری ہم نے لگائی تحریر

قاسم بخت سے کچھ روز ازل کہہ لیتا
کاتب بخت نے کیوں مجھسے چھپائی تحریر

اس کا انجام بھی قرباں تھا ملتا جلتا
اپنی قسمت سے عدو کی جو ملائی تحریر

کون ایسا ہے کہ بگڑی میں بنا سے تقدیر
دیکھنا وہ ہی پڑے گا جو دکھائے تقدیر

ایسی ضد مجھسے ہوئی ایسی عداوت مجھسے
جو ہیں تدبیر کروں اس کو مٹائے تقدیر

تیری تحریر وہ ہے جو کہ مٹائے نہ مٹے
لاکھ اب اشک ندامت کے بہائے تقدیر

کوئی بھی ہم سا زمانے میں دل افگار نہیں
ہم زمانے سے الگ اپنی ہیں لائے تقدیر

آج آمادہ ہے وہ وصل کے وعدہ کیلئے
کاش یہ مژدہ کبھی ہم کو سنائے تقدیر

اسکو ڈر ہے ہو معشوق کی قسمت بھی خراب
کیوں نہ پھر روٹھنے والوں کو منائے تقدیر

ہوں وہ بدبخت کہ غیروں کا اگر کچھ ہو قصور
الٹا الزام مرے سر پہ لگائے تقدیر

میری تقدیر پہ روتا ہے مقدر بھی مرا
کیوں نہ آنسو مری حالت پہ بہائے تقدیر

ہم نے بنیاد جو رکھی وہ ہلائے نہ ہلی
یعنی قربان نہ تھی خام بنائے تقدیر

رات دن کرتی رہی ساری خدائی تدبیر
میرے بچنے کی کوئی راس نہ آئی تدبیر

اور باتیں تو بہت تو نے بتائیں ناصح
اُن کے ملنے کی مگر کچھ نہ بتائی تدبیر

کوششیں کیں تو نصیبے کے جگانے کیلئے
خفتہ بختی سے کوئی کام نہ آئی تدبیر

کام جب ہونے لگا میرے مقدر کیخلاف
وہ ہی اُلٹی ہوئی جو سامنے آئی تدبیر

کام ہوتا نہیں دُنیا میں مشیت کے خلاف
کر نہیں سکتی خدائی میں خدائی تدبیر

جسکے دروازہ پہ ہوں قفل مقدر کے پڑے
کر نہیں سکتی وہاں اپنی رسائی تدبیر

جب تو ناکام ہوئی اور جلی سر تا پا
آگ تقدیر میں پھر کیوں نہ لگائی تدبیر

وہی آخر کو ہوا جو تجھے منظور ہوا
ہم نے انسان کی ناکام ہی پائی تدبیر

ہوگئے شاکر تقدیر بہر صورت ہم
جب سمجھ میں کوئی قربان نہ آئی تقدیر

مرے دلمیں رہا غم عمر بھر دل کا مکیں بنکر
مجھے ڈستا رہا کمبخت مار آستیں بنکر

رہو تم دل کے اندر آج سے دلکے مکیں بنکر
رہا کرتا ہے موتی جیسے خاتم میں نگیں بنکر

تمہاری بات اُلٹی تھی کیا اُلٹا یقیں میں نے
تمہارے منہ سے نکلی ہاں مگر گویا نہیں بنکر

اگر آنسو کوئی نکلا وفور جوش گریہ سے
تو نکلا درج چشم یار سے دُر ثمیں بنکر

یہاں عشاق کرتے ہیں جبہ سائی جو آ آکر
تمہارا سنگ در رہجائیگا اکدن جبیں بنکر

تعجب ہے تعجب ہے تعجب ہے تعجب ہے
کرو تم قتل اتنے ایسے نازک نازنیں بنکر

تمہاری پردہ داری کا اسے ہے پاس کس درجہ
کہ رہتی ہے تمہاری یاد بھی پردہ نشیں بنکر

بہت نازک ہے دل انکا وہ اہلِ غمکو کیا جانیں
نہ جانا سامنے اُنکے کبھی اندوہ گیں بنکر

ذرا تم امتحاں کا نام تو لو بھاگ جائیگا
عدو جو بزم میں بیٹھا ہوا ہے ہم نشیں بنکر

بگولے خاکِ عاشق کے اگر اڑتے رہے یونہی
فلک رہجائیگا اک روز پیوندِ زمیں بنکر

نکالو اس کو دِلسے دلمیں رہنے کے نہیں قابل
عدو کا خوف رہتا ہی عبث دلمیں مکیں بنکر

یہ اُسکے حسن کی قرباںؔ ضیا باری کا صدقہ تھا
ہمارا داغ چمکا چرخ پر ماہِ مبیں بنکر

نقل کرکے بھی اُسے غیر بناہیں کیونکر
ترے ناشاد کیا کرتے ہیں آہیں کیونکر

جسکو پامال کیا تم نے ستایا جس کو
پھر تعجب ہی ملیں ایسی نگاہیں کیونکر

چاہنے والو تمکو انجام ہے معلوم مگر
دل سی مجبور ہیں وہ تمکو نہ چاہیں کیونکر

رہروانِ رہِ الفت ہیں بہت آبلہ پا
طے کریں عشق کی دشوار وہ راہیں کیونکر

درد اُٹھتا ہے تو خاموش ہی رو لیتے ہیں
ہر بلب ہیں شبِ ہجر کراہیں کیونکر

نہ بتاؤں تو ستم اور بتاؤں تو غضب
پوچھتے ہیں وہ بتا تجھ سے نباہیں کیونکر

خلوتِ وصل میں قرباںؔ نہ پوچھو مجھسے
ڈالتے ہیں وہ گلے میں مرے باہیں کیونکر

تمہیں دشمن ہو تو ہوا اور بھروسا کس پر
نہ سنو تم تو کروں عرضِ تمنا کس پر

تیرے تیر دل پہ کرے یا ترے پیکاں پہ کرے
خون کا دعویٰ کرے میرا کلیجہ کس پر

گور میں رکھ کے کہاں چلدئے احباب عزیز
چھوڑ کر مجھ کو یہاں جاتے ہیں تنہا کس پر

حاکمِ وقت بھی ہے جس کے طرفداروں میں
حشر میں اے دلِ بیتاب ہی دعویٰ کس پر

ضبط پر بس نہیں اب درد سوا رہتا ہے
ہم نشیں چھوڑ چلا مجھ کو تڑپتا کس پر

بیکسی تو ہی ذرا ہاتھ لگا دے آکر
دوشِ نازک ہی بھلا جائے جنازہ کس پر

اشک آنکھوں سے بھرے گھر سی نکلتا ہوں میں
دیکھئے ٹوٹ پڑے جوش کا دریا کس پر

لن ترانی کے سوا کچھ نہیں آتا جسکو
آپ شیدا ہوئے اے حضرتِ موسیٰ کس پر

قیس رخصت ہوا۔ اور میں بھی ہوں جانیوالا
دیکھئے ختم ہو یہ وحشتِ صحرا کس پر

میں بھی ناکام رہا خضر بھی ناکام رہے
کوئی بتلائے کھلا عشق کا رستہ کس پر

دل ہے ویران مرا طور بھی خاکستر ہے
دیکھئے اب وہ کریں عزمِ تجلی کس پر

بازی گر آتے ہیں قربان چلے جاتے ہیں
دیکھئے ختم ہو دُنیا کا تماشا کس پر

میرے بھی گلشن میں یارب ایکدن آئے بہار
عیش کی گھڑیاں مجھے بھی کچھ تو دکھلائے بہار

تیرے ہی دم سے فقط یہ رونق گلزار بھی
تیرے جانے سے چمن کے پھول مرجھائے بہار

باغباں سے کہہ رہی ہے عندلیب خستہ حال
اب کے گلشن میں دُعا ہے کہ خزاں آئے بہار

مانگ لے ای باغباں تو بھی دُعا بلبل کیساتھ
اب کے گلشن میں جو آئے تو نہ پھر جائے بہار

آنیسے گلشن میں اسکے رُک نہیں سکتی خزاں
باغباں تجھسے نہ کیونکر آج شرمائے بہار

جب یہ آتی ہے تو دیوانہ بنا لی ہے ہمیں
ایسے آنیسے تو بہتر ہے نہ گر آئے بہار

ہم تو محبوس قفس ہیں ظلم سے صیاد کے
ہمکو کیا گلشن میں تیرے باغباں آئے بہار

اس کے جانے کا الم ہے سبکے دل پر ایک سا
اشک شبنم کیوں نہ پھر پھولوں پہ برسائے بہار

سیر کو وہ آئے ہیں ہمراہ لے کر ہار پھول
اب خزاں گلشن میں آجائے تو شرمائے بہار

پھول کلیوں سے بنینگے اور پھر پھولوں سے ہار
کون اتنی دیر تک دیکھے تماشائے بہار

انکی آنکھیں غنچہ ساماں انکے لب گلہائے تر
جب وہ آئیں کیوں نہ انکے ساتھ بھی آئے بہار

ہم نہیں گلشن میں اے قربان تو پھر کچھ نہیں
اب خزاں آئے سر گلزار یا آئے بہار

کیوں ہو ناراض بے سبب آخر
کس لئے ہے ترا غضب آخر

گر قیامت میں بھی نہیں ملتے
مجھ سے صاحب ملوگے کب آخر

کیا خطا تھی دل پریشان کی
اس پہ ٹوٹا ہے کیوں غضب آخر

کچھ خدا سے نہ میں نے مانگا تھا
دے دیا اس نے بے طلب آخر

تاج و دیہیم کا جو تھا مالک
خاک میں وہ گیا ہے دب آخر

قصۂ غم کو ختم کیوں کر دوں
مجھ کو کہنا ہے حال سب آخر

بے طلب ہی نہ کیوں چلے جائیں
ہم کو جانا وہاں ہے جب آخر

بات اغیار کی ہے کیوں مرغوب
کچھ لکھو تو سہی سبب آخر

کوئی دے گا نہ تیرا ساتھ افسوس
ہو گا قربان تیرا جب آخر

زمانے میں ہوئے بدنام وہ آخر حسیں ہوکر
بجا ہے گر رہیں دنیا میں سب سے خوشگیں ہوکر

خدا جانے مسیحا نے کہا کیا کان میں اُسکے
سرہانے جو بیٹھا چارہ گر اندوہگیں ہوکر

مسافر ہے عدم کی راہ دنیا جسکو کہتے ہیں
جو آتے ہیں وہ جاتے ہیں ہمیشہ سے ہمیں ہوکر

جنہیں حرمان و حسرت یاس و ارماں لوگ کہتے ہیں
یہی پہلو میں اب رہتے ہیں دل کے جانشیں ہوکر

ہوا وہ شاد تیرے وصل سے جسکے یہ معنی ہیں
عدو نے ڈس لیا آخر کو مارِ آستیں ہوکر

دکھائیں کیوں نہ بت قدرت ہمیں جب اُسکی قدرت سے
یہ آئے ہیں یہاں تصویرِ صفت آفریں ہوکر

حسینوں کے ہیں جتنے کام سب میں حسن ہوتا ہے
ذرا سوچو تو کوئی ظلم کرتا ہے حسیں ہوکر

اٹھائیگی قیامت کیا جفا کے پائمالوں کو
پڑے رہجائینگے ہم تیرے کوچہ کی زمیں ہوکر

نشانی عشق کی قربانؔ گویا مل گئی تجھ کو
ترے دل میں لگے رہنے وہ بالا خر نگیں ہوکر

ستم کرنے لگے دل پر وہ اُلٹے مہرباں ہوکر
ہوئے نااہل ثابت آخر آخر قدرداں ہوکر

عدم سے آئے تھے ہم پھر عدم کو چلدیے آخر
کسی کے واقفِ اسرار ہوکر رازداں ہوکر

تری صیاد سے اے باغباں سازش ہو کوئی
نگہبانی نہیں کرتا چمن کی باغباں ہوکر

یہ اک قانونِ فطرت ہے چلا جاتا ہے دنیا سے
کوئی دلِ شاد ہوکر اور کوئی ناشادماں ہوکر

نرالا حکم ظالم نے دیا ہے درد والوں کو
اگر دنیا میں رہنا ہے رہیں سب بے زباں ہوکر

زمانہ بھر کی بدنامی بھی سے لی اپنے سر تو نے
نہ کی منصور تو نے رازداری رازداں ہوکر

نہ مرجھائے کبھی پیدا ہوئے تھے داغ جو دلمیں
ہرا سینہ بھبک اُٹھا بہارِ بے خزاں ہوکر

ہمارے سوزِ غم نے بھی ہمیشہ رنج پہنچایا
کبھی اُن پر عیاں ہوکر کبھی انسے نہاں ہوکر

دبے کو سب دباتے ہیں یہ سے اے قربانؔ مسلم ہے
زمیں بھی پستی سے ہے عاجزوں کو آسماں ہوکر

دل کو برباد کیا دونوں نے ایکدل ہوکر
دردؔ بھی رہنے لگا غم ہی کی شامل ہوکر

موت نے آنکھ جو کی بند ہماری آکر
غم سے دنیا کے چلے جائینگے غافل ہوکر

ہوتی بے پردہ تو مجنوں کی نظر میں رہتی
لطف لیلی نہ ملا صاحبِ محمل ہوکر

منفعل ہو گیا آنکھوں میں جو دیکھے آنسو
رحم کیوں آگیا دلمیں ترے قاتل ہوکر

دیکھ کیا حال ہے آج انکا ہوا زیرِ لحد
وہ جو دنیا میں رہے رونقِ محفل ہوکر

کام کرتی نہیں ہرگز یہ زبانی باتیں
پھر بھی پی لیتے ہیں ہم شیخ سے قائل ہوکر

آنکھوں آنکھوں میں پلا ہی دہ گئے آب بقا
جی اُٹھے ہم نگۂ یار سے بسمل ہوکر

رنج و غم سہنے لگا آٹھ پہر اے قرباں
کیا ملا دل کو کسی شوخ پہ مائل ہوکر

گھر سے نکلا نہ مریض آپ کا اچھا ہوکر
کیا مداوا یہ کیا آپ نے عیسیٰ ہوکر

لخت دل لخت جگر میرا بہانے کے لئے
آنکھ سے نکلے مرے اشک بھی دریا ہوکر

سخت جانی کے سبب اُنکی نزاکت کے سبب
خنجر یار چلا حلق پہ ہلکا ہوکر

پھر تمنا سے جو گھبراؤں تو میں مجرم ہوں
دل میں تم رہنے لگو میری تمنا ہوکر

ہے یہ رندوں کی دعا سر کبھی لگ جائے
آسماں بادۂ گلرنگ کا شیشا ہوکر

ہوں وہ وحشی کہ کبھی جاؤں جو صحرا کی طرف
دشت غربت میں اُڑوں خاک بگولا ہوکر

آہ قرباں تماشائی تجھے بننا تھا
تو تو دنیا میں رہا خود ہی تماشا ہوکر

ہم ابھی آئے ہیں بلبل تیرا گلشن دیکھکر
جی بہت اپنا کڑھا خالی نشیمن دیکھ کر

چھپ گئے وہ زیر تعویذ لحد گھبرا گئے
دشت میں اجڑا ہوا سا میرا مدفن دیکھ کر

آشیاں اونچا نہ ہوتا تو نہ لگتی آگ یوں
بجلیاں ٹوٹیں مری شاخ نشیمن دیکھ کر

آنکھ سے آنسو نہ نکلے کیوں ذرا تو ہی بتا
میں نے دیکھا ہے قفس صیاد گلشن دیکھ کر

دختِ رز نے ہاتھ پھیلا کر مبارک باد دی
معصیت سے شیخ کا رنگین دامن دیکھ کر

کارگر ہوتا ہے نسخہ یہ بہت ہی اے ندیم
مسکرا دیتے ہیں ہم تو سوئے دشمن دیکھ کر

مجکو مجنوں کا دیا کرتے ہیں وہ اکثر خطاب
میری آہیں، میرا نالہ، میرا شیون دیکھ کر

میری ہستی اُنکے گلشن میں تھی رونق کا سبب
رو دیا کل باغباں خالی نشیمن دیکھ کر

رو رہی تھی بیکسی غربت کا تھا ماتم بپا
آئے ہیں قرباں کا ہم آج مدفن دیکھ کر

آئے تھے تم طور سے موسیٰ وہ جلوہ دیکھ کر
کچھ نہ بتلایا نہیں حسن تجلی دیکھ کر

پھر عدم کی سیر کا دل میں ارادہ کر لیا
ہو گئے جب سیر دنیا کا تماشا دیکھ کر

چارہ گر کیا واقعی اچھا نہیں ہونیکا میں
ہو گیا خاموش کیوں تو حال میرا دیکھ کر

اُٹھ نہیں سکتا تھا مجھ سے آبرو کا بوجھ بھی
دل ملا تقدیر سے بارِ تمنا دیکھ کر

آئینہ ہے آسماں کا جسکو کہتے ہیں زمیں
یاد آئی بات ہم کو آج دریا دیکھ کر

میں نے ساری عمر کاٹی ہے تڑپتے لوٹتے
آج کیوں گھبرائے تم مجھ کو تڑپتا دیکھ کر

دستِ قدرت نے نہیں پیدا کیا تھا با وفا
رنگ بدلا ہم نے اپنا طرزِ دنیا دیکھ کر

محملِ لیلےٰ یہاں ٹھہرا کبھی ہوگا ندیم
یادِ مجنوں کی مجھے آئی ہے صحرا دیکھ کر

جام بھی شیشہ بھی ہے قرباں مے و پیمانہ بھی
دیدیا ساقی نے سب کچھ ظرف میرا دیکھ کر

لکھی ہوئی کاتب جو ہے لایا مری تقصیر
سب سچ ہے معاف اے مرے مولا مری تقصیر

شرمندہ گناہوں سے میں ہوں اپنے بہت ہی
تو عفو کریگا مرے مولا میری تقصیر

بخشا مجھے مولا نے مرے اپنے کرم سے
ورنہ بھی توقع سے زیادہ مری تقصیر

دنیا میں تو بدنام کیا میری خطا نے
عقبیٰ میں نہ کردے مجھے رسوا مری تقصیر

سب کاتبِ اعمال نے پڑھ پڑھ کے سنا دیں
لکھتے میں کوئی بھی تو نہ بھولا مری تقصیر

بھولے سے لیا نام بتوں کا تھا کبھی میں
تم بخشدو اس وقت خدارا مری تقصیر

اب عذرِ گنہ پر نہ سزا دو تو کرم ہے
تسلیم میں کرتا ہوں ہے اچھا مری تقصیر

قرباںؔ یہ رحمت کی قسم دیکے کہوں گا
تعزیر کے قابل نہیں مولا مری تقصیر

کرتی ہے سدا کارِ مسیحا تری تقریر
بیمار کو کر دیتی ہے اچھا تری تقریر

خوش آتی ہیں دلکو مرے اکثر تری باتیں
بن جاتی ہے تسکینِ تمنا تری تقریر

افسوں یہ زباں میں تری مولا نے دیا ہے
دل دیتی ہے کچھ دیر کو ٹھہرا تری تقریر

ہر چند وہ سوچے ہے سمجھتا نہیں مطلب
عاشق کو بنی ایک معما تری تقریر

سنتے ہیں سبھی تجھے عرضِ وفا کا ملکہ ہے
کس طرح سنیں بیٹھ کے موسیٰ تری تقریر

معمور صداقت سے جو ہوتی ہے کبھی بات
کرتی ہے مرے دل میں اجالا تری تقریر

ہوتا ہے بہت روح فضا تیرا تکلم
کرتی ہے مرے درد کو ہلکا تری تقریر

جب بولتا ہے منہ سے ترے پھول ہیں جھڑتے
گویا کہ فصاحت کا ہے دریا تری تقریر

قرباںؔ تجھے حق نے دیا نطق بلا کا
کرتی ہے اثر قلب میں پیدا تری تقریر

کافی ہے اسے گرمئ تقریر کی تعزیر
عاشق کو عبث دیتے ہو شمشیر کی تعزیر

چپ بیٹھی ہے منہ سے بھی نہیں بولتی مجھسے
ہے تجھ سے زیادہ تری تصویر کی تعزیر

دوزخ کے عوض حکم دیا حق نے جناں کا
ملتی ہے مجھے کیا مری تقصیر کی تعزیر

شاگرد تمہارا ہے مگر ظلم میں استاد
دیکھو تو ذرا تم فلک پیر کی تعزیر

چاہا قاعدہ ہے نہ ملیں اور ملے وہ
یہ مجھ کو ملی ہے مری تدبیر کی تعزیر

دشمن کی طرف سے کہ ترے ہاتھ سے ظالم
ملنی تھی جو مجھ کو مل گئی تقدیر کی تعزیر

گردن نے مری دیلنے مرے خوب اٹھائی
شمشیر کی تعزیر ہے ترے تیر کی تعزیر

کچھ اور بڑھا سوز بھڑک اٹھی زیادہ
کافی نہ ہوئی شمع کو گل گیر کی تعزیر

محشر میں نہ پرسش ہوئی کچھ مل جو گئی تھی
دنیا ہی میں قربان کو تقصیر کی تعزیر

پھر بھلا کیسے مری بات میں آئے تاثیر
میں اگر آہ کروں چرخ مٹائے تاثیر

جب زباں ہی میں نہیں میرے اثر کے آثار
پھر بھلا خاک مری آہ دکھائے تاثیر

جسطرف آنکھ اٹھے سبزہ ہی سبزہ دیکھیں
فصل گل باغ میں یوں اپنی دکھائے تاثیر

پینے سے پہلے ہی تو اسکو برا کہتا ہے
کیسے بیمار دوا اپنی دکھائے تاثیر

اے زباں تجکو جو دعویٰ ہے اثر کا اپنے
میں تو جب جانوں مری آہ میں آئے تاثیر

شب فرقت کے تڑپنے کا یہ انجام ہوا
آہ خود لوٹ پڑی مجھ پہ بجائے تاثیر

انکے کانوں تک اگر آہ کا ہو جائے گذر
میری بگڑی ہوئی ہر بات بنائے تاثیر

کس طرح جا کے دعا اپنا دکھائے جلوہ
جب نہ قربان زباں ہی تری پائے تاثیر

پھر دل مایوس بیٹھا چارہ گر
کردے اسکا کچھ مداوا چارہ گر

ہے یہی تیرا مداوا چارہ گر
کوئی جس سے ہو نہ اچھا چارہ گر

میری بالیں سے کنارہ کر گیا
جان کر بیمار اپنا چارہ گر

سچ بتادے تونے ابتک ہے کیا
کونسا بیمار اچھا چارہ گر

دیکھ کر بیمار کی حالت خراب
آج رنجیدہ ہی بیٹھا چارہ گر

ہو سکا اچھا نہ بیمار فراق
ہوگیا دنیا میں رسوا چارہ گر

توڑتا ہے تو ہی جب قلبِ مریض
کیسے ہو بیمار اچھا چارہ گر

گر مریضِ عشق کو آئی قضا
کیا کہے گی تجکو دنیا چارہ گر

نبض ہم کو بھی دکھانی ہے ضرور
کون ہے قربان دلکا چارہ گر

ہم نے کیا دیکھا نہیں میرا جگر
ہے مرے پہلو میں پتھر کا جگر

خیر گذری دل ہمارا بچ گیا
تیر چشمِ یار نے چھیدا جگر

ایک سے بڑھ کر ہے ضابطہ دوسرا
دل ہے پتھر کا تو لوہے کا جگر

چارہ گر کس کی کرے گا تو دوا
دل ہے اچھا اور نہ ہے اچھا جگر

اتنا ہی رسوا مجھے کرتی ہے آنکھ
جتنا کرتا ضبط ہے میرا جگر

اس میں ہیں پائے تخیل پھسلتے
بن گیا الفت کا اک صحرا جگر

اس سے بڑھ کر رنج و غم کچھ بھی نہیں
کر نہ بڑھ کر دلسے تو دعوئے جگر

دشت میں بیٹھا ہے تنہا وہ نڈر
دیکھ تو لیلے تو مجنوں کا جگر

چھاتی پھٹ جائے شبِ فرقت کی بھی
دیکھ لے قرباں اگر میرا جگر

دیکھا ہے پتہ پتہ میں ہم نے ترا ظہور
ہے شاخ شاخ پر ترے انعام کا ظہور

ہم دیکھتے ہیں دل میں سوا تیرے نور کو
موسیٰ نے کوہ طور پہ دیکھا ترا ظہور

بخشش سے تیری سارا زمانہ ہے فیضیاب
ہر برگ ہر شجر میں ہے تو نے کیا ظہور

منکر رہا وہ لاکھ مگر تو رہا ہے پاس
کافر کے دل میں ہمنے ہے دیکھا ترا ظہور

قہار بھی ہے گرچہ مگر ہم نے اے کریم
رحمت کا تیری دیکھا ہے ہر دم نیا ظہور

وہ کور قلب اور ہے دنیا میں بدنصیب
جس قلب میں نہیں ترا جلوہ ترا ظہور

ظلمت جہاں سے نور نے تیرے مٹائی ہے
کرتا ہے چشمِ کور کو بینا ترا ظہور

ہستی یہ اپنی کر نہ ذرا تو کبھی نظر
قرباں دیکھ اس کا تو ہر ایک جا ظہور

ممکن نہیں ہے شکوہ جو آئے زبان پر
لیں آپ امتحان مرے امتحان پر

سو سو طرح کے غم ہیں مری ایک جان پر
اس پر بھی آہ و نالہ نہیں ہے زبان پر

کیا دے گا مجھکو چھوڑ دو میرے بیان پر
صیاد رو دیا ہے مری داستان پر

ہستی نے کر دیا ہے فلک کو بھی اب زمیں
میرا غبار اُڑ کے گیا آسمان پر

الفت کی مہر اُسنے لگا دی ہے دیکھ داغ
یہ اک نشان اور ہے دل کے نشان پر

اب یہ کھلا کہ ہائے بیداد ہو چکیں
پہلے گمان ہوا تھا یہ مجھے آسمان پر

تم لاکھ بھی چھپاؤ مرے قتل کو تو کیا
ظاہر ضرور ہو کے رہے گا جہان پر

ثابت وہ ایک ایک دلِ زار پر ہوئے
جتنے گمان بد تھے سکے بدگمان پر

کیا یہ شریک چاہنے والوں میں ہو گیا
کیوں بدگمان آپ ہوئے پاسبان پر

اللہ رے خوف داورِ محشر کا روزِ حشر
سارے قصور آ گئے آخر زبان پر

اے برق آشیاں سے رہیں میرے کاوشیں
اک روز تو نہ جا کے گری باغبان پر

گو لاکھ ہم نے ضبط سے اپنے لیا تھا کام
قربان نالہ آہی گیا کچھ زبان پر

سامنے آئے کبھی آپ تو قاتل ہو کر
کیوں نہ رہ جاؤں میں حسرت زدہ بسمل ہو کر

غیر کے پاس ہمیشہ وہ رہے دل ہو کر
میرے پہلو میں رہے غم کی مگر سل ہو کر

دیکھ سکتا نہیں زنداں سے تجھے تیرا اسیر
کیا مجبور رہے پابندِ سلاسل ہو کر

باغِ ہستی میں رہا گاہ خزاں کی صورت
گاہ چہکا ہوں میں گلشن میں عنادل ہو کر

بعد مرنے کے بھی لیلےٰ کو رہا اس کا خیال
نعش مجنوں کی اُٹھی دشت میں محمل ہو کر

چھوڑے جاتے ہو مجھے راہِ عدم میں پیچھے
اے رفیقو مرے ہم جادۂ منزل ہو کر

شمع رو تیرے جو عشاق تھے پروانے تھے
چل بسے آہ وہ سب زینتِ محفل ہو کر

آہ تو کی تھی کچھ ایسی کہ پہنچی سرِ عرش
رہ گیا ہائے فلک بیچ میں حائل ہو کر

خود ہی ہمت تری آسان اُسے کر دیگی
کام در پیش اگر کوئی بھی مشکل ہو کر

تیر کے ٹکڑے جو پھینکے تھے نگاہوں نے تری
میرے پہلو میں رہے وہ جگر و دل ہو کر

شوق سے سر ہے جھکائے ہوئے اپنا قرباں
سرخرو کاش یہ ہو فدیۂ قاتل ہو کر

کبھی نہ منہ سے لگے پھر شراب کا ساغر
مجھے تو بادۂ الفت کا یوں پلا ساغر

ہزار دل رند ہیں اور چند جام ساقی کے
الٰہی آج تو گردوں کو دے بنا ساغر

سمجھ کے آب بقا پی لیا وہ عاشق نے
جو تم نے زہر کا ہاتھوں سے دیدیا ساغر

ہمارے ہاتھ کی لغزش تھی ضعف کا باعث
گرا ہے چھوٹ کے ہاتھوں سے برملا ساغر

کوئی حسین جو پینے کو جام مے مانگے
ہماری خاک سے ساقی تو دے بنا ساغر

سمجھ کے لیا رندوں نے اسکو ساغر جم
تمہارے ہاتھ سے محفل میں جب ملا ساغر

بغیر بادہ کیا مست ساری محفل کو
غضب تھا اُدنکی وہ قربان آنکھ کا ساغر

ردیف ز

نہیں باز آتے ستمگار ہرگز
نہیں رحم کرتے جفا کار ہرگز

بہت مجھسے بچنے کے ہیں یاد پہلو
نہیں آتا پہلو میں وہ یار ہرگز

عدو کی تو باتیں وہ سنتا ہے ہر دم
نہیں میرا بنتا وہ غمخوار ہرگز

گلا کاٹ دیتی ہے عاشق کا فوراً
نہیں رحم کرتی وہ تلوار ہرگز

پر کاہ ہے کوہ ہمت کے آگے
نہیں کام کوئی بھی دشوار ہرگز

محبت کا آزار ہوتا ہے جنکو
نہیں اچھے ہوتے وہ بیمار ہرگز

انا الحق کا مطلب سمجھتا جو کوئی
نہ منصور چڑھتا کبھی دار ہرگز

نگاہیں ہیں اُن کی کہ تیغ اجل ہیں
نہیں جاتا خالی کوئی وار ہرگز

سدا بار قربان اٹھاتے ہیں اپنا
کسی پہ نہیں ہوتے ہم بار ہرگز

تن کے اندر تیری جاں ہے چند روز
جان لے یہ مہماں ہے چند روز

روح اکدن چھوڑ دے گی جسم کو
یہ مکیں زیب مکاں ہے چند روز

مے کے دینے میں نہ کر خست ذرا
میکدہ پیر مغاں ہے چند روز

خاک کا بھی پھر نشاں ملنا نہیں
دہر میں نام و نشاں ہے چند روز

دیکھ کے اس کو تو اترا تا نہ پھر
رونق گل باغباں ہے چند روز

حکم دیدیں گے زباں کو بند کر
لب پہ یہ آہ و فغاں ہے چند روز

کر لے جتنی ہو عبادت اے بشر
تو جہاں میں مہماں ہے چند روز

کون ویرانہ میں رہتا ہے سدا　　غم بھی دل میں مہماں ہے چند روز
سیر کو تو بھی وہاں قربانؔ چل
یہ بہار گلستاں ہے چند روز

ہو گئے دنیا میں مہماں چند روز　　کر چلے سیر گلستاں چند روز
گر پڑیں گے ایکدن مرجھا کے سب　　باغباں ہیں پھول مہماں چند روز
پھر چلے جائیں گے ہم اپنے وطن　　اور ہیں دنیا میں مہماں چند روز
آخرت کے واسطے کر جمع کچھ　　زندگی ہے تیری ناداں چند روز
باغباں فانی ہے دنیا کی بہار　　باغ پر ہولے تو نازاں چند روز
کرتا ہے سامانِ دنیا جمع کیوں　　زندگی ہے تیری انساں چند روز
دائمی راحت ملے گی بعد مرگ　　ہولے دنیا میں پریشاں چند روز
ایک دن قربانؔ راحت کا بھی ہے
ہے فقط خواب پریشاں چند روز

دھوکا دینے کو عدو کی جو بنائی آواز　　کیا نہیں جانتے وہ اپنی پرائی آواز
پیدا ہوتے ہی مرے غم نے کہا میں آیا　　کان میں میرے غم اندوز یہ آئی آواز
جانب میکدہ جب اٹھنے لگے میرے قدم　　کہاں جاتا ہے ٹھہر غیب سے آئی آواز
لاکھ پردوں میں چھپایا میں نے اُسے دیکھ لیا　　گو کہ اُس نے بھی بہت مجھ سے چھپائی آواز
آپ ہی آپ جو برہم سے ہوئے بیٹھے ہو　　کان میں کوئی پڑی بادِ ہوائی آواز
کان ہم بند کئے گھر میں پڑے رہتے ہیں　　جب سے تیری نہیں دیتی ہے سنائی آواز
تیری باتوں کے سوا کچھ بھی سنائی نہ دیا　　میرے کانوں میں فقط تیری سمائی آواز
ہم عدم والوں کی باتوں کو ترستے ہی رہے　　کان میں اپنے کبھی اُن کے نہ آئی آواز
ہے یقیں دامنِ سائل پہ جھکے دستِ کرم　　آپ سن لیں جو کبھی ایک گدائی آواز
جا نیوئے ہے یہاں خواب میں اک تیرا علیل
ہم کو قربانؔ کی یہ گور سے آئی آواز

رکھتا ہے یادگار مری باغباں ہنوز　　رکھی ہیں آشیانے میں کچھ تیلیاں ہنوز
مر کر بھی ہم تو جانِ جہاں قیدی رہے　　الفت کی تیرے پاؤں میں ہیں بیڑیاں ہنوز

بیٹھا ہے قیس لیلیٰ سے ملنے کو راہ میں
پہنچا نہ دشتِ نجد میں کیوں کارواں ہنوز

ناداں نہ حق کا حال ہوا تجھ پہ منکشف
پردہ بنی ہوئی ہے دُوئی درمیاں ہنوز

ہم نے گزاری عمر اسی انتظار میں
ظالم کبھی نہ ہم پہ ہوا مہرباں ہنوز

ڈرتا ہے ترکِ عشق نہ کر دوں کسی طرح
گویا ہے مجھ سے عشق ترا بدگماں ہنوز

عاشق کے قتل سے جو ندامت ہوئی اسے
دیکھو ہے سر جھکائے ہوئے آسماں ہنوز

کرتی نہیں ہے یاد مجھے موت جب مری
جاری ہیں کیسے پھر یہ مری ہچکیاں ہنوز

قرباںؔ کیسے کہہ دوں کہ شاعر جناب ہیں
واقف نہیں ہے نام سے ہندوستاں ہنوز

تجھ پہ پڑتی ہی رہی یار کی افتاد ہنوز
دور ہے تجھ سے خوشی اے دلِ ناشاد ہنوز

کیا نہیں اس نے سنا حال ترا اے بلبل
تیرے گلشن میں جو آیا نہیں صیاد ہنوز

اہلِ عالم میں بتا دوں گا نہ ہرگز تم کو
داستاں گو کہ ازل کی ہے مجھے یاد ہنوز

قیس و فرہاد کے عشاق مقلد ہیں تمام
ہو سکی کوئی نئی بات نہ ایجاد ہنوز

اور بھی کوئی ہے دنیا میں جوانِ رعنا
واقفِ اس بات سے شاید نہیں شمشاد ہنوز

جانِ شیریں تری گو نذر ہوئی تیشے کے
نام زندہ ترا دنیا میں ہے فرہاد ہنوز

ناتواں میں ہوں تو اس کی مجھے پروا کیا ہے
تجھ میں باقی ہے اثر قوتِ فریاد ہنوز

یا الٰہی مجھے دے جان کہ پھر دوں میں جان
نہیں آسودہ مرے قتل سے جلاد ہنوز

گو کہ قرباںؔ بہت ڈالے ہیں صیاد نے دام
مرغِ دل پھرتا ہے تیرا ابھی آزاد ہنوز

ان سے رہتی ہے اسی بات پہ تکرار ہنوز
کہ بدستور ہیں ہم تشنۂ دیدار ہنوز

شور ہے چار طرف آئی قیامت سر پر
اور دل میرا نہیں خواب سے بیدار ہنوز

میں گرفتار ہوں احساس ہے آزاد مرا
روح میری نہیں صیاد گرفتار ہنوز

چہچہے طوطی و بلبل کے سنے گلشن میں
ہم نے اس کی سی سنی ایک نہ گفتار ہنوز

چاند اتراتا ہے کیوں حسن پہ ہر دم اپنے
اس نے دیکھے نہیں کیا آپ کے رخسار ہنوز

مشتری کوئی بھی تیرا نہ ہوا میرے سوا
تو نے پیدا نہ کیا اور خریدار ہنوز

جان دی خاک ہوا اور مٹا دی ہستی
حال سنے میرے ہوئے وہ نہ خبردار ہنوز

تونے اے بلبل ناشاد عبث دیدی جاں / گل تو واقف نہ ہوا حال سے زنہار ہنوز

کبھی سن لیجئے قربانؔ کا بھی قصۂ غم / کہ ہے معروفِ فغاں وہ پسِ دیوار ہنوز

صدقہ جاؤں میں ترے کیسے ہیں دلبر انداز / فتنہ انگیز دل آویز ستمگر انداز

جسکو دیکھا اُسے تسخیر اشارہ میں کیا / ساحری فن میں ترے اور فسونگر انداز

یوں تو ہیں جتنے حسیں سب میں ہیں عشوے لیکن / جانتا کوئی نہیں آپ سے بڑھکر انداز

دعویٰ جس کو ہو حسیں ہونیکا کہدو اُس سے / کہ دکھائے وہ کبھی فن کے برابر انداز

تو نہیں جانتا گو اسکو سمجھتے ہم ہیں / ہیں زمانے میں ترے فتنۂ محشر انداز

قتلِ عاشق کیلئے پاس ہیں کیا کیا ساماں / تیر عشوے ہیں ترے اور ہیں خنجر انداز

اُن کو تسخیر کے ہیں یاد طریقے لاکھوں / دل پھنسا لیتے ہیں گیسو کے دکھا کر انداز

کیا انھیں دیکھتا ہے شوق سے اے قلبِ حزیں / تجھ کو دنیا سے رہیں گے یہ مٹا کر انداز

کیوں بنا ہے قربانؔ تو خاموش بتا دے للہ / کھو گیا کون سے تجھے اپنے دکھا کر انداز

ردیف ڑ

جس طرح تجھ سے بنے زنہار تو گلشن نہ چھوڑ / اپنی امیدوں کا بلبل تو کبھی دامن نہ چھوڑ

گر رمق باقی رہی تو آرزو رہ جائیگی / خنجرِ قاتل تو باقی اک رگِ گردن نہ چھوڑ

اے نگاہِ یار حسن بے بہا ہے دل مرا / گو دبالِ جان بھی ہو اسکو اے رہزن نہ چھوڑ

غیر کی مرقد پہ آیا ہے جو پڑھنے فاتحہ / میرے مدفن پر بھی ہو جا تا مرا مدفن نہ چھوڑ

ناامیدی سے جو ہو پوری وہی امید ہے / ناامیدی میں بھی ہرگز آس کا دامن نہ چھوڑ

دیکھ لینے دے مجھے جلوہ رُخِ پُرنور کا / دیکھتے ہی میری صورت اپنی تو چلمن نہ چھوڑ

پھونکدے ہستی کو اپنا حشر تک جلتا رہوں / برقِ حسنِ یار تو باقی مرا خرمن نہ چھوڑ

کرلیا تسخیر دل کو اب جگر پر کر نگاہ / کوئی افسوں اپنا تو باقی بُتِ پُرفن نہ چھوڑ

وضعداری ہی محبت میں بڑی کی چیز ہے / ہاتھ سے قربانؔ اپنی وضع کا دامن نہ چھوڑ

توڑا ہے گھرِ وفا کا خلش کے بھی گھر کو توڑ
تو میرے دل کو توڑ چکا اب جگر کو توڑ

اے آسمان تو نے کیا ہے مجھے فنا
ظالم دیا ہے تو نے دعا کے اثر کو توڑ

رہتا ہوں اب میں مثل کماں کے جھکا ہوا
تیرے غموں نے آہ دیا ہے کمر کو توڑ

سمجھا نہ اس کے پیالہ میں شیریں کا عشق ہے
تیشہ نے کوہکن کے دیا اپنے سر کو توڑ

کیسا نگاہِ ناز کا پھینکا یہ تم نے تیر
اس نے تو ہائے میرے دیا دل جگر کو توڑ

قدرت نے ایک کو ہے دیا ایک پر کمال
دیتی ہے اک نگاہ پرائی نظر کو توڑ

ٹوٹا ہوا ہے دل نہ اڑوں گا قفس سے میں
بازو کو میرے توڑ نہ صیاد پر کو توڑ

قرباں چمنِ وصال کا قابو میں ہے ترا
اس باغ سے تو پھول کو چن یا ثمر کو توڑ

ردیف ژ

کرتا ہوں تو ہو جاتی ہے تدبیر مری ژاژ
کھوتی ہے مجھے بن کے یہ تقدیر مری ژاژ

کس طرح مرا قصۂ غم آئے سمجھ میں
تحریر مری ژاژ ہے تقریر مری ژاژ

جو دوسری دشواریاں تھیں ہو گئیں سب حل
اک تیرے لئے ہو گئی تدبیر مری ژاژ

یہ تجھ سے نہیں بولتی رہتی ہے سدا چپ
کہتے ہیں کہ تو رکھتا ہے تصویر مری ژاژ

گھل جاتی ہے مٹی کی طرح اشک رواں سے
ناقص مری تخلیق ہے تعمیر مری ژاژ

جو دیکھتا ہوں اس کا نتیجہ نہیں ملتا
ہوتی ہے سدا خواب کی تعبیر مری ژاژ

تم سامنے غیروں کے برا کہتے ہو مجھ کو
تم بزم میں کر دیتے ہو توقیر مری ژاژ

جب مٹ گیا میں کیا مری تصویر رہے گی
رکھتے ہیں عبث دوست یہ تصویر مری ژاژ

تقصیر نزاکت کی نہیں کہتے ہیں قرباں
گردن نہ کٹی ہو گئی شمشیر مری ژاژ

ردیف س

تھا بہت تسکین کا ساماں مرے قاتل کے پاس
کیوں نہ آئی نوک خنجر کی دلِ بسمل کے پاس

گھر خلش اور داغ کا ہے جسکو کہتے ہیں جگر
دوسری بستی ابھی آباد ہے اک دل کے پاس

بسکہ شوق شہادت دل کے اندر تھا بھرا
خود بخود مقتل میں ہم حاضر ہوئے قاتل کے پاس

جا کے زخمی تیر نے میرے جگر کو بھی کیا
ایک بسمل اور بھی تڑپا دل بسمل کے پاس

نزع میں رخصت ہوئی مجھ سے بھی پہلے میرے ہوش
قافلہ واماندہ میرا ہو گیا منزل کے پاس

یاد جب آتی ہے تیری لوٹتے ہیں شام غم
درد اک رہ رہ کے اٹھتا ہے ہمارے دل کے پاس

بھر کے عصیاں کا سفینہ لے گیا جب ناخدا
اسکی صورت دیکھتا میں رہ گیا ساحل کے پاس

کرنہ اس کی فکر ضائع ہو نہیں سکتا کبھی
تیر تیرا ہے امانت باحفاظت دل کے پاس

بیخودی میں تو نے مجنوں گفتگو لیلے سے کی
دیکھتا قرباں رہا تجھکو کھڑا محمل کے پاس

اک فقط غم ہی رہا جان حزیں کا مونس
غم کا لیکن نہ ہوا کوئی بھی پیدا مونس

پردۂ گور سے آتی ہے کسی کی آواز
ہائے اب کوئی نہیں اپنا پرایا مونس

آ کے تو دیکھ لے اے غیرت لیلی مجکو
آج مجنوں کی طرح میرا ہے صحرا مونس

میری جانب بھی کبھی ناقۂ محمل لے آ
بنکے مجنوں کا ترے بیٹھا ہوں لیلے مونس

کسطرح مان لوں ہے اُنس ترے دلمیں مرا
حال بھی میرا نہ تو نے کبھی پوچھا مونس

خواب میں پاس ترے آؤنگا یوسف بنکر
عشق نے مجکو کیا تیرا زلیخا مونس

میں تو جب جانوں کہ ہمدردی تو دلسے مرا
زخم دل کا جو مرے کر دے مداوا مونس

آ گیا یاد یہ کس کا لب شیریں مجھکو
میٹھا میٹھا سا یہ کیا درد ہے اٹھا مونس

اب کوئی بات بنائے بھی نہیں بنتی ہے
حشر میں دیکھ ذرا حال ہمارا مونس

آہ ہمدردی کرے کون تمہاری قرباں
جز خدا کے نہیں اب کوئی تمہارا مونس

جنون عشق سے حالت ہوئی ہے زار افسوس
کیا ہے جیب و گریباں کو تار تار افسوس

اگرچہ کوششیں ناکام دل نے برسوں کی
ہوا نہ صاف ترے دل کا بھی غبار افسوس

اسیر اپنا بنانا ہمیں جو تھا منظور
تمہارا عشق ہوا ہے گلے کا ہار افسوس

خزاں کے آتے ہی تو نے اسیر ہم کو کیا
نہ پائے دیکھنے صیاد ہم بہار افسوس

کھلی ہیں آنکھیں پس مرگ مرنے والے کی
تمہارے آنے کا اس کو ہے انتظار افسوس

وہاں بھی چین نہ آیا تمہارے عاشق کو
تڑپ رہا ہے لحد میں بھی بیقرار افسوس

اسیر سیکڑوں زنداں سے چھوٹ کر آئے
رہا ہوا نہ گرفتار زلف یار افسوس

زمانہ آیا نہ ہم پر کبھی مسرت کا
پھرا نہ اپنے مقدر کا روزگار افسوس

ملال خیز یہ مجبوریاں ہماری ہیں
ملا نہ آپ کے دل پر بھی اختیار افسوس

کسی کی ہم نے محبت میں کھو دیا سب کچھ
ہم اپنے حال پہ کرتے ہیں بار بار افسوس

ہر انتشار زمانے کا مٹ گیا لیکن
مٹا نہ قلب کا قربانؔ انتشار افسوس

آج کچھ صیاد خالی سا نظر آیا قفس
چھوڑ دی یا مر گئی بلبل جو ہے تنہا قفس

ہم سفیران چمن آ آ کے سب ملنے لگے
آ کے جب گلزار میں صیاد نے رکھا قفس

مہرباں صیاد ہے دو چار نے آ ماہی پھول
اب تو گلشن سے زیادہ ہمکو ہے پیارا قفس

خطرہ آزادی میں ہے جب ہوں نہ حاصل بال و پر
آشیانے سے ہے ایسے حال میں اچھا قفس

جب گیا گلشن میں لے کر ساتھ ضد تو دیکھئے
ڈھک دیا صیاد نے اک ڈالکر پردہ قفس

کر گیا پرواز اک نغمہ سنا کر مرغ روح
رہ گیا خالی ہمارے جسم کا رکھا قفس

دل جلانے کیلئے صیاد کہتا ہے مرا
آشیاں کی تیلیوں سے ہے بنا میرا قفس

دیکھ کر بھڑکیں نہ مجکو اور مرغان چمن
جلد دامن میں چھپا صیاد تو میرا قفس

جس طرف بھی ہم اڑے باہر نہ اس سے جا سکے
کتنا وسعت خیز تھا قربانؔ دنیا کا قفس

اگر تو رندوں کے کرتا ہے حال پر افسوس
تو شیخ ہے ہمیں تیرے خیال پر افسوس

ہمیں ہے آج خود اپنے زوال پر افسوس
کبھی کیا تھا کسی کے کمال پر افسوس

ہمیشہ وصل کی باتوں کو کہہ کے ٹال دیا
دیا جواب نہ تو نے سوال پر افسوس

کبھی کمال تھا اس کو ہوا زوال نصیب
بہت ہی دیکھ کے آیا ہلال پر افسوس

خزاں کے آتے ہی یہ حال عندلیب ہوا
نہ آشیانہ۔ نہ گلشن نہ بال و پر افسوس

مرے نصیب میں تھا اور ہوا عدو کو نصیب
بہت ہی آیا خیال وصال پر افسوس

غرور سے جو زمیں پر نہ پاؤں رکھتے تھے
وہ آج کرتے ہیں خود پائمال پر افسوس

مرے ملال نے کر دی طبیعت افسردہ
مجھے بھی آپ کے آیا ملال پر افسوس

ہمارا حال سراپا ملال ہے قربان
زوال پر ہیں حسرت کمال پر افسوس

بلبل چمن میں کیوں ہے تو بیٹھی تباہ اُداس
خاموشی چمن ہے ترا بیٹھنا اُداس
پھیلا اثر اسیری بلبل کا اسقدر
گل تو کھلا چمن میں ہے لیکن کھلا اُداس
رندوں نے جبکہ شیخ کی آؤ بھگت نہ کی
بیٹھا بغل میں اپنے سلئے بوریا اُداس
بیٹھے ہیں چارہ گر مرے مغموم ہر طرف
افسوس تو نے انکو کیا کیوں قضا اُداس
جنکو ملا ہے چین جہاں میں وہ اور ہیں
رہتے ہیں ہم تو آٹھ پہر غمزدہ اُداس
بیٹھے ہیں میری موت کی پاکر خبر وہ چپ
آنکھوں کے سامنے ہی جہان وفا اُداس
جبتک لکھا نہ خط مجھے امید اُنسے تھی
دیکر جواب صاف مجھے کردیا اُداس
میری اُداسیوں کا تصرف تو دیکھنا
شب بھر چراغ قبر بھی جلتا رہا اُداس
دشمن تو اُٹھکے آیا بہت شاد با مراد
قربان تیری بزم سے ہوکر چلا اُداس

ردیف ش

ایسی تری فرقت سے رہی رات میں تشویش
جیسی کہ رہے مرگ مفاجات میں تشویش
کرتے نہیں اغیار کے ملنے میں ہی فکر
ہوتی ہے انھیں میری ملاقات میں تشویش
دل دیتا ہوں جاں دیتا ہوں آتے ہیں کبھی جب
کرتا نہیں ہرگز یہ مدارات میں تشویش
رندوں ہی کے کہنے سے کوئی گھونٹ چڑھا کے
اب شیخ نہ کر دور خرابات میں تشویش
آجاتی ہیں مچلانے پہ جسوقت گھٹائیں
بڑھ جاتی ہے دلکی مرے برسات میں تشویش
ہے ناز انھیں اپنی جوانی کی اکڑ پر
کرتے نہیں ہرگز وہ کسی بات میں تشویش
سمجھانے سے بھی شیخ کے آتے نہیں تم باز
کیوں کرتے ہو عصیاں کی مکافات میں تشویش
کیوں قتل سے عاشق کے ہوا تم کو تردد
ہوتی ہے سدا مرگ مفاجات میں تشویش
آتا نہیں باہر وہ چھپا رہتا ہے گھر میں
قربان کو ہوتی ہے ملاقات میں تشویش

دل چھید لیا مل گئی جلاد کو شاباش
دیتا نہیں کوئی دلِ ناشاد کو شاباش
کاٹا جو پہاڑ اُس نے محبت کے اثر سے
شیریں نے بھی دی ناز سے فرہاد کو شاباش
کرتا نہیں سختی وہ اسیرانِ قفس پر
مرغانِ قفس دیتے ہیں صیاد کو شاباش
سُن لی مری آواز نکل آئے وہ گھر سے
کیا کام کیا دو مری فریاد کو شاباش
ایجاد نیا روز ستم کرتا ہے ایسا
دیتا ہے فلک بھی ستم ایجاد کو شاباش
کرتا ہوں بیاں بزم میں سب قصے جو غم کے
دیتا ہے زمانہ مری اس یاد کو شاباش
بلبل کو کیا قید نہ پروائے فغاں کی
صیاد کو تحسین ہے صیاد کو شاباش
اک رسمِ وفا سارے زمانہ کو سکھا دی
دو دل تحسیں کو شاباش کہ فرہاد کو شاباش

تو نے تو سنا دی ہیں سب خواب کی باتیں
قربان نہ دیں کیسے تری یاد کو شاباش

چل گئی جس سے دکانِ میفروش
کیسی میٹھی تھی زبانِ میفروش
اپنے مطلب کی نہ صہبا ہے نہ جام
دیکھ آئے ہم دکانِ میفروش
مست باتوں سے کیا ہر رند کو
اللہ اللہ رے زبانِ میفروش
لگ گئی بنتِ عنب کی جسکو چاٹ
بنگئے وہ رازدانِ میفروش
رند لاکھوں ہیں وہاں پر مستِ کیف
اتنا کافی ہے نشانِ میفروش
بے طلب ہی ہم کو مے مل جائیگی
ہوگئے ہم جب مہمانِ میفروش
ایک ہی چلو میں پڑے اُٹھ گئے
ہوگئے ہم رازدانِ میفروش
پوچھئے زاہد سے وہ دیگا پتہ
کسطرف کو ہے دکانِ میفروش

تیرے مرنے پر ہوئی ہڑتال ہے
بند ہے قرباں دکانِ میفروش

مُناجات

تضمین

ائے خدائے ذی کرم ذیشان بخش
میں ترے صدقے ترے قربان بخش
بخشنے والا ہے تو ہر آن بخش
میری تقصیریں مرے عصیان بخش

میں ہوں عاصی مجھ کو یا رحمٰن بخش

میں ترا بندہ مرا خالق ہے تو ہاں ثنا و حمد کے لائق ہے تو
ہر طرح سے لائق و فائق ہے تو خالقِ عالم ہے تو رازق ہے تو
میں ہوں عاصی مجھ کو یا رحمٰن بخش

یا کریم و یا رحیم و یا غفور دافعِ رنج و بلائے ناصبور
تجھ سے چھپ سکتے نہیں میرے قصور ہے خیالِ پرسشِ یومِ نشور
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

ہیں سراسر سب مرے اعمال بد اور زباں پر رات دن اقوال بد
ہر روش پر ہے مری ہر چال بد الغرض میں ہوں سراپا حالِ بد
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو نے اس دنیا میں مجکو اے خدا اپنی طاعت کے لئے پیدا کیا
اور میں جنجال میں ایسا پھنسا ایکدن در پر نہ تیرے سر جھکا
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو نے پیدا کر کے اے عالی جناب اشرف المخلوق کا بخشا خطاب
اس کرم پر بھی نہ آیا کچھ حجاب بے حیا بن کر کئے کارِ ثواب
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو نے اتنے سے مجھے اتنا کیا قطرۂ ناچیز کو دریا کیا
بے سمجھ تھا عاقل و دانا کیا تو ہے واقف کیا کہوں کیسا کیا
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو نے بخشی نیک اور بد کی تمیز دی بڑی توقیر و عزت اے عزیز
سب کھلے اسرار باریک و دبیز مجھ سے پوشیدہ نہ رکھی ایک چیز
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو نے دنیا میں تونگر کر دیا مال و دولت سے مرا گھر بھر دیا
اختیارِ حکم اکثر پر دیا میں نے طاعت میں نہ تیری سر دیا
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

جتنے اعمالِ قبیحہ تھے تمام — جنکو تُونے کر دیا یارب حرام
وہ خطائیں مینے کیں سب صبح و شام — مرتکب جن کے نہیں ہوتے عوام
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

رحم کرنے کا ترا دستور ہے — بخشدینے کا تجھے مقدور ہے
ہو کرم جس پر ترا مغفور ہے — جنتُ الفردوس میں مسرور ہے
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تُو ہے رازق اے خدائے دوسرا — پالنے والا نہیں تیرے سوا
ہو کسی دُکھ میں جو کوئی مبتلا — چارہ گر تو ہے تجھے دیتا ہے شفا
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

گو خطائیں ہیں سوا حد سے مری — رحمتیں صد چند ہیں اُن سے تری
ہے تجھے عادت الٰہی عفو کی — رحمتوں کی شاخ ہے ہردم ہری
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تُو بڑا غفّار ہے ستار ہے — ڈوبی کشتی کا کھیون ہار ہے
گرم رحمت کا تری بازار ہے — رحم کی تیرے نظر درکار ہے
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو کرم کرتا ہے یارب صبح و شام — دے رہا ہے رات دن آب و طعام
ہے محیطِ دہر تیرا فضلِ عام — ڈوبتا ہے جب کوئی لیتا ہے تھام
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

اے خدائے دوسرا ربُّ العلا — ہے ترے فضل و کرم کا آسرا
بخشدیگا تُو مرے جُرم و خطا — یہ ترا قربانؔ کرتا ہے دُعا
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تیر دسنے ہو گیا دلِ آزردہ جاں خموش — خاطر سے مہماں کی ہوا۔ میزباں خموش
مجنوں کا آگیا جو نظر آستاں خموش — صحرا میں ہو گیا جرسِ کارواں خموش
آنکھیں لگائے رہتا ہے ظالم یہ رات بھر — دیکھے سے آسماں مری بے تابیاں خموش
گلشن کا کچھ خیال ہے کچھ اہلِ باغ کا — دورِ خزاں کو دیکھکے ہے باغباں خموش

پوری سُنانے پایا نہ تھا داستاں ابھی
اے مرثیو اے کیوں ہوئی تیری زباں خموش

بچپن کے بعد آ ملا ہے جب عالمِ شباب
کرتی ہے آ کے خوب حیا شوخیاں خموش

تیرا اسیر ہو گیا شاید کوئی وداع
زنداں میں آج ہو گئیں کیوں بیڑیاں خموش

کیا فیصلہ کیا نہ کچھ اظہار رائے بھی
بیٹھے سُنا کئے وہ مری داستاں خموش

کیا جانے آج باغ میں کیا سانحہ ہوا
چپ بلبلیں ہیں اور ہیں سب قمریاں خموش

اُچٹے نہ اُسکی نیند بہت اسکا تھا خیال
قربان نکلی آہ دلِ ناتواں خموش

کیوں لگاتی ہیں اکبار چمن میں آتش
عشقِ گُل کی تو ہے بلبل ترے تن میں آتش

بات کرتا ہوں تو شعلے سے نکل پڑتے ہیں
کس نے بھر دی ہے مرے کام و دہن میں آتش

تیرے الفاظ سے عشاق کے دل خوب جلے
خوب اللہ نے دی تیرے سخن میں آتش

ہر روش کھلنے لگے پھول بھبوکا بن کر
موسمِ گل نے لگا دی جو چمن میں آتش

چین مر کر بھی مجھے سوزِ جگر نے نہ دیا
لگ گئی زیرِ لحد میرے کفن میں آتش

ساتھ اُن کے جو عدو کو سرِ محفل دیکھا
لگ گئی دیکھ کے تن اور بدن میں آتش

تو نے اے غنچہ دہن مرہمِ زنگار سے کیوں
پھونک دی دل کے ہر اک زخمِ کہن میں آتش

مُنہ لگائے جو لبِ سُرخ کو تیرے کوئی
مثلِ گلگیر وہ لے اپنے دہن میں آتش

ہم تو قربان وہاں دل کو جلا کر آئے
لگ گئی اپنی طرف سے تو وطن میں آتش

تم سے نہیں بڑھ کر کوئی ایمان فراموش
کُل کر دئے تم نے مرے احسان فراموش

کیا اس سے زیادہ کوئی دنیا میں گنہ ہے
احسان کو کر دے کوئی انسان فراموش

ہرگز نہیں مٹتے مرے دل سے نہیں مٹتے
کرتا ہوں بہت دل سے میں ارمان فراموش

اک قطرۂ ناچیز سے تخلیق ہے تیری
کر اپنی حقیقت کو نہ انسان فراموش

ہے بیخودیِ حُسن تو آئینے کو توڑ دو
خود بینی کا پہلے کرو سامان فراموش

خودداری کو دیتے نہیں ہم ہاتھ سے اپنے
کرتے نہیں اپنی کبھی ہم شان فراموش

غیروں کی طرح جاؤں میں محفل میں تمہاری
دربان کے ہو جائیں جو اوسان فراموش

احسان جو کرتا ہے کوئی رہتا ہے ممنوں

احسان کو کرتا نہیں قربان فراموش

فضول کرتے ہو روز جھگڑا۔ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
نہیں ہے اُلفت کا ہم کو دعویٰ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

کبھی نہ احسان ہم بھی لیں گے۔ نہ حال اپنا بیاں کریں گے
نہیں جو کرتے علاج اچھا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

عدو کے تم ہو عدو ہمارا۔ ہوا یہ راز آشکارا ہمارا
ہمیں نہیں اب شکایت اصلا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

تمہارا میرا ہے رنج کا جھگڑا۔ بنایا دنیا نے کیوں یہ قصہ
جہاں میں ہوتا ہے روز چرچا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

لو میں نے اُلفت تمہاری چھوڑی۔ تم اب تو چھوڑ دو گے میرا پیچھا
خطا ہماری جو تمکو چاہا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

نہ ہم کبھی تیرے گھر اب آئیں۔ نہ تجھ کو خط بھیجکر بُلائیں
یہ خط میں اُسنے ہے لکھ کے بھیجا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

گذاروں عسرت میں اپنی رہکر۔ سوالی در پر ہوں تمہارے
کبھی نہ دیکھوں میں تمسے بیجا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

جو تم سے وعدہ نہ ہوگا پورا۔ تو میں بھی کرتا نہیں تقاضا
فضول کرتے ہو مجھسے وعدہ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

کرے خوشامد تمہاری جا کر۔ عزیز عزت بھی اپنی کھودے
نہیں ہے قرباں کسیکا بندہ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

Zahur Ahmed Khan

ردیف ص

دیکھنا تم کو ہے منظور جو اُن کا اخلاص
دے جگہ جسمیں سما جائے ذرا پائے خیال
تو ہمیشہ رہی محمل ہی میں مجبورِ حجاب

تو دکھا دیں گے تمہیں اہل تمنا اخلاص
تو ہی مجنوں کو دکھا دامنِ صحرا اخلاص
کچھ بھی دیکھا ترا مجنوں نے نہ لیلیٰ اخلاص

تو نہ گھبرا کبھی مل جائیگا یوسف تجھ کو — ہے ترے عشق میں گرچہ بھی زلیخا اخلاص
غیر کا قول بھی اور فعل بھی جھوٹا نکلا — صرف دنیا میں تمہیں ہم نے دکھایا اخلاص
ولیکن دھبہ بھی ہو کوئی تو یہ دھو دیتا ہے — دل میں کر دیتا ہے انساں کے اجالا اخلاص
اپنے محروم رہیں غیر ہوں ممنون کرم — ہم نے دیکھا ترا دنیا سے نرالا اخلاص

ساری دنیا نہیں کہتی ہے بھلائے قرباں
ان کی بدخلقی سے بہتر ہے ہمارا اخلاص

سنبھلکر پاؤں رکھ اے دل زمانہ ہے بہت ناقص — کسی بیگانہ وش سے دل لگانا ہے بہت ناقص
نہیں لگ جائے گی آخر کسی کی بددعا اک دن — کسی مظلوم بیکس کو ستانا ہے بہت ناقص
مری مٹی سے ضد اچھی نہیں اچھی نہیں ان سے — نشان گور کو ظالم مٹانا ہے بہت ناقص
خرام ناز وہ بھی سامنے گور غریباں کے — دبے فتنے زمانے میں اٹھانا ہے بہت ناقص
بھلا میں اور کرتا فاش تیرے راز الفت کو — کسی مظلوم پر طوفاں اٹھانا ہے بہت ناقص
مزا جب ہے کہ کر دوں جان بخشی اپنے عاشق کی — گلے پر اسکے یوں خنجر چلانا ہے بہت ناقص
لگا لو اپنے سینے سے ذرا تم اپنے عاشق کو — ہنسانا اسکا اچھا ہے رلانا ہے بہت ناقص
خیال اے بے مروت چاہیے کچھ جگ ہنسائی کا — عدو کیا یوں ہنسی ہنسانا ہے بہت ناقص

نہیں جاتی محبت دختر رز کی نہیں جاتی
اسے قرباں منہ سے بھی لگانا ہے بہت ناقص

نہ تو شفقت تری مخصوص نہ نفرت مخصوص — نہ عداوت تری مخصوص نہ الفت مخصوص
ساری دنیا کیلئے حشر کا اک خاص ہے دن — اور مرے واسطے ہے روز قیامت مخصوص
اور بندے نہیں اللہ کے کیا اے واعظ — کسطرح ہوگئی تیرے لئے جنت مخصوص
کس ادا سے ہے نمک پاش تبسم ان کا — میرے سینے کیلئے ہے یہ جراحت مخصوص
اے عدو ہم کو خدا حشر میں دیگا راحت — اور ہے تیرے لئے دہر میں عشرت مخصوص
ساتھ کیوں میرے ہو یہ دفن جو مٹ جاؤں میں — اک مرے دلکیلئے چاہئے تربت مخصوص
غیر کی قبر تو ہے فاتحہ پڑھنے کیلئے — حشر ڈھانے کیلئے ہے مری تربت مخصوص
عشق صادق کا مزہ آئے بڑا کیف سے — آپکی مجھ سے جو ہو جائے محبت مخصوص

کیوں کبھی غیر کے گھر یہ نہیں جاتی قرباں

ہو گئی میرے لئے کیا شب فرقت مخصوص

رکھتے ہیں وہ ابروئے خمدار خاص ہے ہمارے قتل کو تلوار خاص
ایک ہے خورشید تو اک ماہ ہے حق نے بخشے ہیں انہیں رخسار خاص
کیا یقیں آئے ترے اسرار پر اسمیں ہے اک پہلوئے انکار خاص
برق و محشر سے ہیں یہ دونوں سوا اُن کی ہے رفتار اور گفتار خاص
دل کے اندر تم پھرو میرے مدام سیر کرنے کو ہے یہ بازار خاص
غیر کے پہلو میں رہتے ہو سدا اک کھٹکتا ہے یہ دل میں خار خاص
مجھ پہ بھی الطاف کی ہو اک نظر آپکا خادم ہوں میں سرکار خاص
مجھسے تو حیلے بہانے عام ہیں غیر سے کرتے ہیں وہ اقرار خاص

کیوں تو اے قربان کرتا ہے گلہ
لطف بھی تجھ پر کرے گا یار خاص

اُن کو حق سے ملی حیا ہے خاص یہ ہمارے لئے ادا ہے خاص
شربت وصل میں ہے آب حیات مرض عشق کی دوا ہے خاص
کبھی میری طرف نہیں آتی کوچہ یار کی ہوا ہے خاص
مارا ابروئے تیغ کے بدلے تو نے احسان یہ کیا ہے خاص
تو بھی ہوتی نہیں سدا مقبول وقت تیرا بھی اے دعا ہے خاص
اُن کی مجھ پر عنایتیں مخصوص میری بھی اُن سے التجا ہے خاص
جو سوائے ترے نہ ہو اچھا تیرا دنیا میں مبتلا ہے خاص
بتکدوں میں ہیں رام بت میرے مجھ پہ یہ رحمت خدا ہے خاص

دیتا قربان ہے وہ بے مانگے
اُس کا یہ شیوہ عطا ہے خاص

سب نے دیکھا خنجر قاتل کا رقص اور وہ دیکھا کئے بسمل کا رقص
وجد میں لایا اُسے تیرا خیال دیکھ مجنوں لیلےٰ محمل کا رقص
ہر تڑپ میں اک ادائے خاص ہے دیکھئے آکر کبھی تم دل کا رقص
ڈب ڈباتے ہیں جو آنسو آنکھ میں موج میں ہیں دیکھتے ساحل کا رقص

جاں دے کر لوٹتا ہوں یہ مزے || دیکھتا ہوں لبِ خنجر قاتل کا رقص
مے پلا کر شیخ کو تم دیکھ لو || دیکھنا ہو گر کسی قابل کا رقص
چیر کر اُس طشت میں رکھدیجئے || آپکو گر دیکھنا ہے دل کا رقص

مر گیا قرباں مزہ جاتا رہا
اُسکے دم سے تھا فقط محفل کا رقص

ردیف ض

لاکے خبر تری جو دے بادِ صبا کو کیا غرض || بھیجے مجھے جو موجِ بو زلفِ دوتا کو کیا غرض
دل کی ہو جب یہ آرزو. روح بدن سے ہو جدا || مجھپہ کوئی اثر کرے ایسی دوا کو کیا غرض
مرنا ہے جبکہ سودمند عشقِ بتاں ہیں چارہ گر || خاکِ شفا کو کیا غرض آبِ بقا کو کیا غرض
اُسکا گلہ جو میں کروں مجھپہ کرم جو وہ کرے || اُسکی جفا کو کیا غرض میری وفا کو کیا غرض
راہ پہ مجکو لائے کیوں راہ مجھے بتائے کیوں || بانگِ جرس کو کیا غرض بانگِ درا کو کیا غرض
خونِ دلِ حزیں مرا۔ اس کیلئے ہیں رنگ زا || ڈھونڈے کسی کا کیوں لہو دزدِ حنا کو کیا غرض
اُٹھے وہ کیوں ہو منفعل ہجر کی شب ہو کیوں خجل || جب نہ زباں ہی کام دے دستِ دعا کو کیا غرض
آنکھیں کھلیں نہ جب تری شور و شغب سے بھی کبھی || کیوں کرے تجکو ہوشیار بانگِ درا کو کیا غرض
سجدے میں اپنا سر جھکا. کر نہ کبھی کوئی گلا || تجکو خدا سے ہے نیاز تجھسے خدا کو کیا غرض
ہوش میں مجکو لائے وہ بنکے طبیب آئے وہ || زلف مجھے سنگھائے وہ اُسکی بلا کو کیا غرض
راضی رضا پہ ہوں ہوں اُسکے ہدف ہیں سیکڑوں دل || تیر اگر ہے وہ پاس کیوں تیرِ قضا کو کیا غرض
دامنِ شوق تھام کے. کوئے بتاں میں لے چلے || میرا جو آکے ساتھ دے بختِ رسا کو کیا غرض
ناخنِ شوق جب ترے کند ہوں کوئی کیا کرے || کھولدے اپنی خود گرہ بندِ قبا کو کیا غرض
مجکو نقطہ ہدف بنائے اور کہیں نہ جائے آئے || میرے ہی دلمیں بیٹھ جائے تیرِ ادا کو کیا غرض

قرباں وہ جب نفور ہوں مست ہوں پُر غرور ہوں
کیوں شبِ وصل دور ہوں شرم و حیا کو کیا غرض

پر کترنے کو جو صیاد تو لایا مقراض || ہاتھ افسوس کے ملتی رہی کیا کیا مقراض

اور یہ قوتِ پرواز مری کھو دے گی
خاک دکھلائے گی صیاد تماشا مقراض

فصلِ گل میں بھی اسیروں پہ چلا کرتی ہے
کچھ نہیں کرتی مگر خوفِ خدا کا مقراض

آج مغرور نظر آتی ہے بلبل بے حد
جا کے صیاد ذرا اپنی اٹھا لا مقراض

بلبل و گل پہ تو چلتی ہے سدا وقتِ بہار
قطع کیوں کرتی نہیں ہاتھ خزاں کا مقراض

کاٹتا ہے تجھے دامانِ خزاں اے بلبل
اپنی منقار کی اک جلد بنا لا مقراض

خوب بدلا یہ لیا خون کا پروانے کے
شمع کے سر کو سرِ بزم جو کاٹا مقراض

میں کہاں جاؤں نہیں طاقتِ پرواز مجھے
تو نے کیوں چھوڑ دیا مجھکو تڑپتا مقراض

روحِ قربانؔ کی پرواز پہ مائل ہے بہت
پر کترنے کو تو اے زیست اٹھا لا مقراض

دیکھ کر ساری خدائی ہوئی شیدا عارض
ہم نے دیکھا نہ کبھی آپ کا پیارا عارض

عید کے چاند کا دنیا کو ہوا دھوکا سا
جب مثالِ مہِ نو آپ کا چمکا عارض

ساری دنیا میں اندھیرا ہوا اکدم طاری
کیوں مرے یار کا آنچل سے چھپایا عارض

طور کی طرح مرا دل ہو ہلاکِ جلوہ
برق کی طرح چمک جائے تمہارا عارض

بحرِ الفت میں محبت کے شناور کے لئے
بن گیا گوہرِ نایاب کا دریا عارض

دیکھنے سے ترے آتی ہے ضیا آنکھوں میں
کور چشموں کو کیا کرتا ہے بینا عارض

یوں چھپایا ہے کہ مطلق نظر آتا ہی نہیں
بن گیا پردۂ گیسو میں معمّا عارض

دیکھ کر چہرہ کو پاتا ہے شفا عاشقِ زار
تشنۂ شوق کو گویا ہے مسیحا عارض

عمر بھر آنکھیں رہیں چہرہ کی جانب لیکن
تو نے قربانؔ نہ دیکھا کبھی انکا عارض

کیوں ظلم ہیں اور کیا ہیں جفاکار کے اغراض
سمجھے نہیں ہم چرخِ ستمگار کے اغراض

اقرار ہیں جھوٹے ترے انکار ہیں سچے
اقرار سے اچھے ترے انکار کے اغراض

لوٹیں گے ترا حسن وہ دھوکا تجھے دے کر
تجکو نہیں معلوم ابھی اغیار کے اغراض

دانستہ وہ کیوں انکی عیادت کیلئے آئیں
وہ جانتے ہیں جو بھی ہیں بیمار کے اغراض

دل لیکے تجھے اپنا بنانا ہوا منظور
دل لینے میں پوشیدہ ہیں دلدار کے اغراض

گلچیں کی جفاؤں سے ہو پھولوں کی حفاظت
بلبل سے کوئی کہدے یہ ہیں خار کے اغراض

تکلیف ہمیں دیتا ہے اغیار کی خاطر
ہم خوب سمجھ لیتے ہیں دلدار کے اغراض

مطلب ہی مسیحائی سے وہ کرتی ہے ہر دم
سب جانتے ہیں آپکی گفتار کے اغراض

اکبار ذرا مر کے تری راہ میں دیکھیں
اتبک جو نہ سمجھے تری رفتار کے اغراض

مطلب ہے کہ دل لیکے بنے چلتا یہاں سے
قربان سمجھتا نہیں کیا یار کے اغراض

پوچھے نہ کبھی زیست میں بیزار کے امراض
اب پوچھ لو آکر دل بیمار کے امراض

مطلق نظر آتے نہیں آثار سقر کے
بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں بیمار کے امراض

اقرار کی خصلت ہی نہیں اہل وفا سے
پھیلے ہیں حسینوں میں یہ انکار کے امراض

کیوں انکو گلستاں میں مہکنے نہیں دیتے
پھولوں نکے گلے پڑ گئے کیوں خار کے امراض

نفرت نہ دلائے کوئی ٹھٹا نہ اوڑائے
پوشیدہ سدا رکھتے ہیں اغیار کے امراض

بیمار کی بالیں پہ چلا آتا ہے جب تو
ہو جاتے ہیں اچھے ترے بیمار کے امراض

قربان وہ آیا ہے علاج غم دلکو
جو جانتا ہرگز نہیں بیمار کے امراض

ردیف - ط

کام کرتی رہی لیکن نگۂ یار غلط
تیر برساتی رہی دل پہ ستمگار غلط

عشق کا تو نے کیا غیر سے اقرار غلط
مستحق اسکا تھا میں اس سے ترا پیار غلط

تیغ ابرو ہے اور تیر نگاہیں سب جھوٹ
دل کے ڈسنے کو ہے زلف تری مار غلط

تیرا پامال تری چال کو جو چاہے کہے
راہ میں فتنے اٹھاتی ہے یہ رفتار غلط

داخل کعبہ ہوئے چھوڑ کے میخانے کو
مے کے نشہ میں چلے راہ ہیں میخوار غلط

کام مژگاں ہی تری کرتی ہیں بہتر دل پر
قتل کرتی ہے ہمیں ابروئے خمدار غلط

ہے محبت کے مریضوں کو تپ رنج و فراق
چارہ گر سمجھا ہے بیمار کا آزار غلط

پہلی باتیں نہ رہیں پہلی سی الفت نہ رہی
کیا زمانے کی ہوئی ہائے یہ رفتار غلط

ہے یقیں کیسے کروں وصل کی شب آئینگے آپ
مینے پائی ہے سدا آپ کی گفتار غلط

رخ ترا صبح کرے زلف تری شام کرے
تیرے خوش کرنیکو ساری ہے یہ گفتار غلط

جسکو کہتے ہیں عدو وہ تو مجسم ہے فریب | اُسکی ہے چاہ غلط اُسکا ہی سبب پیار غلط
ابر کہتا ہے کوئی ساغر و مینا کوئی | ہے مگر یہ صفتِ چشم گہربار غلط

تو وہی لکھتا ہے جو بات ہو سچی سیدھی
تیرے قربان کہاں ہوتے ہیں اشعار غلط

اپنی چھاتی سے ہے لگایا خط | جب سے ہمنے ہے تیرا پایا خط
بعد مدت کے آج آیا خط | دیکھئے کیا پیام لایا خط
سادہ کاغذ تھا اک لفافے میں | میرا قاصد عجیب لایا خط
بدگمانی مری بڑھانے کو | غیر سے ہے مجھے لکھایا خط
غیر کو صاف لکھدیا نامہ | میرا لکھ لکھ کے ہے مٹایا خط
راستہ میں ہوا وہ گم شاید | میرا قاصد نہیں جو لایا خط
اُلٹا سیدھا عدو نے خوب اُنہیں | آج پڑھ کر مرا سنایا خط
عیب اس کا نہیں ہے پھر چھپتا | دل کے شیشہ میں جسکے آیا خط

اس نے قربان کو جواب دیا
غیر کا سا مگر بنایا خط

کرلو پہلے ذرا طبیبو شرط | پھر رقیبوں سے ہار و جیتو شرط
وعدہ الفت کا اُن سے پھر کرنا | دشمنوں پہلے مجھ سے باندھو شرط
ایک ایک کرکے ہو گئی پوری | ہمنے کی اُنکے عشق میں جو شرط
میں کہوں گا فقط وفاداری | تم جو الفت کی مجھ سے پوچھو شرط
منع اس کو کیا شریعت نے | لوگ کہتے ہیں جسکو سُن لو شرط
پھر ہی کہنا کہ ہار جاؤ گے | پہلے کرکے تو مجھ سے دیکھو شرط
تم نے باندھی ہے جو بلا سوچے | مجھ کو ڈر ہے وہ تم نہ ہارو شرط

شرط اس سے لگائی ہے قرباں
کیا مزہ ہو جو تم نہ جیتو شرط

تم نے دشمن سے تو بڑھایا ربط | اور نہ مجھ کو کبھی دکھایا ربط
آج دشمن ہے وہ مرا افسوس | جس نے پہلے بہت دکھایا ربط

تو نے سیکھی کہاں ہے یہ ترکیبیں
رفتہ رفتہ جو ہے گھٹایا ربط

سیکھ لی تم نے غیر کی عادت
رنگ آخر یہ اُس کا لایا ربط

غیر ہرگز نہیں ترا عاشق
اُس نے مطلب سے ہی بڑھایا ربط

اُتنی ہی پائیں ہم نے تکلیفیں
جس قدر آپ سے بڑھایا ربط

ہے وہ یاروں کا یار محفل میں
خوب قرباںؔ نے بڑھایا ربط

آج تک کس نے ایسا پایا ضبط
تم نے دیکھا نہیں ہمارا ضبط

آنسو آنکھوں سے میری بہتے ہیں
اب تو مشکل ہوا ہے غم کا ضبط

کام کرتا ہے یہ بہت مشکل
ہونے دیتا نہیں ہے رسوا ضبط

غم تو دیتے ہو دیکھ لو پہلے
تم نے دیکھا نہیں ہے دلکا ضبط

ہے نتیجہ میں یہ بہت میٹھا
گو بظاہر بہت ہے کڑوا ضبط

یہ دبی آگ ہے محبت کی
اندر اندر ہی ہے جلاتا ضبط

سخت دشوار سخت مشکل ہے
کر کے دیکھا ہے ہم نے غم کا ضبط

کیا آخر میں خوش کیا تم کو
کر کے قرباںؔ تم نے دیکھا ضبط

سمجھتا ہے وہ تجھ کو اچھا فقط
ہے عاشق ترا تجھ پہ شیدا فقط

نہ باقی رہا تا قیامت کوئی
رہا نام باقی خدا کا فقط

کسی کا نہیں ہے کسی کا نہیں
مجھے عشق ہے بس تمہارا فقط

فسانہ زمانے میں مقبول عام
رہے گا ہمارا تمہارا فقط

ضیا اور کی مجھکو بھاتی نہیں
ہے کافی مجھے تیرا جلوہ فقط

عبث زحمت تیغ لیتے ہیں آپ
بہت مارنے کو ہے غمزہ فقط

خدایا نہیں کوئی تیرے سوا
تری ذات کا ہے سہارا فقط

میسر ہو دیدار مجھکو ترا
مجھے اب تو یہ ہے تمنا فقط

ہو قرباںؔ نہ پہلو میں اُن کے عدو
یہی ہے مرے دل میں کھٹکا فقط

ردیف ظ

اپنا جمال سب کو دکھانے میں بدلحاظ
تجھسا نہ ہوگا کوئی زمانے میں بدلحاظ

آیا نہ کچھ لحاظ کہ سوتا یہاں ہے کون
ہو قبر کا نشان مٹانے میں بدلحاظ

کرتے نہیں ہیں شرم غضب کی یہ بات ہی
کیسے ہیں بُت یہ حسُن دکھانے میں بدلحاظ

میں تو یہ جانتا ہوں ترا حرج کچھ نہیں
ارمان میرے دلکا مٹانے میں بدلحاظ

ہر وقت ہر گھڑی ہیں تری شوخیاں وہ ہی
کس درجہ تو ہے آنکھیں دکھانے میں بدلحاظ

کہتے ہیں سُنکے میری زباں سے سوال وصل
تجھسا نہ کوئی دیکھا زمانے میں بدلحاظ

لیتا ہے چٹکیاں تو نکلتے ہیں اشک گرم
ہے اُنکا در بھی تو رُلانے میں بدلحاظ

ساقی وہ دیکھ سامنے بیٹھا ہے شیخ بھی
اتنا تو ہو نہ مے کے پلانے میں بدلحاظ

قربان بے کہے وہ چلے بن بُلائے آئے
آنے میں بدلحاظ تھے جانے میں بدلحاظ

کوئی ہرگز نہیں مرا حافظ
ہے اگر تو فقط خدا حافظ

اُٹھے یہ کہہ کے میری بالیں سے
تیرا بیمار غم خدا حافظ

اپنا قصہ کہوں گا محشر میں
اُس فسانے کا میں ہوا حافظ

بولا تیشہ کو مار کر فرہاد
میری شیریں ترا خدا حافظ

ہم کو کوچہ میں اُس کے پہنچا دے
تو تو رستہ کی ہے صبا حافظ

پیچھے میرے پڑو نہ چارہ گرو
چھوڑ دو چھوڑ دو مرا خدا حافظ

کس طرح بزم میں وہ کھل کھیلیں
اُن کی شوخی کی ہے حیا حافظ

نجد میں کس کی آرہی ہے صدا
میرے مجنوں ترا خدا حافظ

اے قربان میں نہ بھولوں گا
درس اُلفت کا میں ہوا حافظ

تم نہیں کرتے کبھی عاشق کی تربت کا لحاظ
فاتحہ پڑھتے جو ہوتا کچھ بھی اُلفت کا لحاظ

غیر کے آگے کبھی اُٹھتی نہیں اُٹھتی نہیں
ہمنے دیکھا ہے تری چشم مروت کا لحاظ

صبح ہوتے آگئے وعدہ کی شب ہنستے ہوئے
واہ کیا اُن کو ہوا میری محبت کا لحاظ

جان دیدی کاٹ کر اپنا گلا خود ہاتھ سے
کر گئے آخر کو ہم تیری نزاکت کا لحاظ

آج اُنکی چال سے حشر اُٹھتے اُٹھتے رہ گیا
آگیا کیا آنکھ میں اُن کی قیامت کا لحاظ

بے بہائے چار آنسو لوٹتے ہرگز نہیں
وہ بہت کرتے ہیں ہم اسیری تربت کا لحاظ

آنکھ میں آقا کے وہ ہوتا نہیں ہرگز عزیز
جس ملازم کو نہیں ہوتا اطاعت کا لحاظ

چارہ گر کیا ہو گیا آگاہ میرے حال سے
آج اُسنے دی دوا کر کے طبیعت کا لحاظ

آبرو کا کرتے ہیں قربان دنیا میں خیال
ہم وہ ہیں جو کرتے ہیں دشمن کی عزت کا لحاظ

ردیف ع

نہ ہے شوخی نہ ہے حیا مانع
اُن کو آنے سے ہے حنا مانع

تم کو آنیسے اب ہے کیا مانع
جب نہ بندہ نہ ہے خدا مانع

کیوں نہ صحت کی ہو دوا مانع
اُسکی رہتی ہے جب قضا مانع

جب وہ شوخی پہ ہو گئے مائل
آگے ہونے لگی حیا مانع

غیر جاتے ہیں تیری محفل میں
کیوں تو ہوتا ہے پھر مرا مانع

ساتھ آنے کو تھے مرے تیار
ہو لی ظالم مگر حیا مانع

کیوں گنہ کرتے ہو زمانے میں
اے بندو ہے جب خدا مانع

کام ایسا نہ کیجئے قربان
جس میں ہو دوست کی رضا مانع

کیا جلا کر ہی رہے گی آج ہر پروانہ شمع
بزم میں بیٹھی ہے لیکر ایک آتش خانہ شمع

لینے آیا تھا تجلی تجھ سے اک پروانہ شمع
توڑ ڈالا تو نے اُسکی زیست کا پیمانہ شمع

آج محفل میں دکھا کر حسن دل افروز کو
کر دیا ہے تو نے پروانے کو بھی دیوانہ شمع

اپنا اک آنسو پلا کر جلد کر اُس کو فنا
پینے کو جام شہادت آگیا پروانہ شمع

پھر نہ اترائے کبھی اپنے فروغ حسن پر
دیکھ لے اکبار اگر تو جلوۂ جانانہ شمع

قدر کر تو عاشق جانباز ملتے ہیں کہاں
شوق پروانہ سے اسدرجہ نہ ہو بیگانہ شمع

تو نے پروانے جلائے رات بھر تا وقتِ صبح — ہو گیا لبریز آخر کو ترا پیمانہ شمع

ہے فدا اک شعر و پر، دل یوں ہی قربان کا
جس طرح ہوتا ہے تجھ پر شیفتہ پروانہ شمع

ہجر کی رات ہوئی اُلجھن بھی کیا بھاری شمع — رات بھر روتی رہی ہے تو مری پیاری شمع

جان دینے کیلئے اُڑکے وہاں جاتے ہیں — دُور سے لگتی ہے پروانوں کو کیا پیاری شمع

خون پروانوں کا گویا ہے ترے سر پہ چڑھا — سُرخ سی تو جو لئے سر پہ ہے چنگاری شمع

ہجر کی رات کٹی دونوں کو روتے روتے — ہو گیا صبح کا جب وقت تو پھر ہاری شمع

جبکہ پروانوں کی لاشیں ہیں پڑی چار طرف — اپنے اس جرم سے کس طرح ہوا انکاری شمع

پا بہ زنجیر ہے تو اور کھڑی روتی ہے — ہوئی کس جرم میں یہ تیری گرفتاری شمع

سانس کیوں توڑے ہے کیا عمر تری ختم ہوئی — لگ گئی کیسی دمِ صبح یہ بیماری شمع

سوز سے سیکڑوں دل پروانوں کو قربان کیا
نور بھی بن گئی کیوں بزم میں تو ناری شمع

ردیف غ

روشن ہمارے دلمیں محبت کا ہے چراغ — دل میں مگر عدو کے رقابت کا ہے چراغ

آئینگے وہ اندھیرے میں وعدہ کیا تھا یہ — خاموش آج یوں مری تربت کا ہی چراغ

تاریکی اُن کی گور میں ہو گی نہ مطلقاً — ضوبار جن کے سینے میں الفت کا ہی چراغ

خورشید روزِ حشر سے تابش میں ہے سوا — اے بُت یہ تیرا حُسن قیامت کا ہی چراغ

کیوں اے بُتو غرور ہے اس شمعِ حُسن پر — روشن فلک پہ دیکھ لو قدرت کا ہی چراغ

رکھتا ہے روشنی یہ مرے دلمیں شامِ غم — داغِ جگر مری شبِ فرقت کا ہی چراغ

پروانو سرد شمع مرے آنسوؤں نے کی — طالب تمہاری بزم سے رخصت کا ہی چراغ

کیوں شمع کے جلانے کی تکلیف کیجئے — کافی حضور آپ کی صورت کا ہی چراغ

کس طرح ہو گی سوزِ محبت کی روشنی — روشن بتوں کے دلمیں تو نخوت کا ہی چراغ

قربان اُن کو ظلمتِ دُنیا کا غم نہیں — موجود جن کے دلمیں بصیرت کا ہی چراغ

ہاں ہاں سنا تو ہم کو وہ رنگیں نشانہ باغ
گذرا خزاں بہار میں کیا زمانہ باغ

بلبل کو جو نکال کے دی ہے جگہ اسے
کیا بوم کا ہے تجھ کو پسند آشیانہ باغ

بلبل کے باغ کو تو خزاں کر دیا اجاڑ
تجھ سے ہے ہمارے داغ جگر کا مٹانہ باغ

بلبل سے گر خفا ہے تو گل پر ہی رحم کر
دست خزاں بہار میں اسکا لٹانہ باغ

دور خزاں سے پہلے گل زر تھا ہر طرف
لیکن کہاں وہ آج ہے تیرا خزانہ باغ

جس جا ہُت تھے پھول وہاں خار ہیں بہت
دیکھا ہے وہ زمانہ بھی یہ بھی زمانہ باغ

گھائل کیا ہے تیر نگہ نے ہمارا دل
تجکو کیا خدنگ خزاں نے نشانہ باغ

الکدم کیساتھ ساتھ خزاں و بہار تھی
مرنے کے بعد دشت رہا اور رہا نہ باغ

آئی خزاں بھی اور بہاریں بھی سیکڑوں
قربان تیرے دل کا تو ہرگز مٹا نہ باغ

تیرا دل دنیا میں کیونکر ہو نہ قاتل باغ باغ
ہو رہا ہے جان دے کر اپنی بسمل باغ باغ

تم نہ آئے تھے تو افسردہ سی تھی دلکی کلی
دیکھ لی صورت تمہاری ہو گیا دل باغ باغ

بعد مدت آج گلشن میں پھر آئی فصل گل
ہو رہا ہے باغ میں قلب عنادل باغ باغ

پھیر دی تو نے چھری کر کے جو دلکو اپنے سخت
ہو گیا ہے اس کو گویا قلب بسمل باغ باغ

تم ہی تو نخل تمنا کا ہماری پھول ہو
دلمیں جب رہنے لگو پھر کیوں نہو دل باغ باغ

آرہے ہیں جان دینے کو جو پروانہ بہت
دیکھ کے ہوتی ہی انکو شمع محفل باغ باغ

تو نہ تھا ساقی تو سب خاموش تھے بیٹھے ہوئے
دیکھ کر تجھ کو ہوئے یاران محفل باغ باغ

آہ کیا پکڑا گیا ہے ان کا کوئی ہمصفیر
ہو رہا ہے آج کیوں شور عنادل باغ باغ

بعد مدت کے ملے ہو جب نہ تھی باقی امید
دیکھ کر تمکو ہوا قربان کا دل باغ باغ

بنکر گلے میں کیوں نہ پڑے تیری ہار تیغ
میرے گلے سے ملتی ہے اب بار بار تیغ

کھائی ہے میرے قتل سے ہی تیری عار تیغ
چلتی نہیں ہے حلق پہ آکر جو یار تیغ

عاشق کا کام کر دے جو اک وار میں تمام
دیکھی کسی نے ایسی کہاں آبدار تیغ

الفت کا نام لیگا تو کردوائیگا سر قلم
کہتے ہیں وہ دکھا کے مجھے بار بار تیغ

ابروئے یار دلمیں ہے عاشق کے جلوہ گر
دکھلا رہی ہے حسن کی اپنی بہار تیغ

کرتی نہیں ہے رحم کسی جاں نثار پر
کرتی ہے قتل سیکڑوں لیل و نہار تیغ

بجلی گرا کے اُس کے تو خرمن کو پھونک دے
اپنی دکھا خزاں کو ذرا اے بہار تیغ

رُک رُک کے چلتی ہے مری گردن پہ آج کیوں
کھو بیٹھی ہو عدو کے گلے پر نہ دھار تیغ

قربانؔ اُف کریں گے نہ اپنی زبان سے
گردن پہ وہ ستم کی چلائیں ہزار تیغ

زیرِ پردہ بن گیا تیرا رُخِ روشن چراغ
جل رہا ہو جس طرح کوئی پسِ چلمن چراغ

رنگِ حسرت دیکھ کر اور شانِ عبرت دیکھ کر
رُو رہا ہے شام سے کیسا سرِ مدفن چراغ

اُسمیں تاریکی کبھی آتی نہیں دیکھا بہت
میری ہستی کا ہے دل گویا کہ اک روشن چراغ

اُس سے کہدو تجکو بھی مرنا ہے آخر ایک دن
موت پر میری جلائے جب کوئی دشمن چراغ

گورِ عاشق آج قسمت کھل گئی تیری ضرور
آ رہا ہے خود جلانے وہ بُتِ پُرفن چراغ

شب کو بیٹھا پاس پردے کے جو وہ آ کر کبھی
بیٹھتے ہی گُل کیا اُس نے پسِ چلمن چراغ

تجھسا پیدا ابد میں ہونا نہیں ہرگز کوئی
تو ہی اپنے گھر کا ہے قربانؔ اک روشن چراغ

Zahur Ahmed
Haram Khan maran

تجھ سا نہ ہوگا کوئی زمانے میں بد دماغ
آنے میں بد دماغ ہے جانے میں بد دماغ

عاشق کو رنج دے کے ہوا شاد تیرا دل
آتا مزہ ہے تجھ کو ستانے میں بد دماغ

سمجھا نہ تیرے اسمیں ہیں ارماں بھرے ہوئے
آیا نہ خوف دل کے دُکھانے میں بد دماغ

سیکھا ہے کس سے تو نے مجھے بھی ذرا بتا
حاصل کمال بات بنانے میں بد دماغ

ادنیٰ سی یہ تو اک تری ٹھوکر کا کام ہے
کرتا ہے دیر مُردہ جلانے میں بد دماغ

سیکھا کمال تو نے قیامت سے بھی سوا
فتنے اُٹھانے اور دبانے میں بد دماغ

مجھکو دیا ہی کھانے کو تو نے جو زہرِ غم
دیدے عدو کو زہر تو کھانے میں بد دماغ

آخر مجھے بتا کہ تجھے لطف کیسا ملا
قربانؔ کو فضول رُلانے میں بد دماغ

چھوٹ چکا اب دامنِ قاتل کا داغ
داغ ہے خونِ دلِ بسمل کا داغ

آئی تو لیلیٰ نہ بے پردہ کبھی
لے گیا مجنوں ترے محمل کا داغ

لوگ یہ سمجھے کہ نکلا ماہِ نو
جا کے چمکا چرخ پر جب دل کا داغ

زخم اُس قاتل سے میرے بھرا — مٹ گیا آخر دلِ قاتل کا داغ
ماہ اور خورشید کہتے ہیں جنھیں — اک جگر کا داغ ہے اک دل کا داغ
شمع نے ایسی دکھائیں گرمیاں — جل اُٹھا پروانۂ محفل کا داغ
میرے ہوتے آگیا گر وہ کبھی — بن گیا گویا عدوِ محفل کا داغ
اک نگاہِ سحر جادو کر گئی — ہو گیا آخر ہمارے دل کا داغ

حشر تک چمکے گا اے قربانؔ یہ
مٹ نہیں سکتا ہمارے دل کا داغ

ردیف ف

آتا ہے جو بھی قہر گنہگار کی طرف — وہ دیکھتا ہے رحمتِ غفار کی طرف
زاہد یہ رنگ دیکھ کے کیوں منفعل نہ ہو — رحمت ہے روزِ حشر سیہ کار کی طرف
وہ تیغِ تیز بن کے میرا کام کر گئی — دیکھا جو میں نے ابروئے خونخوار کی طرف
زنبور سے کسی کو نہیں ہے یقینِ عسل — اٹھتی ہے آنکھ شاخِ ثمردار کی طرف
بس اس خطا پہ اُس نے مری آنکھیں پھوڑ دیں — دیکھا تھا میں نے روزنِ دیوار کی طرف
کل تک تو ہنس رہے تھے وہ سنکر مرض کا حال — اب رو رہے ہیں دیکھ کے بیمار کی طرف
قاتل صفائی ایسی ہے کیا ردِ مصاف کی — اٹھتی نہیں نگاہ بھی تلوار کی طرف
بلبلِ گلگوں کا لینا ہے بوسہ مجھے محال — کرتے نہیں یہ رُخ تری منقار کی طرف

قربانؔ کس طرح اُنہیں ہم دیکھیں بے حجاب
اٹھتی نہیں ہے آنکھ بھی رخسار کی طرف

بلبلو دیکھا نہیں جاتا گلستاں کی طرف — آنکھ اب تو لگ گئی اپنی بیاباں کی طرف
تم بھی آجاؤ ذرا بالوں کو اپنے کھول کر — ابر بھی گھنگھور آیا ہے گلستاں کی طرف
میں رہوں کعبہ میں یا بتخانے میں پروا نہیں — دل مرا رہتا ہے ہر دم کوئے جاناں کی طرف
روشنی کرتا نہیں دل میں زلیخا کے کبھی — دیکھتی حسرت سے ہے وہ ماہِ کنعاں کی طرف
آج پھر میرے مقدر میں جراحت ہے کوئی — آج پھر رُخ ہے جگر کا تیرِ مژگاں کی طرف
دیکھئے آکر شگوفہ کیا کھلاتے ہیں یہاں — سنتے ہیں آتے ہیں وہ گورِ غریباں کی طرف

یہ صدا آئی کہ آنے کا ہے تیرے انتظار
ہم گئے قرباںؔ جب گورِ غریباں کی طرف

وحشیو پھر کوئی لے جائے نہ زنداں کی طرف — پھاڑ کر کپڑے نکل بھاگو بیاباں کی طرف
اک نظر جو دیکھ لے رخسارِ جاناں کی طرف — آنکھ اُٹھا کر وہ نہ دیکھے ماہِ تاباں کی طرف
ہیں نگاہیں میکشوں کی ابرِ باراں کی طرف — کیا برستا آرہا ہے بزمِ رنداں کی طرف
فاش پردہ اے زلیخا تو نے اپنا کر لیا — ہاتھ لیجانا نہ تھا یوسف کے داماں کی طرف
کیا کنوئیں میں گر پڑیگا یہ بھی یوسف کی طرح — جھانکتا ہے دل مرا چاہِ زنخداں کی طرف
خار لاکھوں رہگئے تلووں میں میرے ٹوٹ کر — لے گیا تھا جوشِ وحشت کا بیاباں کی طرف
ظلم سے گلچیں کے باہم کہہ رہی ہیں بلبلیں — اب تو دیکھا بھی نہیں جاتا گلستاں کی طرف
دل کو لیکر بے وفا مجھ سے نگاہیں پھیر لیں — دیکھنا تھا تجھ کو اپنے عہد و پیماں کی طرف
شکل مایوسی کی آتی ہے نظر کے سامنے — دیکھتے ہیں جب کبھی ہم اپنے عصیاں کی طرف
آرہا ہے میرے سینے کی طرف تیرِ نگاہ — دل وفورِ شوق سے جاتا ہے پیکاں کی طرف
شان آتی ہے نظر تشدید کی اللہ کے — دیکھتے ہیں جب تو نکے سلکِ دنداں کی طرف
سوزِ فرقت نے جلا کر۔ کر دیا خاکِ سیاہ — ہنستے ہیں سب دیکھکر مجھ سوختہ جاں کی طرف
آئے گی سر پر بلا پھنس جائیگا پھنس جائیگا — مرغِ دل جاتا ہے دامِ زلفِ پیچاں کی طرف
یہ نمک پاشی میں قاتل چشم پوشی تا بہ کے — زخمِ دل کھولے ہوئے ہیں منہ نمکداں کی طرف
جو قفس میں پر نکل کر ٹوٹ جاتا ہے مرا — اُڑ کے جاتا ہے ہوائیں وہ گلستاں کی طرف
چاندنی راتوں میں آتا ہے اگر تیرا خیال — ہم سحر تک دیکھتے ہیں ماہِ تاباں کی طرف

آئی جاں آنکھوں میں اُسکا کرتے کرتے انتظار
کیجے چشمِ عنایت اب تو قرباںؔ کی طرف

کیسے کریں اب یار کی تلوار کی تعریف — جب کر چکے ہم ابروئے خمدار کی تعریف
دنیا میں نہیں کرتا کوئی خار کی تعریف — کرتے ہیں سبھی شاخِ ثمردار کی تعریف
پڑھتا ہے وہ والفجر کی تفسیر یقیناً — کرتا ہے جو کوئی ترے رخسار کی تعریف
مارا ہے مجھے اُسنے مگر اُف رے محبت — پھر منہ سے نکلتی ہے ستمگار کی تعریف
رہتا ہے بہت دور مگر خوگرِ بیداد — دیکھو تو ذرا چرخِ ستمگار کی تعریف

وہ دیکھ لے اُس کو جو کبھی صحن چمن میں
شمشاد کرے قامت دلدار کی تعریف

تربت پہ مری جب نہ پڑا تیرا کبھی پاؤں
کیونکر میں کروں شوخیٔ رفتار کی تعریف

کرتا ہے گنہ کرکے جو عاصی کوئی توبہ
کرتا ہے گنہ بھی تو گنہگار کی تعریف

سنتا ہے بڑے شوق سے ہر اہل دل اسکو
قرباںؔ میں کرتا ہوں اگر یار کی تعریف

دو اپنی زباں کو کبھی اصرار کی تکلیف
کانوں سے اب اُٹھتی نہیں انکار کی تکلیف

تو دیکھ لے آکے کبھی بیمار کی تکلیف
کس رنگ پہ ہے خوگر آزار کی تکلیف

آنکھوں سے کیا کرتے ہیں مطلب کا وہ اظہار
کرتے نہیں ہرگز کبھی گفتار کی تکلیف

کھنچتا ہے دن باتوں میں اے رشک مسیحا
بڑھ جاتی ہے پھر رات کو بیمار کی تکلیف

دشوار ہی رفتار سے چلتی ہے گلے پر
دیکھی نہیں جاتی تری تلوار کی تکلیف

ممکن نہیں آزار یہ آنکھوں کا کبھی جائے
ہے سخت بہت نرگس بیمار کی تکلیف

زنہار نہ پھر سوئے وہ آرام سے شب کو
دیکھے جو مرے دیدۂ بیدار کی تکلیف

بڑھتی ہی چلی جاتی ہے دو جتنی دوائیں
گھٹتی نہیں قرباںؔ کے آزار کی تکلیف

اچھا نہیں ہوتا ہے یہ ہر بار تکلف
جب آتے ہو کرتے ہو بہت یار تکلف

سر کاٹنے میں وہ نہیں کرتی ہے توقف
سیکھی نہیں ہرگز تری تلوار تکلف

پہلو میں ترے بیٹھ گئے ہیں سر محفل
دہقاں ہیں نہیں جانتے اغیار تکلف

پیتا ہے دوا۔ اور نہ رہتا ہے سکوں سے
جینے میں بہت کرتا ہے بیمار تکلف

آنے نہیں دیتی شب وعدہ مری گھر تک
سیکھی ہے انوکھا تری رفتار تکلف

رہ جاتی ہے ہر بات لبوں تک ترے آکر
دکھلاتی ہے ہمکو تری گفتار تکلف

تکلیف تکلف سے اُنہیں کچھ نہیں ہوتی
جن لوگوں کے دُنیا میں ہیں اطوار تکلف

قرباںؔ نہیں جاتا مرض عشق کا تیرے
کرتا ہے بہت ہی ترا آزار تکلف

تو رونق غم خانۂ یعقوب ہے یوسف
اور قلب زلیخا کا تو محبوب ہے یوسف

کس طرح پسند آئے اُسے شان عزیزی
دلکو تو زلیخا کے تو مطلوب ہے یوسف

زنداں میں بھلا کس لئے تو نے اُسے ڈالا
مطلوب بھی ہوتا کہیں معتوب ہے یوسف

دل چھین لیا تو نے زلیخا کا ادا سے
دُنیا میں ترا حُسن بہت خوب ہے یوسف

دُنیا میں حسیں اور بھی لاکھوں ہیں زلیخا
کس واسطے اتنا تجھے مرغوب ہے یوسف

اے عشق ہوا چاک تو دامن مگر افسوس
محجوب زلیخا ہے کہ محجوب ہے یوسف

دل توڑنا اچھا نہیں اربابِ وفا کا
آئینِ محبت میں یہ معیوب ہے یوسف

شکل اپنی دکھا اور دے تسکینِ پدر کو
بیچین ترے واسطے یعقوب ہے یوسف

قرباںؔ کو اک ایسا ہی محبوب ہے درکار
جیسے کہ زلیخا تجھے مطلوب ہے یُوسف

ردیف ۔ ق

دیکھ کر تجھ کو ہوئی چہرے پہ دلبر رونق
یہ غلط ہے کہ ہے بیمار کے مُنہ پر رونق

یاس ۔ اندوہ ۔ الم رہتے ہیں اسمیں شب و روز
دل میں رہتی ہے ترے عشق سی اکثر رونق

جب سے جلوے کا ترے نور سمایا اُس میں
دیکھ تو کیسی مرے دل کی ہے اندر رونق

کیا مرا رشکِ قمر بام پر آیا اپنے
آج دُنیا میں نظر آتی ہے گھر گھر رونق

مرگِ دشمن کی خبر کس نے سُنا دی تجھکو
تیرے چہرے پہ نہیں آج جو دلبر رونق

جب کبھی خواب میں آجائینگے وہ قسمت سے
تو بڑھا جائینگے تیری دلِ مضطر رونق

ان حسینوں کا نہیں ظاہر و باطن یکساں
جیسی باہر سے نہیں قلب کے اندر رونق

دیکھ لینے دے سماں بزم کا اپنی ہمکو
تیری محفل کی چلے آئے ہیں سُنکر رونق

ایک میلا سا حسینوں کا لگا رہتا ہے
گو نہیں گور میں ہے گور کے باہر رونق

تیری آنکھوں نے پیا کیا کسی مظلوم کا خون
آج چہرے پہ ہے کیوں تیرے ستمگر رونق

آج تو خوب غزل تم نے پڑھی اے قرباںؔ
اس سے محفل میں نہ دیکھی کبھی بڑھ کر رونق

تمہارے پاس نہیں تھی اگر دوائے فراق
تو کیوں کیا تھا مجھے تم نے مبتلائے فراق

عدو تو وصل سے سب بامراد ہیں اُس کے
بنی ہے ایک مری جان ہی برائے فراق

توکیا علاج کرے گا مریض فُرقت کا — نہیں ہے پاس ترے چارہ گرد وائے فراق
نصیب ملنے کی تیرے نہیں خوشی ہم کو — ہمارے دلپہ ہر شام و سحر بلائے فراق
کبھی نہ چین سے بیٹھے ترے ستائے ہوئے — ہزار صدمہ ترے ہاتھ سے اُٹھائے فراق
مرے سکون سے کچھ لاگ ہے مُقدر کو — جو ہو نصیب میں سُونا تو کیوں جگائے فراق
وِصال میں بھی تری لذتیں تھیں ہائے وصال — فراق میں بھی ترے اک مزہ تھا ہائے فراق
بلا سے اور جو تکلیف ہو وہ دے دنیا — الٰہی کرنا کسی کو نہ مُبتلائے فراق

کبھی اُٹھائے نہ تمنے جدائی کے صدمے
ہمارے پاس ہی قرباں کیا دوائے فراق

تیرا پتھر کا ہے جگر عاشق — تو محبت میں ہے نڈر عاشق
وُہ جو پکڑے کلیجہ آتے ہیں — تیری آہوں کا ہے اثر عاشق
تجھ کو غم نے گھُلا دیا کیسا — اپنی حالت پہ کر نظر عاشق
بارِ اُلفت اُٹھا لیا تو نے — تیرا دل ہے ترا جگر عاشق
اپنے عاشق سے وہ نہیں واقف — اُن کی حالت سے بے خبر عاشق
عشق تیرا اگر ہے سچا سُن — اُن کے دلمیں کرے کا گھر عاشق
ایکدن بھی ملا نہ راحت کا — رہا مغموم عُمر بھر عاشق

جان قرباں تو نے گر کر دی
تیرے غم کی ہوئی سحر عاشق

میری حالت پہ کر نظر معشوق — میرے دلمیں بھی کرلے گھر معشوق
میرا مرنا تجھے مبارک ہو — ہوں جو لاشہ پہ نوحہ گر معشوق
غم میں نالہ زباں سے جو نکلے — تیرے دل پر کرے اثر معشوق
ہم نے دُنیا میں گو بہت ڈھونڈا — تجھ سا آیا نہیں نظر معشوق
آنکھوں آنکھوں لے گیا دل کو — کیسا ظالم ہے با ہنر معشوق
جاگتے ہجر میں رہے شب بھر — آنکھ جھپکی نہ تا سحر معشوق
آہ لب پر کبھی نہ لاؤں گا — ظلم جتنا ہو دلپہ کر معشوق
تیرا عاشق ہے باخبر تجھ سے — ہے تو عاشق سے بے خبر معشوق

رحم کر حالِ زار پر اُس کے
اے سے قرباںؔ کی خبر معشوق

واہ کیا خوب رنگ لایا عشق | تو نے اپنا ہمیں بنایا عشق
ہم کو اس کا صلا بھی کچھ تو ملے | بار تیرا جو ہے اُٹھایا عشق
عمر گذری تڑپ تڑپ کے تمام | تو نے کیسا ہمیں ستایا عشق
مجکو وحشی بنا دیا تو نے | راز پھر بھی ترا نہ پایا عشق
بُت کافر ہوا نہ رام کبھی | ہم نے سو سو طرح دکھایا عشق
مجھ کو دُنیا میں کر دیا رُسوا | دربدر رات دن پھرایا عشق
داغِ حسرت سے ہوگئی رونق | خوب یہ تو نے گُل کھلایا عشق
ہڈیاں رہ گئیں فقط باقی | تو نے مجنوں صفت بنایا عشق

گھل گیا شمع کی طرح قرباںؔ
روگ کیا جان کو لگایا عشق

ردیف ک

مہرباں ہوگا تو مجھ پر مرے قاتل کب تک | نیم جاں بیٹھے رہو میں ترا بسمل کب تک
دیر سے میں کھڑا دیکھتا رستہ ہے ترا | دیکھیے آتا ہے سُنیے ترا محمل کب تک
حکم دے جلد چلے دورِ مے و جام و سبو | یار سونی یہ رہے گی تری محفل کب تک
اے بشر ہوش میں آ حشر ہی نزدیک بہت | یوہی گمراہ رہے گا ارے غافل کب تک
اس کا انجام بھی ہے یاد کہ نہیں یہ تو بتا | طے کئے جائیں ترے عشق کی منزل کب تک
جان تو اپنی بچا یہ تو ہے خوگرِ غم کا | اے جگر دلکا رہیگا مرے شامل کب تک
ایکدن آئے گا ہوجائیگا یہ نذرِ خزاں | خیر گلشن کی منائیگی عنادل کب تک
مجھسے ملتے ہیں کبھی یا نہیں ملتے بالکل | دیکھیے ہوتی ہے یہ حل مری مشکل کب تک

باغِ عالم کو بہت شوق ہے ہم دیکھتے ہیں
رہتی ہے دیکھئے قرباںؔ یہ محفل کب تک

کیا رسا ہو آہ یا نالہ فلک
تو تو سنتا ہے بہت اونچا فلک

روز کرتا ہے ستم ہم پر نئے
تو بھی ساتھی بن گیا اُن کا فلک

کھینچکر نالہ کوئی شام فراق
تجھ کو ہم دکھلائیں گے نیچا فلک

میرے ہی معشوق کا غازہ ہے یہ
ہے منور چاند جو تیرا فلک

ہر ستم میں تجھ سے جو بڑھ جائینگے
کر لے اُن سے چاہے تو دعویٰ فلک

ہم نے تیرا کیا بگاڑا تھا بھلا
بن گیا دشمن تو کیوں اپنا فلک

رات دن چکر میں رہتا ہے مدام
ہو گیا ہے تجھ کو کیا سودا فلک

لو نہیں جو ٹوٹ کر اب تک گرا
کیا مرا۔ نالہ نہیں پہونچا فلک

اپنے سُننے ہیں کانوں میں بہرے
سُنتا ہے قربان کچھ اُونچا فلک

ہستی کے ساتھ ساتھ رہا اُن کا غم شریک
رہتا ہے جیسے جان کے ہمراہ دم شریک

زندان زندگی سے جو جاتا ہے چھوٹ کر
اپنے میں اس کو کرتے ہیں اہل عدم شریک

واحد ہے تیری ذات خداوند کائنات
تیرا نہیں ہے کوئی خدا کی قسم شریک

روتے ہی روتے کٹتی ہے آخر تمام رات
فرقت کی رات ہوتا ہے اک آکے غم شریک

ہم بھی جہاں کے نقشۂ عبرت کو دیکھ لیں
ہمکو بھی اپنے جام میں کر لے جو جم شریک

کس طرح اس سے حمد لکھوں لاشریک کی
تعریف میں تو کبھی رہا ہے قلم شریک

بزدل ہیں جو کہ دیکھکے غم کو ہیں بھاگتے
دُنیا کے غم میں ہوتے ہیں ثابت قدم شریک

تجھسا اور کون ہے رہتے ہیں رات دن
قربان میرے درد میں رنج و الم شریک

خزاں سے تو بچائیگا اسے ای باغباں کبتک
رہینگی تیری گلشن میں یہ رنگ آمیزیاں کبتک

مجھے بیتاب رکھیں گی مری بیتابیاں کبتک
کسی کی یاد میں آہیں رہینگی خونفشاں کبتک

رہینگی اے دل ناداں تری بیتابیاں کبتک
بڑھاتا تو رہیگا عشق میں حیرانیاں کبتک

اُٹھاتے تم رہو گے ٹھوکروں سے تابہ کے فتنے
زمانہ میں رہیں گی یہ قیامت خیزیاں کبتک

بہار آئے بہار آئے خزاں جائے خزاں جائے
تو اس اُمید پر بیٹھا رہے کا باغباں کبتک

مزا تجکو تو آتا ہے مگر دل میرا دُکھتا ہے
سناؤں میں تجھے صیاد اپنی داستاں کبتک

شکایت کرنی ہی آخر پڑے گی تجکو اے ظالم
مروت میں تری میں بند رکھونگا زباں کبتک

تپ غم سے نکل جائیگا یہ آخر دھواں بن کر
چھپا کے دل میں رکھونگا بھلا سوز نہاں کبتک

گرے گی ایکدن برق خزاں ہر غنچہ و گل پر
منائیگا چمن کی خیر آخر باغباں کبتک

تمہیں سُننا پڑیگا قصۂ غم اپنے کانوں سے
نہیں سُنتے نہیں سنتے ہماری داستاں کبتک

وہ آئیں یا کہ موت آئے یہ قصہ ختم ہو جائے
مجھے آتی رہینگی نزع میں یہ ہچکیاں کبتک

قیامت آنیوالی ہے کہاں پھر زندگی ہو گی
رہیگی اے خضر تیری حیات جاوداں کبتک

نگاہیں تیری انکا چھوڑ کیوں دیتی نہیں پیچھا
گرینگی خرمن دل پر یہ میرے بجلیاں کبتک

خدا جانے ملے کب قید سے ہستی کے آزادی
رہینگی زیست کی پیروں میں اپنے بیڑیاں کبتک

چلو قرباںؔ کھا کر زہر قصہ ختم کر ڈالیں
ہم انکی یاد میں لیتے رہینگے ہچکیاں کبتک

فلک نے جو نہیں بلبل گرائیں بجلیاں ابتک
غنیمت جان لے باقی ہے تیرا آشیاں ابتک

جو مے پی تھی ازل کے میکدے میں تیرے ہاتھوں سے
مزے لیتی رہی ساقی اسی کے یہ زباں ابتک

لگی ہے آگ جو دلمیں سُلگتے ہی وہ سُلگے گی
اثر ہے سوز کا اُٹھتا ہے جو منہ سے دھواں ابتک

مری قسمت نے انکو مجھسے خوش رکھا زمانہ میں
خدا کا شکر ہے دشمن نہیں ہے آسماں ابتک

میں ہوں اپنے نشیمن میں بہاریں صحن گلشن میں
اسی دھوکے میں کیا بیٹھا ہوا ہے باغباں ابتک

کہا صیاد سے بہر رہائی تو وہ یہہ بولا
بہار آئیگی جب کہنا ہے گلشن میں خزاں ابتک

تمہارے غم نے اُن کو کر دیا ظاہر زمانے میں
مری آنکھوں کے اندر تھے جو آنسو نہاں ابتک

ہمیں پیمانہ دینے میں تکلف روز کرتا ہے
نہیں واقف ہوا رندوں کا پیر مغاں ابتک

تجھے قرباںؔ سخنور اپنی آنکھوں میں جگہ دیتے
نہیں پایا سخن کا کوئی تو نے قدرداں ابتک

مرکے بھی جاری رہے یہ دیدۂ تر زیر خاک
رہگیا میرا کفن بھی ہائے گھُل کر زیر خاک

فرش مخمل پر بھی جن کو نیند آسکتی نہ تھی
خاک کا اُن کو ملا ہے مرکے بستر زیر خاک

کیونکر اُن مسند نشینوں کو وہاں چین آئے گا
سو گئے جا کر کے دارا۔ اور سکندر زیر خاک

شکر ہے دیکھا نہ میرا جسم عُریاں گور نے
کام آئی یہ کفن کی مجھکو چادر زیر خاک

آخری تھا کام جو احباب نے تیرے کیا
اب نہ آئینگے یہ ہرگز تجکو رکھ کر زیر خاک

کس طرح سے چین تربت میں مجھے اب آئیگا
دفن ہیں ارمان وحسرت بھی برابر زیر خاک

کس طرح آخر کٹیگا وقت اپنا بے سبوئے
کاش ہوتا انتظام جام وساغر زیر خاک

جسنے بھیجا ہے تمہیں قربان اُسی کا بندہ ہے
لونگا چھٹکارا فرشتوں سے یہ کہہ کر زیر خاک

بہت دشوار ہے آنسو نہ آئینگے گریباں تک
کہ اب تو ہاتھ بھی مشکل سے جا سکتے ہیں داماں تک

رہا صیاد نے گو کر دیا بیکار ہیں بازو
ہمیں دشوار آخر ہو گیا جانا گلستاں تک

اگرچہ قیس تیرے آستاں تک جا نہیں سکتا
بہت آساں ہے آنا ترا لیلےٰ بیاباں تک

لہو ہوتا ہے جب دل یاس کے خونریز ہاتھوں نے
تو اک رنگین آنسو کھنچ کے آجاتا ہے مژگاں تک

جنوں میں خار صحرا نے یہ رکھی بات کچھ اُسکی
تمہارے آبلہ پا کو کیا اپنا نہ یہاں تک

جھکاتا کیوں پھرے ہے چاہِ الفت مجکو تو ہر سو
مجھے لیچل تو اے جوش جنوں چاہ زنخداں تک

جفا بھی ہے سلیقہ سے ستم بھی ہے طریقے سے
طبیعت سے مری واقف ہوا ہے چرخ جاناں تک

تماشا دیکھنا صیاد گر ہے اہل گلشن کا
کبھی لیچل قفس کو تو مرے صحن گلستاں تک

وہ قربان داور محشر نے کھینچا اپنی جانب کو
ہمارا ہاتھ جانے کو ہی تھا محشر کے داماں تک

اسیران قفس اب آہ کیا پہونچے گلستاں تک
نظر بھی اُٹھ کے رہجاتی ہے اب دیوار زنداں تک

بہائے میری آنکھوں نے وہ آنسو تری فرقت میں
گریباں تو گریباں تر ہوئے ہیں جیب و داماں تک

قفس میں دیکھ کر مجکو نہ تا مرغ چمن پھڑکیں
کبھی صیاد لیجاتا نہیں صحن گلستاں تک

خدا کیواسطے دامن سے اپنے پوچھ دو آکر
اب آنسو آنہیں سکتے کہ آپہنچے ہیں داماں تک

تعجب ہے اگر اے قیس لیلےٰ کو نہ ہو صدمہ
ترے ماتم میں گرد آلود ہے سطح بیاباں تک

پڑھایا ضبط کا پہلے ہی الفت نے سبق ہم کو
کبھی آنے نہیں دیتے ہم آنسو اپنے مژگاں تک

بہار آنے دو بازو میں نئی کلیاں نکلنے دو
اُڑا لیجائیگی بلبل قفس اپنا گلستاں تک

ہوا دھوکا کہ تارے چشمۂ کوثر میں ڈوبے ہیں
پسینہ بہکے جب آیا کبھی اُنکے زنخداں تک

سہارا ہیں وہی قربان طوفان قیامت میں
وہ کیوں ڈوبے گا جسکا ہاتھ پہونچا اُنکے داماں تک

لختِ دل ہمراہ لایا میرا اشک
صاحب دل بن کے آیا میرا اشک

بن گیا گویا سمندر گرتے ہی
آنکھ سے کیسا بہایا میرا اشک

یہ سمجھ کر ہے یہ موتی کی صفت
اُس نے دامن سے اُٹھایا میرا اشک

اللہ اللہ ضبطِ اُلفت کا اثر
میرے دامن نے سُکھایا میرا اشک

کر گیا بدنام دُنیا میں مجھے
کیوں نہ آنکھوں نے چھپایا میرا اشک

ضبط کی اُس سے ہوئی جب شرط تھی
آنکھ میں پھر کیوں یہ آیا میرا اشک

آنکھ کے پردے سے پھر باہر ہوا
خون میں پہلے نہایا میرا اشک

دیکھ اے ظالم نگاہِ رحم سے
بن کے فریادی ہے آیا میرا اشک

بن گیا قُربانؔ طوفاں نوح کا
رنگ دُنیا میں یہ لایا میرا اشک

صورتِ شمع بجھوں گا میں سحر ہونے تک
ہو گا کیا حال مرا تم کو خبر ہونے تک

آنکھ جھپکی نہ ذرا۔ در پہ نگاہیں رہیں
منتظر تیرے رہے ہم تو سحر ہونے تک

تیری اُمید نے تھا اُس کو جلائے رکھا
گو بھڑکتی ہی رہی شمع سحر ہونے تک

غیر کو پیچھے مرے روز لگا دیتے ہیں
غیر کے دیتے نہیں وہ مجھے سر ہونے تک

ایک اک لمحۂ فرقت ہے گراں تر از مرگ
اور کیا کیجئے نالوں میں اثر ہونے تک

جوشِ وحشت کا تقاضا ہے بناؤں جنگل
گھر مجھے باعثِ تکلیف ہے گھر ہونے تک

نخلِ اُمید کو گو دُنیا میں بویا ہمدم
کون جیتا ہے ثمودار ثمر ہونے تک

دیر سامانئ تقدیر کا شکوہ کس سے
دفن بھی ہو چکے ہم اُن کو خبر ہونے تک

کہدے قُربانؔ یہ بلبل سے کہ ہو گی آزاد
صبر سے بیٹھ تو پیدا ابھی پر ہونے تک

ردیف گ

گلوں کی بُو کی طرح اُڑ گیا شباب کا رنگ
جما ہے چہرہ پہ اب تو مرے خضاب کا رنگ

فضول کرتی ہے بلبل چمن پر اپنے ناز
گلوں نے چھین لیا ہے ترے شباب کا رنگ

حجاب اپنوں سے بے پردگی ہے غیروں سے
نیا یہ دیکھا ہے ہم نے ترے حجاب کا رنگ

ترے ہی چہرے کی سُرخی نے کردیا رنگیں
سفید تھا ترے رُخسار پر نقاب کا رنگ
قبول کرتا ہے دل یا اسے نہیں کرتا
نہیں ہے دیکھنا خط کی ترے جواب کا رنگ
سرورِ عشق کا ملتا ہے آنکھ کو ساقی
ہے تیرے عارضِ گلفام پر شباب کا رنگ
تھے لال ڈورے بھی آنکھوں میں تری ایظالم
پسند آیا ہے مجھے اس لئے شراب کا رنگ
یہاں جو حال ہو قربان وہ غنیمت ہے
وہاں نہ ہمکو دکھائے خدا عذاب کا رنگ

موت کو بھی جبکہ ہے ارمانِ مرگ
کیوں ہو دُنیا میں دل خواہانِ مرگ
عیش دُنیا میں اُٹھاتا ہے بہت
میرے بدلے ہے عدو شایانِ مرگ
چارہ گر بیمار رنجِ عشق سے
سیکھ لے تھوڑے سے تو اوسانِ مرگ
دیکھ لی چارہ گری عیسیٰ کی خوب
جانتا وہ کچھ نہیں درمانِ مرگ
رنج و غم سے بل گئی مجھکو نجات
میری گردن پر ہے یہ احسانِ مرگ
کیوں نہ جاؤں جب بڑی سرکار سے
بے طلب آیا ہے مجھے فرمانِ مرگ
زندگی کے تیر سے پھر کیوں ڈرے
دیکھنے کو لی اگر مژگانِ مرگ
زندگی کی اُن کو نعمت ہیچ ہے
ہو گئے ہیں جا کے جو مہمانِ مرگ
مر کے اے قربان سب محتاج ہیں
دُوسروں کے ہاتھ ہیں سامانِ مرگ

رنگ غصہ کا الگ اور الگ پیار کا رنگ
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مرے یار کا رنگ
جس نے دیکھا ترے آئینۂ رُخسار کا رنگ
نہ پسند اُس کو پھر آیا گُلِ گلزار کا رنگ
دوست سے بڑھکے تو اصنع ہے وہاں دشمن کی
ہمنے دیکھا ہے عجب محفلِ دلدار کا رنگ
صاف ہو صاف ابھی خون میں تو اسکو نہ بھر
قتل سے میرے بدلجائیگا تلوار کا رنگ
مٹتی جاتی ہیں زمانے کی پرانی باتیں
اور ہی اور ہوا ہے درد دیوار کا رنگ
ہم نہ کہتے تھے گلستاں میں نہ جا بے پردہ
دیکھ پھولوں نے اُڑایا ترے رُخسار کا رنگ
چھوڑ دو اس کو خدا را نہ کرو فکر دوا
چارہ گر کہنے لگا دیکھ کے بیمار کا رنگ
رنگ چڑھ جائے نہ تجھ پر کہیں واعظ اسکا
دیکھنے آیا ہے کیا خانۂ خمار کا رنگ
گاہ دشمن سے سوا گاہ ہے وہ دوست مرا
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مرے یار کا رنگ

جسکو قربانؔ حقیقت کی ملی آنکھ اُسے
صاف آتا ہے نظر کافر و دیندار کا رنگ

پھونکدی میرے دلِ مضطر میں آگ — سوزِ اُلفت نے لگادی گھر میں آگ
میرے ہوتے غیر کا چھیدے جگر — کیوں نہ لگجائے ترے خنجر میں آگ
خرمنِ اعدا کو جس سے پھونکدو — بھر دو تم ایسی دلِ مضطر میں آگ
بلبلیں کرتی ہیں آہیں باغ میں — کیا لگائینگی گلوں کے سر میں آگ
دیکھنا بھڑکے گی روزِ حشر یہ — دھیمی دھیمی ہے جو خاکستر میں آگ
سوختہ ہے طورِ برقِ حُسن سے — لگ گئی ہے دیکھ لو پتھر میں آگ
اللہ اللہ رے تصوّر کی تپش — جالگی تصویر کے پیکر میں آگ
ہاتھ سے اپنے دے ساقی غیر کو — آتشِ صہبا لگا ساغر میں آگ

میں نے اے قربانؔ جو کھینچی آہِ سرد
معصیت کے لگ گئی دفتر میں آگ

ہو گیا ہے جب سے تن سے دم الگ — ہو گیا ہے اپنے دل سے غم الگ
کیوں نہیں ہوتا مرے غم میں شریک — مجھسے کیوں رہتا ہے تو ہمدم الگ
گر مرا جام سفالی دیکھ لے — جام کو رکھدے تو اپنے جم الگ
ہجر میں دل سے الگ برہم مرا — جوشش پر ہیں دیدۂ پُرنم الگ
اب نہیں اُٹھتے ہیں دُنیا غم ترے — بیٹھ جائیں جاکے کس جا ہم الگ
قبر میں آئے الگ منکر نکیر — گھٹ رہا ہے زیرِ مدفن دم الگ
چین سے آرام سے ہم سو گئے — رکھدیا جب دل سے تیرا غم الگ
لطف جینے کا کہاں باقی رہا — ہو گیا مجھ سے مرا ہمدم الگ

ہچکیاں آئی تھیں تجکو موت کی
کر گئیں قربانؔ تیرا دم الگ

ردیف ل

بنالوں دلکو اپنے پہلے تیرے تیر کے قابل
یہ بے تقصیر ہوگا کس طرح تعزیر کے قابل

بلا وہ مجھکو جتنا تھا مری تقدیر کے قابل
لکھا تقدیر میں جتنا کہ تھا تحریر کے قابل

خطاوار محبت یہ نہیں ابتک ہوئے دونوں
جگر ہے تیر کے قابل نہ دل ہے تیر کے قابل

بنالو چیر کر دل کو۔ اگر تم کو ضرورت ہو
بنے گا ایک اچھا چوکھٹا تصویر کے قابل

نئے مشق ستم اب اور کوئی دوسرا ڈھونڈے
رہے ہیں اب کہاں ہم آسمان پیر کے قابل

بنایا میکدہ ساقی نے اچھا میری مٹی سے
مری مٹی تھی خمخانے ہی کی تعمیر کے قابل

نہ ہوگا کچھ مآل شورش ہنگامۂ محشر
یہ دن کا خواب ہو سکتا نہیں تعبیر کے قابل

خطا ہے تو نظر کی ہے سزا دو اس کو جو چاہو
جگر تعزیر کے قابل نہ دل تعزیر کے قابل

تری چتون کے قابل ہے تری ابرو کے قابل ہے
جگر تلوار کے قابل نہ دل ہے تیر کے قابل

مناسب ہے رہے سینہ کے اندر ہی یہ پوشیدہ
نہیں افسانہ میرا دہر میں تشہیر کے قابل

مسیحا کہہ گیا ہے آکے یہ تیمار داروں سے
نہیں بیمار الفت اب کسی تدبیر کے قابل

خدا نے دیدیا تجھ کو ادا کر شکر تو اسکا
جو تھا قربانؔ دنیا میں تری تقدیر کے قابل

ترا بیمار ہوا آج قضا کے قابل
اب اسے کون سمجھتا ہے شفا کے قابل

پھر ہی اے دل تو مسیحا کی تجسس کرنا
درد تو پہلے بنا اپنا دوا کے قابل

جان جو تجھ پہ دے کیوں زندۂ جاوید نہ ہو
اس کو مل جائے بقا ہو جو فنا کے قابل

شور محشر کا کچھ اُن پر بھی اثر ہو شاید
ہاں نہیں کان مرے بانگ درا کے قابل

ضعف سے اب تو دعا کو بھی نہیں اٹھتے ہیں
اب کہاں ہاتھ ترے بند قبا کے قابل

دل پر داغ کبھی باغ میں تجھ تک پہونچے
کاش یہ پھول بھی ہو دوش صبا کے قابل

درد بھی عشق نے تیرے وہ دیا ہے ہم کو
جو نہ قابل ہے دعا کے نہ دوا کے قابل

چارہ گر سیکڑوں بالیں پہ ہوئے آکے جمع
جب رہا درد نہ قربانؔ دوا کے قابل

لیلیٰ ہے فقط شرم کی چادر ترا محمل
مجنوں کے کہاں دل سے ہے بڑھکر ترا محمل

جب اسمیں تو ہوتی ہے تو پھر قیس حزیں کو
آتا ہے نظر کعبہ سے بڑھکر ترا محمل

بے شکل دکھائے گئی جب قیس کو لیلیٰ
کردے گا بیاباں کو مکدر ترا محمل

حد ہی نہ تھی کیا اُس کی کوئی حد نظر کی
دیکھا ہی کیا قیس برابر ترا محمل

ہر وقت رہا قیس کی آنکھوں میں یہ حائل
لیلےٰ ہے تری طرح ستمگر ترا محمل

لیلےٰ نہ کہیں کعبہ اُسے عین سمجھ لے
اُوڑھے ہوئے کالی جو ہر چادر ترا محمل

پھرتا ہے اسے ناقہ لئے دشت میں ہر سُو
مجنوں کی ہے تقدیر کا چکر ترا محمل

ہر وقت خدا اس میں مکیں رہتا ہے لیلیٰ
قربان کے دل سے نہیں بہتر ترا محمل

کرتی نہیں اثر نگہ یار آج کل
بیکار کیوں ہوئی ہے یہ تلوار آج کل

پیدا نہیں ہے کوئی خریدار آج کل
خالی ہے تیرے حسن کا بازار آج کل

اے عندلیب گل کا نہ کر رنج دل میں کچھ
ہے تو بھی ہونے والی گرفتار آج کل

اک حسن ہے وہ کسکو ندیں اور دیں کسے
ہیں سیکڑوں ہی اُن کے طلبگار آج کل

پھرتے ہیں مثل یوسف بے کارواں حسین
ملتا نہیں ہے کوئی خریدار آج کل

وہ جانتے ہیں وعدہ نہ ہوگا کبھی وفا
اُن کی زباں پہ روز ہی اقرار آج کل

ہے احتیاج مجھ کو بہت التفات کی
کیونکر ہو مہربان ستمگار آج کل

قربان کیوں نہ عام ہوں افسانے عشق کے
رہتا ہے سب کے ہاتھ میں اخبار آج کل

دل سے دعا ہے اپنی کسی پر نہ آئے دل
دھوکے میں آ کے کوئی نہ ہو مبتلائے دل

پتھر ہی رکھدو سینہ میں میرے بجائے دل
نازک بہت ہے ظلم کہاں تک اُٹھائے دل

عیسیٰ کو اختیار نہیں دل پہ اپنے خود
کیا دیں کسی مریض کو پھر وہ دوائے دل

پھولو پھلو گے باغ تمنا میں رات دن
لے لو کبھی تو آ کے ہماری دعائے دل

برداشت جب نہ ہجر کے افکار ہو سکیں
پھر کیوں کسی حسین سے کوئی لگائے دل

نالوں سے میرے چین کبھی تم نہ پاؤ گے
بیدار تم کو کر کے رہے گی نوائے دل

اوروں کی تو نے خوب مٹائی ہیں حسرتیں
ایسا ہے کون جو تری حسرت مٹائے دل

کہتے ہیں وہ کہ پھر نہیں کہنا برا بھلا
اظہار پہلے کیجئے کچھ مدعائے دل

مرنے سے اس کے آئے گا کچھ لطف زندگی
قربان تم نہ مانگو دعائے بقائے دل

خود ہی یہ زباں جب نہیں فریاد کے قابل
کیونکر مرا افسانہ ہو بیداد کے قابل

پتھر یہ نہیں خشت نہیں ڈھونڈو کوئی اور
دل میرا نہیں روز کی افتاد کے قابل

کافی ہے اسے ایک ہی ابرو کا اشارہ
گردن یہ نہیں خنجر فولاد کے قابل

قاصد کی زباں کاٹ کے بھیجی ہے مرے پاس
تحفہ یہ سمجھ کر دل ناشاد کے قابل

انداز و ادا ناز سے مارا نہ اسے کیوں
تیشہ نہ تھا شیریں ترے فرہاد کے قابل

ہوتا ہے جو دنیا میں فلک کا ہے تتبع
نقشہ ہے یہی عالم ایجاد کے قابل

توبہ یہ کہاں کہاں یار کا جلوہ
دل میرا نہیں حسن خداداد کے قابل

برگشتہ نصیبی مری پہونچی ہے مجھے لے کر
گو میں تو نہ تھا خانۂ صیاد کے قابل

بھولے سے بھی جو نام زباں پر نہیں آتا
قربان ہیں آپ کی کس یاد کے قابل

لے آئے انھیں گردش تقدیر ہے مشکل
اس عشق کے بیمار کی تدبیر ہے مشکل

جانے نہیں دیتا ہے فلک راہ میں حائل
نالوں کو مرے حاصل تاثیر ہے مشکل

کچھ پڑھنے سے محروم ہے انساں کی بصیرت
کچھ کاتب تقدیر کی تحریر ہے مشکل

ہاں اس کے بگڑنے میں تو لگتی نہیں کچھ دیر
بن جائے جو بگڑی ہوئی تدبیر ہے مشکل

تو ہاتھ میں ہے غیر کے کیوں رحم کرے گا
کاٹے نہ گلے کو تری شمشیر ہے مشکل

اک میرا نہیں قیس کا حصہ بھی ہے شامل
تقسیم جو صحرا کی ہو جاگیر ہے مشکل

مصنوعی نہ ہو اور جو ہو مظہر قدرت
بہزاد بنانی وہی تصویر ہے مشکل

جب پیرہن تن میں نہ باقی رہا اک تار
رہ جائے مرے پاؤں میں زنجیر ہے مشکل

مستوں کی جو باتیں ہیں اسے مست ہی سمجھیں
سمجھے کوئی مجذوب کی تقریر ہے مشکل

لے دل کی خبر تیر نظر یا کہ جگر کی
دو کام کرے کیسے یہ اک تیر ہے مشکل

قرباں نے کہا تھا کہ قدم اسمیں نہ رکھنا
یہ وادیٔ الفت دل رہگیر ہے مشکل

رکھ دے حلقوم پہ اک دوسرا خنجر قاتل
سخت جانی سے مری تو نہ ہو ششدر قاتل

دھار موٹی ہوئی کیا غیر کا سر کاٹا تھا
آج چلتا نہیں کیوں حلق پہ خنجر قاتل

تیغ کے ٹکڑے کئے۔ جور سے توبہ کر لی
قتل کر کے مجھے آخر ہوا مضطر قاتل

قتل سے پہلے اسے آکے سمجھائیے للہ — دل میں ہے آگ مرے صورت اخگر قاتل
نام تیرا میں وہاں بھی نہ بتاؤں گا کبھی — مجھ سے پوچھے گا اگر داورِ محشر قاتل
ذبح کرتا ہے تو رکھ لیتا ہے دل پر مرے ہاتھ — ساری دنیا سے نرالا ہے وہ دلبر قاتل
ہے یقیں پھر وہ تڑپے قتل دوبارہ اٹھے — اپنے کشتہ کو لگا دے جو تو ٹھوکر قاتل
حشر تک جاری رہے خون کبھی رک نہ سکے — دل پہ اک ایسا لگا تو مرے نشتر قاتل
قتل کیا مجھ کو کیا ہو گیا ہر سو مشہور — ظلم کے تیرے فسانے ہوئے گھر گھر قاتل
کہیے اس کو نہ کیوں ساقیٔ مقتل تسلیم — موت کا سب کو پلا دیتا ہے ساغر قاتل
نام رکھے ہیں ترے ہم نے بھی کیا کیا ظالم — بے وفا۔ شوخ۔ فسوں ساز۔ ستمگر قاتل
رحم آتا نہیں مقتول کی حالت پہ تجھے — دل پہ رکھ لیتا ہے کیا اپنے تو پتھر قاتل

نہ ذبیحہ کبھی قربان کا جائز ہوگا
نہ کہا منہ سے اگر اللہ اکبر قاتل

پہلے ہی قتل سے مر جائے گا ڈر کر بسمل — دیکھ کر شکل تری بسکہ ہے ششدر بسمل
دستِ قاتل کی نزاکت کو نہ ہو بار کہیں — اپنی گردن پہ تو خود پھیر لے خنجر بسمل
جو ہے قاتل ترا ہے وہ ہی ترا دلبر بھی — دیکھ کر اس کو ذرا بھی نہ ہو مضطر بسمل
وہ ہی ٹھنڈا بھی کرے گا کبھی مرہم رکھ کر — جس نے رکھا ہے جگر پر ترے اخگر بسمل
ظلم قاتل کی خبر پہلے ہی سن رکھی ہے — کیوں نہ فریاد سنے داورِ محشر بسمل
روح پھر تن میں کرے آکے ابھی ترے حلول — تیرے لاشہ پہ لگا دے جو وہ ٹھوکر بسمل
یہ ہی قاتل کی جفائیں سرِ حشر اگلے گا — خون بہتا ہے ترے دل کا جو نشتر بسمل
آبِ خنجر جو پیا زندۂ جاوید ہوا — قتل کے بعد ترا ذکر ہے گھر گھر بسمل
اس میں بھر لائے ہیں وہ آبِ بقا کا پانی — پی بھی لے شوق سے تو موت کا ساغر بسمل
ہم تو کہتے ہیں مگر باز وہ آتا ہی نہیں — رحم کرتا ہی نہیں تجھ پہ ستمگر بسمل
ابھی مشکل تری آسان ہوئی جاتی ہے — دل پہ رکھ لے تو ذرا صبر کا پتھر بسمل

مرے پہلو ہی میں ہیں قاتل و بسمل قرباں
پاس قاتل ہے تو میرا دلِ مضطر بسمل

خزاں سے ہو گئی برباد بلبل — چمن میں پھرتی ہے ناشاد بلبل

خزاں نے ایک بھی پتہ نہ چھوڑا
تو کس کس کو کرے گی یاد بلبل

یہ نغمے اور وہ بھی شاخِ گل پر
پکڑ لے گا ابھی صیاد بلبل

بچاتا ہے تجھے غم سے خزاں کے
ترا غمخوار ہے صیاد بلبل

گلوں کو کر دیا گلشن سے نابود
خزاں نے کی بڑی بیداد بلبل

گیا صیاد کا اپنے نہ شکوہ
ہمیشہ ہم رہے ناشاد بلبل

گلوں کو لے گیا گلچیں چمن سے
پکڑ کر لے گیا صیاد بلبل

لٹی ہے کائناتِ باغباں بھی
تجھی پر اک نہیں بیداد بلبل

خدا کا شکر کر رہ کر قفس میں
غمِ دنیا سے ہے آزاد بلبل

بس اب کنجِ قفس ہے تا قیامت
اسیری کی نہیں میعاد بلبل

ادھر قربان ہے جنگل میں برباد
ادھر ہے باغ میں ناشاد بلبل

ہے بڑی بیداد بلبل کو اگر ترسائے گل
چند روزہ حسن پر غم سے نہ جو دکھلائے گل

لیگیا کیا توڑ کر گلچیں چمن سے کوئی پھول
شور کر رکھا ہے اور کہتی ہے بلبل ہائے گل

دیدۂ بد سے انہیں محفوظ رکھنا اے خدا
رنگ گلشن میں بلا کا آج کل ہیں لائے گل

وہ شبِ وعدہ مرے گھر پر جو آ پہونچے کبھی
فرش پر آنکھیں بچھاؤں میں اپنی جائے گل

اے خزاں دستِ کرم کو توڑ کر رکھ دوں ترے
کیا غضب توڑا کہ جو بے وقت یہ کملائے گل

باغباں بلبل چمن سب مل کے روتے ہیں تجھے
یاد تیری کیسے سکے دل کو ہے تڑپائے گل

باغ سے چھٹنے کا اے بلبل تجھے ناحق ہے رنج
باغ میں کچھ خار ہیں اب اور کچھ مرجھائے گل

رنگ چھینا ہے مرے گلرو کے رخسار نے کا سب
دل میں بلبل کے نہ پھر اپنی جگہ کیوں پائے گل

سیر گلشن کو جو وہ بھولے سے جا پہونچے کبھی
چھپ گئے بلبل کی آنکھوں میں بہت شرمائے گل

کیا عروسی کا ہے ساماں تیرا اے فصلِ بہار
باغ میں کیوں اسقدر ہیں آج یہ لہرائے گل

باغ میں تیرے تو قرباں ایک بھی آیا نہ پھول
کیا خوشی گلشن میں غیر نے جو لاکھوں آئے گل

گر دیکھتے ہیں تم کو ملال و محن کے پھول
پہلو میں آکے دیکھ لو دل کے چمن کے پھول

آنکھیں چڑھائی دیکھ کے اس نے لحد مری
تربت پہ چشمِ آہو بنے ہیں ختن کے پھول

یہ بھی تو دیکھ بوئے محبت ہے یا نہیں ۔۔۔ ڈالے ہیں غیر کے جو گلے میں دشمن کے پھول

مرنے کے بعد آئی یہ کیسی بہارِ نو ۔۔۔ داغِ جگر بنے ہیں لحد میں چمن کے پھول

کانٹے کی طرح بزم میں کھٹکیں نہ کیوں رقیب ۔۔۔ رکھتے نہیں ہیں بو یہ تری انجمن کے پھول

رغبت نہیں ہے غیر جگہ کے گلوں سے کچھ ۔۔۔ آتے ہیں یاد ہم کو تو اپنے وطن کے پھول

دستِ جنوں نے اس کی اڑا دی ہیں دھجیاں ۔۔۔ بکھرے پڑے ہوئے ہیں مرے پیرہن کے پھول

قرباںؔ دیکھی تیری فصاحت بلاغت آج
محفل میں تو نے خوب کھلائے سخن کے پھول

پہلو میں اب کہاں ہے مرے غمگسار دل ۔۔۔ اک آگیا ہے اس کی جگہ داغدار دل

اک دل کے بن گئے ہیں یہاں سو ہزار دل ۔۔۔ تم نے کیا ہے جب سے مرا تار تار دل

دورِ خزاں دوام ہے ہم کو نہیں ہے آس ۔۔۔ امید کچھ نہیں ہے کہ دیکھے بہار دل

اے حسنِ یار تیری خوشامد کے واسطے ۔۔۔ ہوں لاکھ بھی تو کر دوں میں تجھ پر نثار دل

یہ وہ چراغ ہے کہ نہ صرصر سے بھی ہو گل ۔۔۔ کیسا بنا ہے دیکھ لو شمعِ مزار دل

اک روز تنگ آ کے تجھے چھوڑ دوں گا میں ۔۔۔ پہلو سے کہہ رہا ہے مرا بار بار دل

فریاد ان بتوں سے نہ کر فائدہ نہیں ۔۔۔ پیدا کیا ہے جس نے اسی کو پکار دل

پوچھا جو میں نے آتے نہیں میرے دل میں آپ؟ ۔۔۔ بولے ہمیں پسند نہیں داغدار دل

ناپائدار حسن خدا نے تجھے دیا ۔۔۔ پہلو میں میرے رکھ دیا ناپائدار دل

ٹکڑے ہر ایک دل کا ہے قرباںؔ بیقرار
پہلے تھا ایک دل مگر اب ہیں ہزار دل

پامال کر دیا ہے خزاں نے یہ باغِ دل ۔۔۔ جھونکے سے غم کے جلد بجھیگا چراغِ دل

کلفت اٹھائی تھی جو خزاں میں وہ مٹ گئی ۔۔۔ کیا کھلا ہے فصلِ بہاری میں داغِ دل

آنکھوں نے اسکی مے کو دیا ہے فروغِ شمع ۔۔۔ ساقی بنا ہے بزم میں کیف ایاغِ دل

الفت کے ساتھ جا چکے ہوش و قرار بھی ۔۔۔ کرتا نہیں ہے کام ہمارا ایاغِ دل

پہلو میں اس لئے یہ ہمارے مقیم ہے ۔۔۔ خورشید صبحِ عشق بنے گا یہ داغِ دل

حرمان و یاس حسرت و ارماں سے ہے بہار ۔۔۔ لہرا رہا ہے دیکھ لو کیسا یہ باغِ دل

ظلمت سے مجھکو خوف نہیں خوف کیا کروں ۔۔۔ ہستی کو میری رکھتا ہے روشن چراغِ دل

جب سے مرض ہوا ہے محبت کا آپ کی ‎ ماؤف ہو گیا ہے ہمارا دماغِ دل

قرباں داغِ عشق دو دفا ہیں سدا بہار
ہے بے نیاز خوفِ خزاں میرا باغِ دل

سُن لو سُن لو داستانِ دردِ دل ‎ ہے مزے کا یہ بیانِ دردِ دل

دیکھ لو آکر کبھی خود آنکھ سے ‎ چھپتے ہو کیا نشانِ دردِ دل

دل سے آگے بڑھ کے جا سکتا نہیں ‎ رُک گیا ہے کاروانِ دردِ دل

کچھ اسی کو حالِ دل معلوم ہے ‎ ہے جگر بھی رازدانِ دردِ دل

دل ہی مٹ جائے تو مٹ جائے مگر ‎ مٹ نہیں سکتا نشانِ دردِ دل

ہاں تمہارا ذکر دل کی رُوح ہے ‎ ہے تمہاری یاد جانِ دردِ دل

دیکھیے رُکتا ہے اس سے یا نہیں ‎ ضبط نے پکڑی عنانِ دردِ دل

تیرا اے قرباں حصہ ہو گیا
خوب ہی لکھا بیانِ دردِ دل

کتنی ہے بدنصیب تو بلبل ‎ نکلی تیری نہ آرزو بلبل

گل میں تجھ میں جو روز رہتی ہے ‎ ہم بھی سنتے وہ گفتگو بلبل

پھر جو چاہے گلوں پہ مرمٹنا ‎ ڈھونڈ پہلے وفا کی بو بلبل

ہم سفارش گلوں سے کر دینگے ‎ ہم سے کہہ اپنی آرزو بلبل

اب کہاں وہ گلِ چمن پیرا ‎ جس کو کرتی ہے یاد تو بلبل

سو بہانوں سے پھول توڑیگا ‎ تیرا گل چیں ہے حیلہ جو بلبل

ہم نے جانچا ہے خوب پھولوں کو ‎ کچھ وفا کی نہیں ہے بو بلبل

ظرف اس کا ہے مختصر قرباں
کر لی پھر لی ہے ہائے ہو بلبل

میرے آقا مرے مولا مرے سردار رسول ‎ میرے حامی مرے مالک مرے مختار رسول

تو وہ لاثانی ہے جسکا نہیں ثانی کوئی ‎ تیرا دربار ہی دنیا میں ہے دربار رسول

سوزِ حیرت سے جہاں جلتے تھے جبریل کے پر ‎ اُس جگہ جا کے رُکا آپ کا رہوار رسول

حشر میں پیشِ خدا جائینگے اس شوکت سے ‎ پیچھے سب اُمتی اور آگے وہ سردار رسول

آرزو خاطرِ محزوں کی یہ ہے صبح و مسا ۔۔۔ سامنے آنکھوں کے ہو آپکا دربارِ رسول

تیرے قرباں سبھی مجھے دوزخ سے بچانیوالے

میرے پیارے مرے آقا۔ مرے غمخوار رسول

ردیف م

ہو نہیں سکتا کبھی عالمِ عبرت معدوم ۔۔۔ آپ سو بار کریں شوق سے تربت معدوم

دوستوں کی بھی ہوئی جاتی ہے الفت معدوم ۔۔۔ ساری دنیا سے ہوئی ہائے محبت معدوم

حشر رفتار سے گر دیکھ نہ لیتے اُٹھتے ۔۔۔ ہم سمجھ بیٹھتے بیشک ہے قیامت معدوم

ہائے زخموں پہ کسی نے بھی نہ پھاہا رکھا ۔۔۔ کیا ہوا دہر سے درماں جراحت معدوم

اپنی ہستی پہ جسے فخر ذرا ہوتا ہے ۔۔۔ ایکدم میں اُسے کر دیتی ہے قدرت معدوم

صبحِ امید دکھا دل کی یہ حسرت ہے مرے ۔۔۔ روز کی کرتے ہے تو مولا شبِ فرقت معدوم

چشمِ بلبل میں سمائی مگر آنسو بن کر ۔۔۔ آج ہے ساری گلستاں کی طراوت معدوم

کر دو پھر آکے ذرا اس پہ نمک پاشی تم ۔۔۔ زخم کی دل کے ہوئی جاتی ہے لذت معدوم

ساقیا میکدہ جب سے ترا نظروں میں چھپا ۔۔۔ ہو گئی ہے نگہِ رند سے جنت معدوم

غیر کو بھی وہی بیداد کا شاکی پایا ۔۔۔ آج میری بھی ہوئی تم سے شکایت معدوم

جس پہ مغرور ہیں سب اہلِ جہاں اے قرباں

جلد ہو جائیگی دنیا سے یہ دولت معدوم

میں سدا کرتا رہا تیری عداوت تسلیم ۔۔۔ ایک دن تو نے نہ کی میری محبت تسلیم

جب سے دیکھا ہے اُٹھاتے ہوئے اک حشر تمہیں ۔۔۔ کرلی آخر کو پڑی ہمکو قیامت تسلیم

دل سے مجبور ہیں ہم اور وہ صنم ہے ٹھہرا ۔۔۔ کرنی پڑتی ہے ہمیں یار کی حجت تسلیم

میری تربت پہ جب آتے ہیں وہ فرماتے ہیں ۔۔۔ لیجئے میری بھی اے صاحبِ تربت تسلیم

تو تبسم سے نمک پاش نہ جب تک ہو جائے ۔۔۔ زخمِ دل کرتے نہیں لطفِ جراحت تسلیم

ہم تو سمجھے تھے کہ خوں دل کا نہیں کوئی وجود ۔۔۔ کرلیا دیکھ کے اب یار کی صورت تسلیم

بیڑیوں سے بھی تو آوازِ جنوں آتی ہے ۔۔۔ تیرے مجذوب کی ہے زنداں کو بھی وحشت تسلیم

ہم نہ کہتے تھے یہ گل رنگ اُڑالیں گے ترا — سیرِ گلشن کو نہ چل چھن گئی رنگت تسلیم
جب مجھے دیکھ کے محفل میں کیا تجھ کو سلام — غیر کی آج ہوئی مجھکو شرارت تسلیم
چھپ گئے دیکھ کے تم مجھکو عدو کے پیچھے — ہو نہیں سکتی بنائی ہوئی عزت تسلیم
دیکھ کر آپ کو سب شکوے گلے بھول گئی — حشر میں کرنی پڑی آپ کی منت تسلیم
یہ سمجھ کر کہ نہیں زیست کی اُمید کوئی — آج آپ آئے یہاں بہرِ عیادت تسلیم

ہاتھ میں حشر کے دن اُنکا ہو دامن قرباں
اب بھی کیا وہ نکریں گے مری جرأت تسلیم

کیا بتاؤں کہ ہے کیا اُن کی نظر کا عالم — ہمنشیں دیکھ لے خود میرے جگر کا عالم
لے کے مٹھی میں ذرا۔ اپنی نظر کو دیکھو — دیکھنا ہے جو تمہیں اُن کی کمر کا عالم
اہل محروم ہیں۔ نااہل ہیں دل شاد یہاں — آج دنیا میں ہے یہ علم و ہنر کا عالم
اپنی نظروں میں برابر ہیں عدم اور وجود — کہ ہے معلوم اُدھر کا نہ اِدھر کا عالم
یہ چمکتا ہے کہ خورشید چمکتا ہے بہت — کوئی دیکھے تو مرے داغِ جگر کا عالم
جب سے میں نے یہ سُنا آپ یہاں آتے ہیں — اور ہی آج ہوا ہے مرے گھر کا عالم
آبرو نوح کے طوفان کی باقی نہ رہی — کوئی دیکھے تو مرے دیدۂ تر کا عالم
قابلِ دید ہے یہ عالمِ ناکام مرا — کہ نہ دیکھا مری آنکھوں نے اثر کا عالم

وہ مرے شوق کی بیباک نگاہیں قرباں
اور وہ حُسن کی دل دوز نظر کا عالم

نہ کروں گا عیاں کبھی رازِ ترا۔ مجھے تیری ہی پردہ دری کی قسم
مری آنکھ میں آکے سما تو ذرا۔ تجھے اپنی ہی جلوہ گری کی قسم
مری زیست کا حلقہ ہے جو کہ دیا۔ نہیں فرق ہے اس میں ذرا بخدا
اسے چاہے جلا اسے چاہے بجھا۔ ترے ہاتھ ہی جلوہ گری کی قسم
کیا جلوؤں نے تیرے جو مجھ پہ کرم۔ مرے ہوش و حواس بھی حُسن سے گم
نہیں ہوش تھا مجھکو ذرا بھی صنم۔ مجھے اپنی ہی بےخبری کی قسم
لیا شب کو جو میں نے تھا نامِ خدا۔ دمِ صبح صلہ مجھے اُس کا ملا
مرا سانس بنا تھا نسیمِ سحر۔ مجھے جلوہ گہِ سحری کی قسم

مرے دل سے جو آہ کا شعلہ اُٹھا۔ مجھے ضبط پہ قابو نہ اپنے رہا
مجھے تیرے ستانے کا شوق نہ تھا۔ مجھے آہ کی بے اثری کی قسم
کہا میں نے کہ نرگس زارِ حزیں۔ کہیں دیکھا ہے اُلسا بھی کوئی حسیں
نہ ہے دیکھا کہیں نہ سُنا ہے کہیں۔ لگی کھانے وہ دیدہ دری کی قسم
تجھے تیر لگانے اگر ہیں لگا۔ یہ ہے دل یہ جگر ہے بنام خدا
کبھی اُف نہ کرونگا زباں سے ذرا۔ مجھے اپنی ہی بے جگری کی قسم
ہوا دیکھ کے دلکو جو رنج و تعب۔ لگے قرباںؔ سے کہنے طبیب یہ سب
ترا زخم نہیں کوئی بخیہ طلب۔ ہمیں اُن کی ہی بخیہ گری کی قسم

نہ ابتدا ہے مجھے اُس کی نہ انتہا معلوم
وسیع کتنی شبِ ہجر ہے خدا معلوم
جفائیں کرکے مرے دلپہ دیکھ لینا تم
نہیں جو کرلی ہو میری کبھی وفا معلوم
شبِ فراق میں مر کر کھُلا ہے رازِ حیات
فنا کو دیکھ کے مجکو ہوئی بقا معلوم
نگاہیں ترچھی ہیں ابرو پہ بل ہیں چہرہ سُرخ
مجھے تو ہوتے ہو تم آج کچھ خفا معلوم
ہیں جانِ شوق سے دیدوں کبھی گلہ نکروں
مجھے جو اپنی کسی طرح ہو خطا معلوم
تمہیں خبر نہ ہو لیکن مجھے ہے تیری خبر
تجھے جفا نہ ہو لیکن مجھے وفا معلوم
علاج جاکے تو کر خود ہی چارہ گر اپنا
مریضِ عشق کی تجکو نہیں دوا معلوم
امید ہے کہ کبھی رنج پھر نہ دیں ہرگز
کبھی جو کرلیں وہ قرباںؔ کی وفا معلوم

ٹھہرے تمام عمر بیابانوں میں ہم
کملائے ایکدن نہ گلستانوں میں ہم
تربت میں خاکِ گور کفن اپنا کھا گئی
اُٹھینگے ہائے حشر کو عریانیوں میں ہم
اُلفت کا ہائے ہمنے نہ سودا کبھی کیا
کیا بے خبر تھے حُسن کی ارزانیوں میں ہم
کیسے پھنسے ہیں آکے جہانِ خراب میں
ہیں روز و شب گھرے ہوئے حیرانیوں میں ہم
پریوں کے اپنے پاس ہیں جھمگٹ لگے ہوئے
کیا ہو گئے ہیں آج سلیمانیوں میں ہم
دیکھیں گے ہم بھی عزیزیاں کیونکر آئیگا
ہونگے شریک آج سے دربانیوں میں ہم
اے ناخدا ہمارا اُبھرنا محال ہے
ڈوبے ہوئے ہیں عشق کی طغیانیوں میں ہم
قرباںؔ حُسن و عشق نے چھینا ترا وقوف

اب تیرے ساتھ ساتھ ہیں نادانیوں میں ہم

کرتے ہیں پی پی کے بادۂ نعرۂ مستانہ ہم | یادِ ساقی میں لگاتے منہ سے ہیں پیمانہ ہم
ٹھاٹھ ساقی رکھتے ہیں تربت میں بھی شاہانہ ہم | لے کے آئے ہیں سرِ جمشید کا پیمانہ ہم
جان دیدیں تو اگر اپنی تجلی دے دکھا | تو بنے گر شمع تو تیرے بنیں پروانہ ہم
بن سکے تجھے دیکھے ترا حسن تجلی ڈھونڈتے | پھرتے ہیں الفت میں گویا صورتِ پروانہ ہم
اپنے مسکن کو عدم میں ہو گئے واپس نہ ہم | دیکھنے آئے تھے دنیا کا مسافر خانہ ہم
کشتۂ مایوسیٔ دل ہو گئیں سب حسرتیں | رکھتے ہیں آج گل اپنا چراغِ خانہ ہم
وزن تل میں کرتے ہیں ساقی کی ہم دریادلی | آنکھ کی پتلی کے اندر رکھتے ہیں پیمانہ ہم
حشر کے دن کو بڑھایا اور قدرت کو پڑے | جو سنانے بیٹھ جائیں تیرا اچھا افسانہ ہم
ہے تصورِ غیب یہ بھی گر سبھے بیباک ہم | دیکھ کر محفل کا تیری رنگ بیباکانہ ہم
جان کر فرزانہ ہم کو دے نہ تکلیف یہ | اس لئے دنیا کے اندر بن گئے دیوانہ ہم
سنتے ہو گیا قصہ فرسودۂ ماضی نہیں | اس سے بھی دلچسپ ہیں اب حال کا افسانہ ہم
اسکی دیواروں کے اندر عمر بھر گریاں رہے | کیوں سرائے دہر کو سمجھیں نہ ماتم خانہ ہم
ہو جو ممکن زیست اپنی دیں سبھے بیمارِ غم | آہ کیونکر دیکھتے ہیں تجھ کو مایوسانہ ہم
دوستی کا تیری سے دنیا ہوا ہے یہ مآل | بنکے آئے تھے یگانہ جاتے ہیں بیگانہ ہم

یہ فلک سنتا ہے اونچا اور ہے پنبہ بگوش
کس طرح قربان سنائیں پھر اسے افسانہ ہم

فرقت میں دلکو رو دیں کہ اپنے جگر کو ہم | کوسیں فلک کو یا ترے تیرِ نظر کو ہم
دیں گے نہ دیکھنے کسی رشکِ قمر کو ہم | رکھیں گے اپنے قابو میں اپنی نظر کو ہم
دیکھیں وہ کب نکلتا ہے اپنے حریم سے | تکتے ہیں اشتیاق سے ظالم کے در کو ہم
نالہ ہمارے لب پہ یونہی آئے جائے گا | کر کے خبر رہیں گے کسی بے خبر کو ہم
مدفن کے واسطے جو زمیں کی ہمیں تلاش | پیری میں پھر رہے ہیں جھکائے کمر کو ہم
سنتے ہیں وہ بھی چرخ سا پنبہ بگوش ہے | کیونکر سنائیں حال کسی بے خبر کو ہم
اے چرخ تیری طرح سے انکا بھی ہے گلہ | روتے ہیں ساتھ ساتھ دعا کے اثر کو ہم
محشر میں اس سے آگ لگا دینگے اے ندیم | رکھتے ہیں اب بجھا کے جو دل کے شرر کو ہم

ویرانیوں سے کچھ ہمیں اندر جہ ربط ہے
برباد کر رہے ہیں خود آباد گھر کو ہم

پھر تو ضرور ہم کو خدا جائے مل کہیں
قرباں کریں دُور ہوں کے جو ڈر کو ہم

بے حد رہے ملول فراقِ وطن میں ہم
مہمان بنکے آئے تھے اس انجمن میں ہم

دیدینگے آگ اپنے ہی داغِ کہن میں ہم
گرمی جو کچھ بھی پائینگے تیرے چمن میں ہم

صیاد تو نے دام میں ہم کو پھنسا لیا
کیا رہ گئے تھے مفت کو صرف اس چمن میں ہم

تُربت میں جبکہ یاروں نے رکھا ہمیں ندیم
غنچہ کی طرح لپٹے ہوئے تھے کفن میں ہم

کرتے نہ اہتمام بگولوں میں قبر کا
یہ کیا خبر تھی جا کے مرینگے وطن میں ہم

آئیگا کون وقت خوشی کا جہان میں
ہیں ابتدائے عمر سے رنج و محن میں ہم

مرنے کے بعد بھی تو نہ چہرہ کے بل گئے
مرنیکے بعد بھی تو رہے بانکپن میں ہم

لوگوں نے ہمکو سر پہ بٹھایا ہے بزم میں
قرباں جب سے گئے ہیں کسی انجمن میں ہم

سر کے بل شوقِ زیارت میں وہاں جائینگے ہم
زائرانِ روضۂ اقدس کے کہلائینگے ہم

جتنی طاقت دی ہیں ہے اُتنا ہی غم کھائینگے ہم
تاب تیرے ہجر کے صدمہ کی کب لائینگے ہم

تیرے در کے ماسوا۔ اب کون در پائینگے ہم
بیٹھ کر در پر ترے صلِ علیٰ گائیں گے ہم

جا کے قسمت سے اگر طیبہ میں مر جائینگے ہم
یہ یقین ہے قدسیوں کا مرتبہ پائیں گے ہم

سامنے اعمال نامہ جب ہمارے آئیگا
دیکھ کر اعمال اپنے آپ شرمائیں گے ہم

جانیں گے اسکو ملی ہم کو حیاتِ جاوداں
جب ترے قدمونپہ اپنی جان دے آئینگے ہم

باندھ لیں قرباں بستر ہند سے جلدی چلیں
جو مرادیں دل کی ہیں طیبہ میں سب پائینگے ہم

اعمال سے اب اپنے سیہ کار ہے نادم
کر عفو وہ خود رحمتِ غفار ہے نادم

محجوب ہوا جاتا ہوں گردن نہیں کٹتی
اے سختیٔ جاں یار کی تلوار ہے نادم

پہلو میں جو ڈھونڈے ہی اب دل نہیں ملتا
سینہ میں بہت ناوکِ دلدار ہے نادم

ناخواستہ تا زیست رہا اس کا مکلف
بیمار ہے یوں عشق کا آزار ہے نادم

تم اس کی علالت سے بہت تنگ ہوئی ہو
اے چارہ گرو عشق کا بیمار ہے نادم

مہنگا ہے ہر اک شے سے ترے حسن کا سودا
بازار میں ہر تیرا خریدار ہے نادم

پامال مجھے کرکے مرا نقش مٹا کر
فتنے ہیں پشیماں تری رفتار ہے نادم

ہے حالتِ مہجور غم وصل سے رنجور
صد شکر کہ اب کرکے وہ انکار ہے نادم

جو آبلے تھے ٹوٹ گئے اُن کے سبب سے
قرباںؔ کے تلووں میں ہر اک خار ہے نادم

جب سے دل کو لگا ہے تیرا غم
پھر کبھی کم ہوا نہ اپنا غم

دوست جن کو بھی ہم سمجھتے تھے
اُن کے ہاتھوں سے ہمنے پایا غم

چھین سکتا تو کون رہنے دیتے
جیتے جی ہے بہت اُٹھایا غم

اُٹھایا کسی نے دنیا میں
تیری الفت میں جو اُٹھایا غم

ہم نے اس کو نہیں لگایا منہ
اسلیئے کر رہی ہے دنیا غم

خیر ہے اس کا بار کیوں اُٹھتا
صرف میرے لئے سبب تھا غم

تیری الفت نے کردیا وحشی
مجھ کو کر دے کہیں نہ رسوا غم

تو ہے قرباںؔ رنج میں بھی خوش
ہے نرالا جہاں سے تیرا غم

اے صنم ہم نے ترا دیکھا ستم
ہے زمانے سے عجب تیرا ستم

ربط دشمن سے بڑھانے کے لئے
دل پہ تو نے کیوں مرے توڑا ستم

کوئی دنیا میں نہیں تھا جانتا
تجھے معشوقوں نے ہے سیکھا ستم

کچھ نہیں اُن کے ستم کی نقل ہے
آسماں دیکھا بہت تیرا ستم

زخم دیکر کرتے ہیں مرہم کی فکر
کیا ستم ہے اور ہے کیا ستم

تجھکو مل جائے گا ظالم کا خطاب
تجھکو کر دے گا بہت رسوا ستم

ہے دوچند اس سے وفا کا ہجر دن کا
میں نے دیکھا ہے بہت تیرا ستم

حسن ہے اس کے ارادے میں شریک
وہ نہیں قرباںؔ خود کرتا ستم

ہے تیر بھی ظالم تیری تلوار بھی ظالم
رفتار بھی ظالم تیری گفتار بھی ظالم

دلدار ہے اغیار میں رہتا ہے شب و روز
ہم کو تو دکھاتا نہیں دیدار بھی ظالم

کر دیتے ہیں وہ کاٹ میں کرتا ہوں جو تدبیر — آفت کے ہیں پرزے ترے اغیار بھی ظالم
جاں دیتے ہیں ہوتے نہیں مرہون مسیحا — کیا شان ہیں رکھتے ترے بیمار بھی ظالم
جب سے ہوا ظاہر مرا سودائے محبت — جاتا نہیں گھر سے کبھی بازار بھی ظالم
کھلتے نہیں زنہار طلبگار کے دل پر — ہیں ایک معمّا ترے اسرار بھی ظالم
مرنے کے لئے ہو گئے آخر کو وہ تیار — عاجز ہوئے جاں سے ترے بیمار بھی ظالم

ڈسنے میں ہے ساپن تو سنورنے میں پری ہی
قرباںؔ ہے وہ زلفِ طرحدار بھی ظالم

دنیا میں ترا عاشق ناشاد ہے مظلوم — ہاتھوں سے ہوا تیرے وہ برباد ہے مظلوم
دیکھا نہیں بلبل نے ابھی روئے چمن بھی — کر اس پہ نہ بیداد یہ صیاد ہے مظلوم
مر جائے نہ اک روز کہیں مار کے تیشہ — کر رحم تو شیریں ترا فرہاد ہے مظلوم
بھولا نہیں تو بیکسی حالت عاشق — یہ بھی نہیں کچھ کم کہ تجھے یاد ہے مظلوم
سننے کو اتر آتے ہیں گردوں سے فرشتے — کرتا جو زباں سے کبھی فریاد ہے مظلوم
فریاد کبھی وہ نہیں لاتا ہے زباں پر — کس شوق سے سہتا تری بیداد ہے مظلوم

آفت کا وہ پرکالا ہے ظالم ہے ستمگر
قرباںؔ تو سمجھا ستم ایجاد ہے مظلوم

الفت میں تری ہوگا نہ مجھ سا کوئی ناکام — ایسا کبھی تو نے کہیں دیکھا کوئی ناکام
سنتے نہیں ہرگز وہ کبھی ظلم تو دیکھو — کرتا ہے جو اظہار تمنا کوئی ناکام
مایوس ہوا وصل سے ہے اسلئے خاموش — کرتا نہیں اب ان سے تقاضا کوئی ناکام
منہ چوم لیا بیکسی و یاس نے اسکا — پھر کر تری محفل سے جو آیا کوئی ناکام
دیکھا ہے بہت ہم نے یہ ہرگز نہیں ممکن — وعدے کرے تسلیم مسیحا کوئی ناکام
رونق نہیں کچھ آج جو محفل میں تمہاری — شاید ہے پریشان تمہارا کوئی ناکام

وہ نام سے عشرت کے نہیں دہر میں واقف
قرباںؔ سا دنیا میں نہ ہوگا کوئی مظلوم

نگاہِ یار تری شوخیاں نہیں معلوم — کدھر گرائیں گی یہ بجلیاں نہیں معلوم
کدھر تلاش کریں ہے کہاں نہیں معلوم — کدھر گئی مری عمر رواں نہیں معلوم

ہر ایک گوشہ گلستاں کا ہمنے چھان لیا
کبھی جو آنکھوں میں رہتے تھے راتدن اپنی
آہی دل میں لگی یا جگر میں آگ لگی
ہمارے دم ہی سے زینت تو اسکے گلشن کی
ہیا ر جاکے تو آتی نہیں کبھی واپس
اُٹھاکے آنکھ بھی دیکھا نہیں کبھی اُس کو

گیا چمن سے کہاں آشیاں نہیں معلوم
وہ ہائے جاکے چھپے ہیں کہاں نہیں معلوم
یہ آرہا ہے کہاں سے دہواں نہیں معلوم
بنا حریف ہے کیوں باغباں نہیں معلوم
چمن سے کیوں نہیں جاتی خزاں نہیں معلوم
مرا حریف ہے کیوں آسماں نہیں معلوم

یہ اضطراب یہ شام فراق اے قرباں
اٹک رہی ہے کہاں تیری جاں نہیں معلوم

تیری اُلفت نے کیا ہے مجھے کیسا بدنام
اپنی بدنامی کو عزت میں سمجھتا ہوں بڑی
کچھ نہ رسوائی کا اسکی مجھے احساس ہوا
مجھے آخر یہ ملا۔ تیری طلب کا حاصل
تیری اُلفت نے مٹادی ہے یہ عزت دلسے
میں تو عزت کا تری رہتا ہوں خواہاں ہر دم
ہوسکے ناراض وہ کل مجھ سے یہ فرماتے تھے
ہوں وہ بیمار دوا جس کے لئے زہر بنے

اب مرا نام ہے ہر بزم میں رسوا بدنام
تیری اُلفت میں کرے لاکھ بھی دُنیا بدنام
آہ دُنیا میں ہوا عاشق شیدا بدنام
حسرت آوارہ ہے اب اور تمنا بدنام
اپنی بدنامی کو عزت ہے سمجھتا بدنام
اور تو کرتا ہے ظالم مجھے کیا کیا بدنام
آپنے خوب کیا ہے مجھے ہر جا بدنام
کرکے تدبیر مری ہوگا مسیحا بدنام

عشق نے تجکو دئے کیسے نرالے یہ خطاب
نام قرباں ہوا ہے ترا رسوا بدنام

اے عشق سمجھتا جو ترے درد کا انجام
تو وہ ہی مسیحا بھی کرے جس کی نہ تدبیر
ناکام ہی رکھا اُسے ناشاد ہی رکھا
دُنیا میں بسر عیش سے ہوتی رہی تیری
میں جان دوں زانو پہ ترے ہے یہ تمنا
لیتا نہ کبھی نام بھی ہیترا وہ محبت

پہلے ہی سے کچھ سوچ میں لیتا ترا انجام
اچھا نہیں بیمار محبت ترا انجام
عاشق کا ترے ہاتھ سے اچھا ہوا انجام
اب دیکھئے آخر میں ہو کیسا ترا انجام
کیا بات جو نظروں میں ترے ہو مرا انجام
فرہاد کو معلوم جو ہوتا ترا انجام

منہ دیکھتے ہیں سب تیری ہوا خیزی میں دشمن

قربانؔ تو کچھ سوچ لے اپنا ذرا انجام

لیتی کہیں بہار کے خرمن سے انتقام
بجلی نے کیوں لیا ہے نشیمن سے انتقام

بعد فنا وہ لیتے ہیں مدفن سے انتقام
ٹھکرا کے جیسے لے کوئی دشمن سے انتقام

ہم تو خدا پہ چھوڑتے ہیں ہر معاملہ
لیتے نہیں ہیں ہو کے دشمن سے انتقام

اے عندلیب آج مٹا کر بہار کو
دورِ خزاں نے لے لیا گلشن سے انتقام

کیوں اپنے خونِ عنبر کا دھبہ لگا لیا
ہیں لو نگا حشر میں ترے دامن سے انتقام

روزن کرے گی پردۂ حائل میں ایکدن
آنکھوں کو میری لینا ہے چلمن سے انتقام

چلنا ٹھہر ٹھہر کے یہ رُک رُک کے کاٹنا
کب کا لیا ہے تیغ نے گردن سے انتقام

گل چینیوں کا لیتی عوض باغبان سے
کیوں تو نے اے خزاں لیا گلشن سے انتقام

قربانؔ اُن کا شیوہ زمانہ میں عفو ہے
لیتے نہیں شریف تو دشمن سے انتقام

ردیف ن

مستزاد

کوئی دل کا مرے دنیا میں طلبگار نہیں۔ کوئی غمخوار نہیں
جنسِ ناقص کا کوئی آہ خریدار نہیں۔ کوئی تیار نہیں
غیر جھوٹوں کو کیے ہوتے ہیں قول اقرار۔ نہیں کرتے تکرار
وصل کا مجھ سے وہ کرتے مگر اقرار نہیں۔ کیا ستمگار نہیں
کام وہ ابرو و مژگاں سے ہیں لیتے اکثر۔ یوں دکھاتے ہیں ہنر
تیر ترکش میں نہیں ہاتھ میں تلوار نہیں۔ کیا وہ ہشیار نہیں
سرفروشی کے لئے ہم ہی ہوئے تھے پیدا۔ جھوٹ سمجھو نہ ذرا
جان دینے کو کوئی غیر تو تیار نہیں۔ کہ وفادار نہیں
پھر رہے گا نہ کوئی یاد کا تیرے محرم۔ ہے فقط اتنا ہی غم
جان دینی تو ہمیں ہجر میں دشوار نہیں۔ جھوٹ دلدار نہیں

آپ کی دید کا پھولوں کو نہیں کیا ارماں۔ غنچے بھی ہیں حیراں
منتظر آپ کی کیا نرگس بیمار نہیں۔ یا طلبگار نہیں
آج فتنے جو ہوئے بستر پہ میری برپا۔ آج یہ راز کھلا
حشر ہے اور کوئی شے تری رفتار نہیں۔ اس میں اسرار نہیں
آپ پہ ہوئے کوئی قربان ہمیں کافی ہیں۔ ہم نشیں کافی ہیں
حلق پر خنجر کے اور آپ کی تلوار نہیں۔ نہیں سرکار نہیں
ایک قرباں ہی نہیں جس کے زباں منہ میں نہیں۔ یا بیاں منہ میں نہیں
کوئی دنیا میں ترا محرم اسرار نہیں۔ واقف کار نہیں

شکوے کا پہلو بھی نکلا درد کے اظہار میں
خاطر اغیار فرصت دے تو اتنا پوچھ لوں
بادہ و ساغر تو کیا ساقی کو وجد آنے لگا
ضبط دل نے اور راز عشق افشاں کر دیا
تھا خیال وصل شاید وجہ تسکین شام غم
ہم سے آشفتہ سر دل کو کام آبادی سے کیا
آبلوں نے پاؤں کے محروم گل رکھا۔ مجھے
ہمنے رکھا ہے چھپا کر دل میں جلووں کو ترے
زندگی بھی ہمنے دیکھی موت بھی آئی نظر
وعدۂ فردا سے میرے دل کی تسکیں ہو چکی
غیر پر بھولی ہوئی کیوں چلتے چلتے رک گئی
باغباں گلچیں کو یہ آزادیاں یہ جبر آئیں
مجھ سے اور واعظ چھٹے۔ میخانۂ جنت نشاں
کس قیامت کا اثر کیا سحر کی تاثیر ہے
دامن گلچیں میں گل کو کس طرح دیکھا گیا
وجہ بربادی نہ ہو بلبل یہ فکر آشیاں
ہجر میں جینا پڑا۔ اس کی حقیقت کھل گئی

داد یہ عاشق نے پائی حسن کی سرکار میں
قدر عاشق کیوں نہیں ہے آپکی سرکار میں
ورنہ تھا نقش میرا خانۂ خمار میں
رنگ لائے اشک رک کر چشم دریا بار میں
ورنہ کس کو تھی امید زندگی افکار میں
قیس بھی جنگل میں خوش ہے کوہکن کہسار میں
رہ گئی حسرت لپٹ کر آہ نوک خار میں
حسن ورنہ بک چکا تھا حسن کے بازار میں
اک ترے اقرار میں اور اک ترے انکار میں
واہ کیا انکار کے انداز ہیں اقرار میں
اب روانی کیوں نہیں وہ آپ کی تلوار میں
اور بلبل گل سے یوں محروم ہو گلزار میں
توبہ توبہ۔ توبہ کی خواہش دل میخوار میں
آپ کی رفتار میں اور آپ کی گفتار میں
لگے اڑ جانا تھا اے بلبل اسے منقار میں
برق ساماں ہے ہر اک تنکا تری منقار میں
ورنہ تھا پہلے شمار برگ بھی اسرار میں

جائزہ قرباں لے لے دفتر اعمال کا
ایک دن جانا ہے اے غافل بڑی سرکار میں

غیر کو تُو نہ کر سامنے قاتل میں ہوں — اُس سے کیا واسطہ تجھکو ترا بسمل میں ہوں
ساربان جب بھی چلا باندھنے محمل کو کبھی — قیس کے دل نے کہا شوق سے محمل میں ہوں
بیخودی میری رہی آہ زمانے سے نئی — اپنی ہستی سے جو غافل ہے وہ غافل میں ہوں
کیا ستم ہے کہ نہیں راستہ اُس کا مجھے یاد — بارہا دیکھ چکا عشق کی منزل میں ہوں
شیخ قدرت ہے خدا کی میرے ایسی واللہ — کہ تو دوزخ میں گئے خلد میں داخل میں ہوں
میرے ہی دم سے ہوئی بزم تمہاری مشہور — غیر ہرگز بھی نہیں لائق محفل میں ہوں
دل پکارا کوئی کشتی جو بھنور میں دیکھی — خشک اُمیدوں کا اس دہر میں ساحل میں ہوں

حشر میں خون مرا چھپ نہ سکا اے قرباں
خنجر یار پکارا ترا قاتل میں ہوں

معجزات احمد مرسل کا جو قائل نہیں — اُس کی جانب قادر مطلق کبھی مائل نہیں
کشتی عمر خضر بھی جائے مدح میں گذر — بحر مدحت کا زمانہ میں کہیں ساحل نہیں
فرش پر جن و بشر اور عرش پر حور و ملک — کون ہے جو اُسکے نام پاک کا شاغل نہیں
وہ ہوا مردود جس کو شک نبوت میں ہوا — اُسکو بخشش رحمت حق سے کبھی حاصل نہیں
کور باطن ہے وہ اور سمجھو کہ محروم البصر — چشم دل سے جو محمدؐ کی طرف مائل نہیں
ہر گھڑی ہر وقت تیرا نام ہے وردِ زباں — ہیں کسی دم یاد ذات پاک سے غافل نہیں
اُس بہار آفرینش کا ہوں دل سے شیفتہ — ہیں ترے ابنیں باغ سبز کا قائل نہیں
منبع لطف و عطا ہو مخزن جود و سخا — کوئی بھی محروم در سے آپکے سائل نہیں

کیوں نہیں طیبہ میں قرباں کو بلاتے ہیں حضور
آب و دانہ اس کا کیا اس شہر میں داخل نہیں

یہ رنگ پھول میں نہ چمک آفتاب میں — ایسا جمال ہوش میں دیکھا نہ خواب میں
اللہ رے مرتبہ ترا محبوب کبریا — جبریل دوڑتا تھا پیادہ رکاب میں
اس واسطے نہ جسم مبارک کا سایہ تھا — در پردہ تھا جمال الٰہی نقاب میں
آدم سے پہلے حق نے ملائک کو بالخصوص — دکھلایا تیری شکل کو طشت پُر آب میں

کب مجکو حکم حاضری ہوگا حضور سے
میں خاک پا ہوں آپکے آل کرام کا
بلوائیے مدینہ میں جلدی سے مجھے شہا
راحت سے ایکدم بھی گذرتا نہیں مرا

ہر دن گذر رہا ہے اسی اضطراب میں
پھر کیوں بروز حشر پڑونگا عذاب میں
کبتک رہوں میں ہند کی ملک خراب میں
بیڈھب پھنسا ہوں چرخ کے میں انقلاب میں

قرباں جو تجھسے ہو سکے کر فکر آخرت
گذری ہے تیری عمر رہ ناصواب میں

نہ کی کچھ قدر تو نے ہمت فرہاد کی شیریں
ترا فرہاد روتا ہے کھڑا ہے کوہ کے اوپر
بھلا عاشق سے بھی اپنے کوئی پتھر ہی توڑواتا
لیا ہے مار تیشہ سر میں خود فرہاد نے اپنے
بدل ڈالا امیدونکو سب اسکی ناامیدی سے
وہ کوہ بے ستوں کیا ساری دنیا پائیگی لرزش
نہیں جاتی اگر تو بھیجدے اپنے تصور کو

تری الفت میں اسنے جان تک برباد کی شیریں
خبر لیلے ذرا۔ آ کر تو اس ناشاد کی شیریں
یہ تو نے کوہکن کی جان پر بیداد کی شیریں
تری الفت میں اسنے روح ہی آزاد کی شیریں
وہ محنت کوہکن کی ایک دم برباد کی شیریں
جو تیری یاد میں فرہاد نے فریاد کی شیریں
کہ تسکین کوہکن کو ہو مبارکباد کی شیریں

یونہی سارے حسیں قرباں پر بیداد کرتے ہیں
کہ جیسے کوہکن پر تو نے بھی بیداد کی شیریں

رہا الفت کے مکتب میں تہا لیلی ہم سبق مجنوں
اثر ہے آہ کا تیری فلک پر ہم نے ہی دیکھا
ہیں جتنے عاشق صادق بنا ہے پیر تو ان کا
جو چشم شوق کو تو نے ذرا بھی اپنے جنبش دی
اثر کرتا ہے قصہ دلپہ سبکے تیری الفت کا
نہیں تو نے بھلائی یاد لیلی سب پہ روشن ہے
جو سچے ہوتے ہیں عاشق وہی ناکام رہتے ہیں
تری ہمت ہی بیٹھا ہے اکیلا ہائے صحرا میں

اسی باعث تو کرتا پھرتا ہے سینہ کو شق مجنوں
کہ چمکا خون حسرت تیرا مانند شفق مجنوں
ہزاروں نے لیا الفت میں ہے تجھسے سبق مجنوں
نگہ کردیگی پردیکو ترے محمل کے شق مجنوں
فسانہ یہ سنا جس نے ہوا۔ اسکو قلق مجنوں
رہی جبتک کہ تیرے سانس کی باقی رمق مجنوں
نہ کر اس بات کا ہرگز تو کچھ دلمیں قلق مجنوں
کوئی دیکھے جو دشت نجد کو ہو رنگ فق مجنوں

اسے قرباں بھی اب دیکھتا ہے سامنے تیرے
نظر نے دیکھ تیری کردیا ہے کو شق مجنوں

کہتے ہیں کر کوئی سکتا ہے مجھے مجبور نہیں
لے کے دل پھیرنا یہ حسن کا دستور نہیں

مجھ سے ملنا ہی اگر آپ کو منظور نہیں
غیر کیوں لسطے بھی کیوں یہی دستور نہیں

اس پہ چلتا ہی رہا۔ ناخنِ وحشت ہر دم
زخمِ دل پر مرے آیا ابھی انگور نہیں

کیوں نہیں خلد میں جانے مجھے دیتا رضواں
ہوں گنہگار خدا۔ تیرا تو مقہور نہیں

کیا محبت ہے یہی کیا ہے یہی شانِ وفا
کچھ بھی تم کو تو خیالِ دلِ رنجور نہیں

زخمِ دل کو وہ مرے رکھتے ہیں ہر دم تازہ
بند ہوتا نظر آتا ہے مجھے ناسور نہیں

کس طرح زخم کو دیں میرے وہ تسکیں آکر
کیا کریں پاس ہی جب مرہم کافور نہیں

کس لئے شیخ کے کہنے سے بتوں کو چھوڑیں
کہ نہیں اس کی طرح کچھ طلبِ حور نہیں

وہ نہیں آتے تو چل تو ہی مکاں پر انکے
پاؤں سے اپنے تو قرباںؔ تو معذور نہیں

جواب غیر کے خط کا شتاب دیتے ہیں
وہ میرے خط کا یہ مشکل جواب دیتے ہیں

لکھا ہے آخری اک ہمنے اسکو نامۂ شوق
یہ دیکھنا ہے وہ اب کیا جواب دیتے ہیں

نہ جانے حسن پرستوں کو کیا ہوا ہے یہ
عذاب لیتے ہیں اپنا شباب دیتے ہیں

لحد میں ہم کو نکیرین دم تو لینے دو
ٹھہر تو جاؤ ابھی ہم جواب دیتے ہیں

چلے جو آتے ہیں زہاد میکدہ میں کبھی
نہیں یہ چین سے پینے شراب دیتے ہیں

نہ جانے کس کا فرشتوں کو ہو گیا دھوکا
مجھے شراب کے بدلے عذاب دیتے ہیں

جنہیں شناورِ دریائے عشق کرتے ہیں
انہیں وہ زیست ہی مثلِ حباب دیتے ہیں

جو اور لوگوں کو تکلیف دیکے آتے ہیں
فرشتے گور میں اس کو عذاب دیتے ہیں

چھپائے رہتے ہیں دل کی لگی کو یوں قرباںؔ
کہ جب یہ آگ بھڑکتی ہے داب دیتے ہیں

چرکے پہ چرکے مجھے آپ دئے جاتے ہیں
ظلم کیوں روز نئے دل پہ کئے جاتے ہیں

سوزنِ غم سے مرے لطف کے پردے ہیں یہاں
زخمِ دل زخمِ جگر روز سئے جاتے ہیں

جان دیں جس پہ وہ آرام سے گھر بیٹھے ہیں
غیر کاندھے پہ مری لاش لئے جاتے ہیں

آئیں گے بہرِ عیادت وہ کبھی یا نہیں پر
اسی امید پر اب تک تو جئے جاتے ہیں

کوئی یہ تو نہ کہے گا کہ گئے خالی ہاتھ
ساتھ ہیں بارِ گنہ اپنے لئے جاتے ہیں

موت آتی نہیں کیوں ہجر میں اُن کے ہمدم
رُخ سے پردے کو اٹھا کر وہ گرا دیتے ہیں
اس ستم سے ہے خدا جانے اُنہیں کیا منظور

موت کیا بھول گئی ہم جو جئے جاتے ہیں
ظلم کیسا تھا وہ اک لطف کئے جاتے ہیں
داغ پر داغ مرے دل کو دئے جاتے ہیں

جن کا احسان نہ تا عمر اُٹھایا قرباں
وہی دشمن ترے لاشے کو لئے جاتے ہیں

کھٹکتا رہتا ہے ہر وقت خار پہلو میں
مزہ ہمیں نہیں آتا ہے زیست کا مطلق
کھلے ہیں داغِ محبت کے پھول دل میں بہت
سمجھ کے آئے تھے اُس کو کنارِ مادر ہم
رہے نصیب یوں ہی ہم کو بار بار خلش
خیالِ زلف جو رہتا ہے دل میں آٹھ پہر
کھلا فریب ہے یہ حسنِ التفات اُن کا
ہزاروں حسرت و ارماں کی یہ نشانی ہے

کسی طرح نہیں آتا وہ یار پہلو میں
نہیں ہے جب سے دلِ غمگسار پہلو میں
انھیں سے رہتی ہے ہر دم بہار پہلو میں
لحد بھی کرنے لگی ہے فشار پہلو میں
تمہارا تیر لگے بار بار پہلو میں
دبائے رہتے ہیں مشکِ تتار پہلو میں
لبوں پہ اُن کے تبسم غبار پہلو میں
بنائے بیٹھے ہیں دل کا مزار پہلو میں

خدا کے واسطے اُن کو بلائیے قرباں
تڑپ رہا ہے دلِ بے قرار پہلو میں

کس طرح چمن سے میں دورِ خزاں کو دیکھوں
عمر گذری ہے مری اُس کی طلب میں ساری
مجھ کو امید نہ دلا دے کہ شفا ہو گی مجھے
بزمِ جاناں میں نہ کھلنے دے ذرا اے حیرت
ہائے قسمت نہ ہو مقدور حسرت دیداری کا
قابلِ جلوہ مرے دل کی بصیرت ہی نہیں
اور کچھ روز کی مہلت مجھے دیدے اے موت
جلوۂ طور جو پہلو میں عیاں ہو جائے

باغِ ہستی کا بگڑتے ہوئے نقشہ دیکھوں
راستہ اُس کا کہاں تک دلِ شیدا دیکھوں
خیر تیرا ابھی مسیحا میں مداوا دیکھوں
اور کچھ دیر ذرا یار کا جلوہ دیکھوں
یکتا آنکھوں سے ترے حسن کا جلوہ دیکھوں
ہوں جو آنکھیں تو ترے حسن کا جلوہ دیکھوں
کچھ دنوں اور یہاں رہ کے تماشا دیکھوں
دل کی محفل میں چراغِ یدِ بیضا دیکھوں

اُس کے جلوے کو تو ہر اک شئے سے ہیں پیدا قرباں
جب نہ ہو قوتِ نظارہ تو پھر کیا دیکھوں

وہ اکثر اُن پہ عیاں اپنا راز کرتے ہیں / جو اپنے سر کو خرابِ نیاز کرتے ہیں

کرے نہ رشک کہیں ہم پہ فطرتِ محمود / رقم فسانہ ترا ہم ایاز کرتے ہیں

نسیمِ صبح ابھی ہم کو اور سونے دے / کسی سے خواب میں راز و نیاز کرتے ہیں

انہیں کے دم سے یہ سامانِ خودنمائی ہے / ستم زمانے میں آئینہ ساز کرتے ہیں

کسی کو اُن کی خبر مطلقاً نہیں ہوتی / کرم جو بندوں پہ بندہ نواز کرتے ہیں

اُنھیں کو ہوتی ہے یکسوئی قلب کی حاصل / سکونِ دل سے ادا جو نماز کرتے ہیں

سمجھتے اس کو ہیں زینہ خدا سے ملنے کا / ہم اس خیال سے عشقِ مجاز کرتے ہیں

وہ خود ہی دیتے ہیں سجدوں کا حکم بندوں کو / وہ خود ہی قدرِ جبینِ نیاز کرتے ہیں

وہ بال کھول کے کیوں آرہی ہیں اے قربان
فضول قصۂ وحشت دراز کرتے ہیں

آسماں کے پار جاتے کیوں نہیں / میرے نالے رنگ لاتے کیوں نہیں

آپ کا ہے راستہ دیکھا ہوا / میرے گھر پر آپ آتے کیوں نہیں

کھل گیا جب راز جھوٹے عشق کا / غیر اب آنکھیں جھکاتے کیوں نہیں

دادگر ہو تم۔ تو پھر یہ دادخواہ / دادِ الفت تم سے پاتے کیوں نہیں

جانے والے عرصہ گاہِ حشر میں / لیکے ایماں ساتھ جاتے کیوں نہیں

ہو گئے بدنام دُنیا میں بہت / تم ستم سے باز آتے کیوں نہیں

لوگ جو دُنیا میں کرتے ہیں گناہ / چھوڑ دُنیا میں ہی جاتے کیوں نہیں

کیا مزہ آتا ہے آخر چھیڑ میں / ہن رُلائے آپ جاتے کیوں نہیں

جب تری قربان قسمت ہے رسا
نالے پھر تا چرخ جاتے کیوں نہیں

سوزاں نہیں زمین۔ جلا آسماں نہیں / ظاہر ہوا ابھی میرا سوزِ نہاں نہیں

احسان تیرا یا کہ خزان و بہار کا / گردن پہ عندلیب کے اے باغباں نہیں

میں روزِ حشر اپنے خدا کو سناؤں گا / تیرے سنانے کی یہ مری داستاں نہیں

آتی ہے موت یا مجھے کرتی ہے کوئی یاد / کیوں رُکتی آج بارِ خدا ہچکیاں نہیں

ہے غم سے خستہ جاں تو نکل اس جہاں سے / پاؤں میں کوئی تیرے پڑی بیڑیاں نہیں

بلبل تو دیکھ شوق سے رنگ بہار کو
حائل ترے قفس کی تو کچھ تیلیاں نہیں
جو میرے آشیاں سے تھا گلزار ہم نشیں
کیوں اُس چمن میں آج مرا آشیاں نہیں
ہے دل کے بعد مجمع ارمان و یاس و غم
مہماں سیکڑوں ہیں کوئی میزباں نہیں

قرباںؔ داستاں تری معمورِ درد ہے
سُننے مگر وہ ہائے تری داستاں نہیں

ہے میرے خدا کی مجھ پہ نظر۔ تو میں بھی خدا کو دیکھتا ہوں
وہ میری خطا کو دیکھتا ہے۔ میں اُس کی عطا کو دیکھتا ہوں

اے خضر بیاں تجھ میں مجھ میں ہے فرق اگر تو اتنا ہے
تو آبِ بقا کو ڈھونڈتا ہے میں آبِ فنا کو دیکھتا ہوں

سوتا ہیں نہیں ہوں ہجر کی شب۔ رہتی ہے مجھے بس یہ ہی طلب
کرتی ہے یہ کیا گردوں پہ اثر۔ میں آہِ رسا کو دیکھتا ہوں

دھوکا ہوتا ہے یہ شب کو۔ اِک سُورج گھر میں اُترا ہے
جب خواب میں اپنی آنکھوں سے اُس ماہ لقا کو دیکھتا ہوں

بیدا نہ خوشی سے اپنی ہوا۔ تو رنج ہو پھر کیا مرنے کا
کرتا نہیں میں کچھ موت کا غم اور تیری رضا کو دیکھتا ہوں

ہے اپنا اپنا ذوقِ نظر۔ جو جسے کہ آجائے پسند
تو میری وفا کو دیکھتا ہے۔ میں تیری جفا کو دیکھتا ہوں

دونوں ہیں ستم دونوں ہیں غضب یہ اس سے سوا وہ اُس سے سوا
کہ ناز کو تیرے دیکھتا ہوں۔ کہ تیری ادا کو دیکھتا ہوں

کیوں قید کیا کیوں رنج دیا۔ میں نے تو نہیں تھا کچھ بھی کیا
تقصیر کو اپنی پوچھتا ہوں۔ اور اپنی سزا کو دیکھتا ہوں

قرباںؔ خطا جو ہے یہ بشر۔ اور میری کرم پر اُس کے نظر
سب میری خطا کو دیکھتے ہیں۔ میں اپنے خدا کو دیکھتا ہوں

دُنیا میں مرا اے میرے خدا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں
کلفت کو مٹا دینے والا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

چارہ جو کرے اس دل کا کوئی۔ زخموں پہ رکھے پھاہا جو کوئی
ڈھونڈا تھا مگر کوئی نہ ملا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

سب روتے ہیں حالت پہ مری۔ ہمدرد ہے دُنیا بھر میری
مجھ سے آزردہ اور خفا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

میں بندہ ترا تو میرا خدا۔ کچھ جھوٹ نہیں ہے اس میں ذرا
میں شکر کرونگا کس کا ادا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

لاکھوں ہیں وفا کرنے والے۔ اور دل کا کہا کرنے والے
ہاں مجھ پہ جفا کرنے والے۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

سب رکھتے ہیں خوش عاشق کو سدا ناکام مگر ہے تو نے کیا
اُلفت کا جو دے ناکام صلا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

کرتا ہے مدد تو سب کی خدا۔ دشمن ہو کوئی یا دوست تیرا
کشتی کو مری بھی پار لگا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

تم پر ہی نظر پڑتی ہے مری۔ مشکل میں بڑی ہے جان پڑی
حل کرنے والا مشکل کا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

محکوم بھی ہوں مجروم بھی ہوں۔ اور شاہ میں ہیں مظلوم بھی ہوں
فریاد مری سننے والا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

سنتا ہوں یہی اے جانِ جہاں۔ ہے یاد تجھے دل کا درماں
دینے والا اس غم کی دوا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

معشوق تو لاکھوں دیکھے ہیں۔ تو سب سے لیکن بڑھ کر ہے
جس نے کیا ہو وعدہ وفا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

قرباں کی نظر اٹھتی ہے جدھر۔ آتا ہے فقط تو اُس کو نظر
سچ یہ ہے کہ دکھلیں جلوہ نما۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

اِس حسن کی دولت کے طلبگار ہیں ہیں   دُنیا میں ترے ایک خریدار ہمیں ہیں

کہتا ہے بصد ناز وہ سفاک ستمگر
دل لیکے کرے جو کوئی انکار ہمیں ہیں

کام آ گئے آخر کو گنہ روز قیامت
اب مستحق رحمت غفار ہمیں ہیں

اغیار کبھی وقت پہ کام آ نہیں سکتے
جاں دینے کو سرکار پہ تیار ہمیں ہیں

واقف نہیں دنیا میں عدو رنج سے ہرگز
سہنے کو ترے عشق کے آزار ہمیں ہیں

ہوجاتی ہے دنیا کو شفا چارہ گرو ں سے
ہیں جس کی دوا- آپ وہ بیمار ہمیں ہیں

ہر وقت رقیبوں کی کھٹکتے ہیں نظر میں
کیا آپ کی محفل میں فقط خار ہمیں ہیں

آکر مری تربت پہ کہا کرتے ہیں جگنو
اس تربت برباد کے زوار ہمیں ہیں

معلوم نہیں غیر کو باتیں تری ہرگز
محفل کے تری جلتے اسرار ہمیں ہیں

کرتا ہے بسر کون یہاں آکے خزاں میں
اس وقت بھی آوارہ گلزار ہمیں ہیں

دے بیٹھے ہیں اک دل نگہ یار کو قربان
اور اس پہ بھی نازاں ہیں کہ ہشیار ہمیں ہیں

یہ مار بن کر نقاب سے جو تمہارے گیسو نکل رہے ہیں
سمجھ رہا ہوں یہ دل سے ڈسنے کے خوب پہلو نکل رہے ہیں

کسی کو زندہ کیا ہے تم نے کسی کو مردہ کیا ہے تم نے
تمہارے منہ سے تمہارے فقرے بھی بن کے جادو نکل رہے ہیں

ہزاروں دریا بنے ہیں اُن سے۔ ہزاروں قلزم بنے ہیں اُن سے
تمہاری فرقت میں آنکھ سے جو ہمارے آنسو نکل رہے ہیں

سمجھ کے اُن کی نظر کا کشتہ - سمجھ کے آنکھوں کا اُن کی عاشق
چڑھانے تربت پہ اپنی آنکھیں ختن سے آہو نکل رہے ہیں

سمجھتی ہے ماہِ عید دنیا۔ مگر ہے یہ راز مجھ پہ روشن
ہلال بن بن کے یہ فلک پر تمہارے ابرو نکل رہے ہیں

پھر آئی سوزِ دروں کی باری - ہوا شراروں کا دور جاری
پھر آج بعدِ فنا ہماری۔ لحد سے جگنو نکل رہے ہیں

جتائے دیتا ہوں ضبطِ اُلفت ہے آبرو معرضِ خطر میں
خفیف کرنے کو چشمِ تر سے یہ میرے آنسو نکل رہے ہیں

کسی کی ہے جان جانے والی۔ کسی میں ہے جان آنے والی
کہ آج وہ اپنے گھر سے قربانؔ جگانے جادو نکل رہے ہیں

دلِ خوگشتہ کی رنگینیوں سے جذبِ خوں کر لوں
کسی یاد میں آنکھوں کو اپنی لالہ گوں کر لوں

تری آنکھوں سے کچھ تسخیر کا حاصل فسوں کر لوں
تو شاید دورِ الفت کا تری ظالم جنوں کر لوں

مجھے فرہاد تم سمجھے۔ کہ ناحق اپنا خوں کر لوں
تمہارے سنگِ در کیلئے میں بے ستوں کر لوں

اگر چاہوں تماشہ یہ بھی ہنگامِ جنوں کر لوں
میں ہر ذرہ کو کوہستان کے اک بے ستوں کر لوں

مجھے اے ہم نشیں تقسیمِ وحشت میں مہارت ہی
جو چاہوں اک جنوں سے سیکڑوں پیدا جنوں کر لوں

جو ہو۔ امید مجھ کو بعدِ صحت اُن سے ملنے کی
تو اپنے آپ ہی میں چارۂ سوزِ دروں کر لوں

ٹھہر وہ پاس بیٹھے ہیں نہ کر اے موت یوں جلدی
بیاں اپنا میں اُنکے سامنے سوزِ دروں کر لوں

مجھے ڈر ہے مصیبت کچھ اثر تجھ پر نہ کر جائے
بیاں تجھ سے میں ہمدم کسلئے حالِ زبوں کر لوں

میں خود صیاد تجھکو حالِ گلشن کا بتادوں گا
بس اتنا صبر کر پیدا ذرا دل میں سکوں کر لوں

فرشتوں نے کیا سجدہ بشر کو حکمِ خالق سے
میں اپنا سر نہ پھر کیوں سامنے اُسکے نگوں کر لوں

محبت بھی کرونگا صاف تو ہو جائے دل میرا
مناسب ہے یہ قربانؔ پہلے اصلاحِ دروں کر لوں

تجھے آج دیکھتے ہیں پڑا جو بلا کے سوز و گداز میں
نہ پھنسا ہو جا کے دلِ حزیں تو کسی کی زلفِ دراز میں

مری عمر تھوڑی اگر ہے تو نہیں ہے اسکا مجھے قلق
یہ بتائیں خضر ہے کیا ملا انہیں لطفِ عمرِ دراز میں

ہوئی جب سے ہمکو تمیز ہے کہ حرام کیا ہے حلال کیا
تو حقیقتوں میں جو بات تھی وہ نظر نہ آئی مجاز میں

یہ حجابِ نارِ نفس ہی کیوں اسے ای خیال اُٹھا ہی دے
اُسے دیکھتا ہے جو بولتا ہے ہمیشہ پردۂ ساز میں

مری یاد پھر تجھے آئے کیوں مرے دلکو تو نہ جلائے کیوں
کہ اثر نہیں نام کو مرے دل کے سوز و گداز میں

ہی عجیب قسمتِ غزنوی ہی نصیب خواب ہے دل لگی
کہ بنا کے شانہ نگاہ کا وہ کریگا زلفِ ایاز میں

نہ وہ دلبری نہ نظر کشی نہ وہ شوخیاں نہ وہ سرخوشی
جو ادا تھی پہلے کہاں رہی وہ بتانِ عشوہ طراز میں

جو ہے فکر تجھکو نماز کی تو ہی شرط شیوہ بیخودی
رہی جس میں ہوش نیاز کا وہ نماز کیا ہی نماز میں

میں رکھونگا سجدہ میں سر یونہی نہ ہٹونگا در سے ترے کبھی
کہ ملی ہی لذتِ زندگی۔ مجھے آج عجز و نیاز میں

جسے ڈھونڈتا ہے تو ہر جگہ وہ عیاں ہے ہو دیکھے سامنے
ہی اسی کا جلوہ تو جلوہ گر یہ تری جبینِ نیاز میں

کوئی دل جو عشق میں ہو جلا۔ کوئی سر جو خاک پہ ہو پڑا
تو ہے آفتاب سے بھی سوا۔ وہ نگاہِ ذرہ نواز میں

مری ہو زمانے میں آبرو رہی پھر نہ خلد کی جستجو
مری اک یہی ہے آرزو مجھی موت آئے حجاز میں
جو جلو تو قرباںؔ جلا کرو۔ جو ہنسو تو صرف ہنسا کرو
کوئی یہ بھی سوز ہے سوز میں کوئی یہ بھی ساز ہے ساز میں

ابتک یہ دل سے درد تمہارا جدا نہیں
تم نے کیا ہے فرض محبت ادا نہیں
بعد فنا بھی دل میں ہے روشن چراغ عشق
پھر غم ہو کیا مجھے جو لحد پر دیا نہیں
پیتے ہیں خون اپنا ملا کر شراب میں
بے غم کے کچھ سرور ہیں ہم کو مزا نہیں
جا کر کبھی سنائیں انہیں داستان غم
کیا کیجئے کہ اتنا ہمیں حوصلہ نہیں
جبتکا ہوا وصال ہوا وصل انہیں نصیب
جبتک فنا نہ ہو کوئی حاصل بقا نہیں
عاشق کے دلکے حال کو صورت سے جان لو
شکوہ نہیں ہے اسکی زباں پر گلا نہیں
بیمار غم کی چارہ گری تو ذرا کرو
ایسا ہے مرض کون جس کی دوا نہیں
ناتوان عشق کا ہے مگر ضابطہ غلط
معشوق کے لئے کوئی رکھی سزا نہیں
اے شمع سوز حسن وہ گرمی کدھر گئی
پروانہ آکے آج جو کوئی جلا نہیں
الفت ہے مجھسے درد کو اور درد سے مجھے
وہ ہے مرا شریک تو میں بھی جدا نہیں
میں نے جو بیکسی سے نظر اسپہ ڈالدی
قاتل کا ہاتھ قتل کو میرے اٹھا نہیں

قرباںؔ کا نام اگرچہ زمانے سے مٹ گیا
لکھا تھا جو کچھ اس نے وہ ابتک مٹا نہیں

داغ فرقت کے تری سینہ پہ ہم کھائے ہوئے ہیں
درد الفت کا مزہ یار بہت پائے ہوئے ہیں
کیا ترے ہاتھوں میں عاشق کا لہو آج لگا ہے
کہ یہ مرجاں کی طرح رنگ نیا لائے ہوئے ہیں
مانگتا ہوں یہ دعا عمر شب ہجر ہو افزوں
جب سے آنکھوں میں مری خواب میں وہ آئے ہوئے ہیں
بلبلو تم پہ ہی کیا دست خزاں کی ہے جنایت
پھول گلشن میں بھی آج تو کملائے ہوئے ہیں
نیند کیا آئے گی تربت میں ہمیں بعد فنا بھی

ہم تو اے دوست ترے ہجر کے تڑپائے ہوئے ہیں
دیر اتنی ہے وہ آئیں گے تو لاشہ بھی اُٹھے گا
کیونکہ ہم کشتے اُسی یار کے کھلائے ہوئے ہیں

غسُل دینے کی ضرورت اُنہیں کیا ہے پس مُردن
کہ شہید آپ کے تو خون سے نہلائے ہوئے ہیں
وہ تو معصوم ہیں کیا جانیں کہ ہوتی ہیں جفائیں کیا شے
دل یہ کہتا ہے مرا غیر کے بہکائے ہوئے ہیں

وصل کے بعد ہوئی کیسی ندامت اُنہیں حاصل
نیچی نظریں ہیں کئے بیٹھے ہیں شرمائے ہوئے ہیں
اے خوشی تیرے لئے آج جگہ دل میں نہیں ہے
یاس و حرمان و الم دل میں مرے آئے ہوئے ہیں

غیر کی موت کا کس درجہ خیال اُن کو ہے ہمدم
آج رنجیدہ سے ہیں اور وہ گھبرائے ہوئے ہیں
یہ سمجھ کر کسی کم سن کی محبت کا اثر ہے
ہم بھی بچوں کی طرح درد کو بہلائے ہوئے ہیں

یہ اگر سچ ہے تو سمجھانہ کی اب کھُل گئی قسمت
کوئی کہتا تھا کہ قربان یہاں آئے ہوئے ہیں

میں تمہیں پہ دل سے نثار ہوں ۔ میں تمہارا سینہ فگار ہوں
کہ تمہارا عاشق شیفتہ ۔ کبھی خوار ہوں کبھی زار ہوں
ہے ترے لئے بھی ضرور اجل ۔ نہ ہو زندگی پہ عدو تو خوش
کبھی میں بھی زندہ و شاد تھا ۔ اگر آج زیر مزار ہوں

مرا دل ہے تجھ پہ فریفتہ ۔ مری جان تیری ہے مبتلا
مری جان تجھ پہ ہوں شیفتہ ۔ مری جان تجھ پہ نثار ہوں
مجھے سب سمجھتے ذلیل ہیں ۔ مجھے سب سمجھتے حقیر ہیں
جو لگائے مجھ کو تو منہ صنم ۔ نہ حقیر ہوں نہ میں خوار ہوں

نہیں ہُوش اپنا مجھے ذرا۔ کہ کچھ اور مانگوں میں ساقیا
وُہ جو مے پلائی ازل میں تھی۔ میں اُسی میں محو خمار ہوں

یہ ہی میری شانِ نمود ہے۔ یہ ہی میری طرزِ وجود ہے
کبھی خاک بن کے ہوں بیٹھتا۔ کبھی اُڑتا مثلِ غبار ہوں

ہوئی عندلیب جو نغمہ زا۔ تو بہار نے یہ ادب کہا
نہ ہو مجھ پہ ناز اں کوئی ذرا۔ کہ میں چند روزہ بہار ہوں

نہ قدم کے بوسے نصیب ہیں۔ نہ نصیب ہیں جو مجھے ٹھوکریں
نہ کسی حریم کا آستاں۔ نہ کسی کا سنگِ مزار ہوں

پھرے قرباںؔ مانگتا ہر کہیں۔ کبھی مجھ سے ہونے کا یہ نہیں
مجھے واسطہ ہے کسی سے کیا۔ کئے اُس پہ دار و مدار ہوں

نکل کر قبر سے پہونچیں سب اپنے سوگواروں میں
پڑیں دشمن تری تیغ نگہ کے انتظاروں میں
بُری صُورت کو بھی بہتر بنا کر یہ دکھاتا ہے
تکلف برطرف زاہد لگا لے مُنہ سے پیمانہ
زمانہ ہم نے دیکھا ہے بہُت معشوق برتے ہیں
تجھے دیکھا تھا ہمنے خواب میں اک دن شبِ فرقت
لڑکپن اور جوانی سے ضعیفی نے لیئے بدلے
پسِ مُردن مری تربت پہ ناحق روشنی کی ہے
خیالِ یار کہتا ہے جگر اور قلب سے اکثر
مُرتب آپنے فہرست کی ہے بیقراروں کی
الم۔ اندوہ۔ غم حرمان و حسرت یاس و ناکامی
نگاہِ فتنہ زا کی یہ قیامت خیزیاں دیکھو
بہار آئی۔ مئی گلفنت بنی گلفنت
جو مرنے کی دُعائیں مانگتے تھے ہاتھ پھیلا کر

اگر آجاؤ تم تو جان پڑ جائے مزاروں میں
ہمارا کام تو ہو جائے گا دو چار واروں میں
رکھا تھا دل کو ہمنے اپنے کیوں آئینہ داروں میں
کبھی مشہور ہم بھی تھے یوں ہی پرہیزگاروں میں
سمجھتے کیوں ہو اپنے کو زیادہ ہوشیاروں میں
اُسی تاریخ سے آنکھیں ہیں اپنی رازداروں میں
مزے لُوٹے تھے دل نے عیش کے اگلی بہاروں میں
یہاں تو روشنی رہتی ہے خود ٹوٹے شراروں میں
ہمیں شرمندگی ہوتی ہے رہکر داغداروں میں
ہمارا نام بھی لکھ لیجئے گا بے قراروں میں
یہی بس رہگئے ہیں اپنے دل کی یادگاروں میں
زمانے کو تہ و بالا کیا۔ اک دو اشاروں میں
یہ چرچے ہو رہے ہیں آج ہر سُو بادہ خواروں میں
خدا کی شان وہ بھی ہیں ہمارے سوگواروں میں

اُٹھے گا بارِ احساں سے ہمارا سر نہ اے قرباںؔ

کہ ہم بھی ہیں کسی کافر نظر کے زیر باروں میں

کن اُمنگوں سے اُبھرتا ہے ہمارا جوبن
خوب دُنیا کو دکھاتا ہے تماشا جوبن

سب ہیں حیران ترا دیکھ کے اُٹھتا جوبن
حشر دُنیا میں کرے گا کبھی برپا جوبن

بُت بنیں مانی و بہزاد مثالِ تصویر
دیکھ لیں وہ جو کبھی آ کے ہمارا جوبن

اپنی صورت پہ ہوئے آج وہ عاشق خود ہی
دیکھ کر آپ ہی آئینہ میں اپنا جوبن

یوں تو ہونے کو حسیں اور بھی ہیں دنیا میں
تم نے پایا ہے زمانے سے نرالا جوبن

ہوش باقی نہیں بے ہوش پڑا رہتا ہوں
جب سے دیکھا ہے کسی ہوش رُبا کا جوبن

خرمنِ دل کو بنایا ہے ہیولا اُس نے
بن کے اٹھا ہے تیرا آج بھبوکا جوبن

وہ یہ کہتے ہیں کہ آنکھیں تری پھوڑینگے ضرور
تو نے بے ساختہ دیکھا ہے ہمارا جوبن

آج بن ٹھن کے سرِ بام وہ آ بیٹھے ہیں
تو بھی قربانؔ ذرا دیکھ لے اُن کا جوبن

کرتا ہیں تم سے دوستو راز خود اپنا فاش ہوں
عشق صنم کی آج کل دل میں لئے خراش ہوں

سُن لیں جو میری داستاں رنج ہو سب کو بیگماں
اپنی زبان پر لئے قصۂ دلخراش ہوں

جس نے دیا ہے دردِ دل اُسکا کہاں ہے آستاں
کرتا اُسی کو آج کل چار طرف تلاش ہوں

سچ تو کہا حضور نے مجھ سے کوئی بُرا نہیں
ایسا ہی بدنصیب ہوں ایسا ہی بد قماش ہوں

ہیں جو حسین بیگماں سب ہیں وہ مجھ پہ مہرباں
اُنکی ہی رکھتا آجکل اپنی میں بود و باش ہوں

دیکھا نہیں جسے کبھی اُس سے لگا لیا ہے دل
کم نگہی کو اپنی آج کرتا میں خود ہی فاش ہوں

مجکو ملے جو نوکری۔ دل سے دعا ہے بس یہی
کرلوں تو نکلی چاکری ڈھونڈتا یہ معاش ہوں

قرباںؔ جو تیر لے کے وُہ آئے ہدف بنانے کو
دل نے کہا میں پہلے ہی پہلو میں پاش پاش ہوں

نکالے تم نے نہ دل سے صدہا ہمارے ارماں ہمارے ارماں
تو ان سے مطلب ہے تم کو اب کیا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

نہیں ہے جب تاب آشنائی۔ نہیں وہاں تک اگر رسائی
تو دل سے کرتے ہیں کیوں تقاضا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

فضول ناراض ان سے تم ہو۔ یہ تم سے کچھ بھی نہیں ہیں کہتے

ہمیں سے رُوتے ہیں اپنا رونا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

ہمیں تو بس اب یہی ہے صدمہ۔ نہ ہو کے اپنے رہے یہ ظالم

خیال اپنا دھیان اپنا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

لگا کے جھمگٹ ہیں شور کرتے۔ یہ دیکھو لیں وہ نہار کیسے

ہجوم رکھتے ہیں دل میں کیسا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

یہاں پڑے ہیں فسردہ لیکن۔ وہاں بہت رنگ لائیں گے یہ

کریں گے محشر میں اپنا دعوی۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

کہیں نہ محفل میں اُس صنم کی۔ یہ جا کے بدنام ہمکو کر دیں

لگا ہے دل کو ہمارے کھٹکا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

لڑے جو آ کر وہ آج بے حد۔ تو اُسنے قرباں نے کہہ دیا ہے

تمہارا اچھا ہا تمہارا اچھا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

عدو فضول محبت کا بار رکھتے ہیں
فریب جھوٹ کا مسے وہ پیار رکھتے ہیں

سمجھتے جنکو ہیں قابل جہان میں یہ حسیں
اُنھی کے سر پہ محبت کا بار رکھتے ہیں

جہاں میں آئیگا ہرگز نہ ہوش مستوں کو
یہ سر میں عشق کا تیرے خمار رکھتے ہیں

ہزار زخموں کی داغوں کی اے صنم اپنے
خزاں نصیب دلوں میں بہار رکھتے ہیں

ہمارے دلکو وہ کس کس طرح ہیں للچاتے
جگر کو تیروں سے کر کے شکار رکھتے ہیں

کب آؤ گے شب وعدہ نہ آؤ گے کب تک
نفس کے تار سے ہم سب شمار رکھتے ہیں

جو تیرے حُسن طلب سے ہیں آشنا ظالم
وہ ایکدل ہنیں رکھتے ہزار رکھتے ہیں

حساب دیتے ہیں ہو جائے گی کچھ آسانی
فرشتے میرے گنہ کا شمار رکھتے ہیں

ہزار زندگیاں صدقے تجھ پر اے قرباں
وہ اپنے ہاتھوں سے زیر مزار رکھتے ہیں

پھول بلبل کو جو تھا پیارا۔ وہ توڑا گل چیں
ہائے افسوس ترا ہاتھ نہ ٹوٹا گل چیں

تونے بے وقت جو گلشن کو لُٹایا گل چیں
درد آیا نہ تجھے کچھ بھی چمن کا گل چیں

ایک بھی گل نہ رہا۔ کس پہ یہ بلبل چہکے
تونے کیا یہ ستم آج ہے توڑا گل چیں

ساتھ کے پھول جو تھے توڑ لئے سب تونے
رہگیا باغ میں اک میں تن تنہا گل چیں

سامنے تیرے رہیں بلبلیں روتی ظالم
تجھ کو کچھ خوف خدا کا بھی نہ آیا گل چیں

بلبلوں نے تھا چمن رو کے اٹھایا سر پر
ہاتھ جب گل پہ پڑا۔ تیری جفا کا گل چیں

تو نہ آتا تو ہمارے دل کے مزے کچھ ملتے
مٹ گئی ہائے ہماری وہ تمنا گل چیں

گل کو توڑا ہے۔ اگر قتل اسے بھی کر دے
کیسے بلبل کا بیاں ہوگا گذارا گل چیں

ہے دعا۔ اب تو کہ صیاد بھی جلدی آئے
گل کی فرقت تجھے کب ہوگی گوارا گل چیں

خون ارمانوں کا بلبل کے ہوا جاتا ہے
تیرا ہر روز کا اچھا نہیں آنا گل چیں

فرقت گل میں ہوئی جاتی ہے کیسی حالت
آ کے بلبل کا ذرا دیکھ تڑپنا گل چیں

ڈالدے پھولوں پہ جلد آنکھ کا پردہ ظالم
دیکھ آتا ہے ادھر خون کا پیاسا گل چیں

چیختا ہے کوئی طائر۔ تو تڑپتا ہے کوئی
آتے ہی خوب دکھاتا ہے تماشا گل چیں

بڑھ کے دشمن ہے خزاں سے بھی مرے گلشن کا
تو نے اک پھول بھی افسوس نہ چھوڑا گل چیں

تو بھی دنیا میں یونہی چین نہ پائے ظالم
جس طرح مجکو ہے بے چین بنایا گل چیں

گل نے حسرت کا تری خون کیا تھا بلبل
اسلئے باغ میں قدرت نے ہے بھیجا گل چیں

تو جو جاتا ہے لئے ہاتھ میں اپنے گل تر
روح بلبل کی کھنچی آتی ہے گویا گل چیں

تھے جو پژمردہ چھوا بھی نہیں ان کو تو نے
ہاتھ اس گل پہ پڑا۔ تھا جو مہکتا گل چیں

تو نے بے جرم کیا بلبل ناشاد کا خون
تیرے دامن سے چھٹے گا نہ یہ دھبا گل چیں

موت پژمردہ اسے بھی تو کرے گی قرباںؔ
کرے دو روز کو دل اپنا شگفتا گل چیں

دل پر پڑیں جو روز مصائب تو کیا کریں
سامان عیش روز ہوں غائب تو کیا کریں

پیتا نہیں ہے ساتھ ہمارے وہ بیٹھ کر
مے سے اگر نہ آج ہوں تائب تو کیا کریں

کہتے ہیں ہم عدو سے کریں کس طرح حجاب
جب ہو نہ تیری رائے ہی صائب تو کیا کریں

قسمت کا اپنی چمکا ستارہ نہ ایک دن
روشن فلک پہ گر ہوں کواکب تو کیا کریں

جب وہ زبان کاٹ لیں پہلے سوال سے
مفقود ہوں نہ دل سے مطالب تو کیا کریں

ادنیٰ سی ٹھیس پا کے گیا ٹوٹ میرا دل
مٹی ہی سے بنا ہو جو قالب تو کیا کریں

قرباںؔ رویا جاتا نہیں غیر کی طرح
جھیلیں خوشی سے ہم نہ مصائب تو کیا کریں

ترا حسن سب میں عیاں دیکھتا ہوں
یہاں دیکھتا ہوں وہاں دیکھتا ہوں

گلی میں بھی تو ہے ہے گل میں بھی تو ہی
تجھے نزہت گلستاں دیکھتا ہوں

میں سمجھا تھا سستا رہے گا یہ سودا
مگر جنس الفت گراں دیکھتا ہوں

میں جنس وفا کو ٹھکانے لگا کر
زمانے کا سود و زیاں دیکھتا ہوں

پس مرگ بھی ان میں ہے تیرا نقشہ
میں آنکھوں کی جب پتلیاں دیکھتا ہوں

حسینوں کو شاید ہی ہوں گی میسر
میں اس بت میں جو شوخیاں دیکھتا ہوں

نظر لاغری اپنی آتی ہے مجھکو
قفس کی جو میں تیلیاں دیکھتا ہوں

تمہارے اشارے کنارے ہیں اس میں
عدو کی جو میں پھبتیاں دیکھتا ہوں

محبت جو قربان کر لی تھی تم سے
وہ معدوم اب ہستیاں دیکھتا ہوں

خدا ہی بولتا ہے میں نہیں ہوں
وہ باتیں کر رہا ہے میں نہیں ہوں

ہر اک بت کہہ رہا ہے میرے اندر
وہ ہی جلوہ نما ہے میں نہیں ہوں

خطاوار محبت اے حسینو
یہ قلب شیفتہ ہے میں نہیں ہوں

عدو کی خوش نصیبی میں ہے کیا شک
وہ تجھ کو دیکھتا ہے میں نہیں ہوں

خطا اسکی ہے کہتی ہے وہ ہی دیکھ
تقاضا آنکھ کا ہے میں نہیں ہوں

غلط دعویٰ کیا جس نے وفا کا
کوئی وہ دوسرا ہے مین نہیں ہوں

مری قسمت کی کوتاہی کو دیکھو
وہاں خلق خدا ہے میں نہیں ہوں

ہیولہ میرا ہے ہستی کا دھوکا
خدا جانے یہ کیا ہے میں نہیں ہوں

وہ ہیں۔ دشمن ہیں۔ اور گلشن ہے قرباں
بہاریں ہیں گھٹا ہے میں نہیں ہوں

ہجر کی شب وہ بیوفا خواب میں آخر آئے کیوں
ہمتو خموش ہیں پڑے کوئی ہمیں جگائے کیوں

طور یہ کوئی آئے کیوں طور یہ کوئی جائے کیوں
کیوں کوئی اپنے ہوش دے جلوہ کوئی دکھائے کیوں

قصۂ عشق چھیڑ کر آہ کوئی ستائے کیوں
بیٹھے ہوئے ہیں ہمتو چپ کوئی ہمیں رلائے کیوں

مجھ سے نظر ملائے کیوں غمزے مجھے دکھائے کیوں
گر نہیں شوق دلبری دلکو وہ پھر لبھائے کیوں

شمع وصال پر نہ کیوں اپنی کرے نثار جان
آپکی بزم ناز میں آئے کوئی تو جائے کیوں

یہ مری آہ یہ فغاں۔ ہے اثر غم نہاں دل ہی میں جب نہ درد ہو آئے زبان پہ ہائے کیوں
دشمنِ عندلیب کے پہلو میں دل جو دے خدا ہاتھ سے عندلیب کے دامنِ گل چھڑائے کیوں
آتشِ اشتیاق سے سوزِ تپ فراق سے ہمتو ہیں خود جلے ہوئے ہمکو ہی وہ جلائے کیوں

قرباں ہیں جو حشر ابھی اپنے خرام ناز سے
مُردے کوئی جلائے کیوں فتنہ کوئی اُٹھائے کیوں

ساری حیات گذری اس تیری دل لگی میں آیا نہ کام ہرگز تو میری بیکلی میں
ہم نے جدھر نظر کی پایا جمال تیرا جلوہ فروز دیکھا تجکو کلی کلی میں
جب جیتے جی دیا ہے مرکر بھی ساتھ دینگے مدفن بنے ہمارا اُس یار کی گلی میں
رو رو کے جب کہا ہے اُس سے فسانہ دل کا اُس نے اُڑا دیا ہے ہم کو ہنسی ہنسی میں
معشوق ہو تو تجھ سا۔ محبوب ہو تو تجھ سا چرچے یہ ہو رہے ہیں ہر شہر ہر گلی میں
کیا ہے بساطِ عالم۔ کب ہے ثباتِ عالم رہتی ہے راہِ دنیا ہر دم چلا چلی میں
کملا کے وہ گری ہے مرجھا کے وہ گری ہے ارمان اور حسرت تھے بند جس کلی میں
بدنام ہم ہوئے ہیں ناکام ہم ہوئے ہیں انعام یہ ملا ہے اس بُت کی دوستی میں
آنکھوں میں اُس کی جیسی دلچسپ موہنی ہے ایسا اثر نہیں ہے جادوئے سامری میں

جلدی نہ کر تو ہرگز۔ جلدی ہے کارِ شیطاں
نکلے گا کام تیرا قرباںؔ راستی میں

بہت مچلے ہیں دیکھے دیکھنے کو تن کے بیٹھے ہیں دکھانے آج پھر انداز وہ بچپن کے بیٹھے ہیں
سُناتے ہیں مجھے اب سورہ اخلاص پڑھ پڑھ لئے قرآں سرہانے وہ مرے مدفن کے بیٹھے ہیں
یہ حسرت ہے کہ دیکھیں نجد میں بیخوف لیلیٰ کو نگاہ میں کے ارمان آہوئے بن کے بیٹھے ہیں
زباں خنجر کی بھی کیا اس طرح خاموش کر دینگے ہٹانے حشر میں دھبے جو وہ دامن کے بیٹھے ہیں
جگر کو تھام نے صیاد۔ اور مضبوط دل کر لے سُنانے آج ہم نغمے تجھے گلشن کے بیٹھے ہیں
جلانے کو دلِ مظلوم کے وہ کیا نہیں کرتے جو بن کر شمع پہلو میں مرے دشمن کے بیٹھے ہیں
مداوا کیجئے آکر لگا بھی دیجئے ٹانکے مرے زخمِ جگر سب منتظر سوزن کے بیٹھے ہیں
کسی صورت اُٹھے پردہ تو دیکھیں ہم ترا جلوہ سحر سے منتظر ہم سامنے چلمن کے بیٹھے ہیں
جگر چھلنی ہے دل زخمی کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ ہم مجروح ہو کر ایک سہیں تن کے بیٹھے ہیں

وہ کیونکر راہ گیروں کے دلوں کو لوٹ دیتا ہے
اِسی ارمان میں رستے ہیں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

ہمارے وہ رہیں ہو کر۔ کہ دشمن کے رہیں ہو کر
فقط ہم آج سلجھانے کو اس اُلجھن کے بیٹھے ہیں

یقیناً آج قرباں پھر کوئی صیاد آتا ہے
کہ ہو کر جمع طائر آج سب گلشن کے بیٹھے ہیں

نہ جانے لطف انہیں آتا ہے کیا ستانے میں
تمام رات بسر ہو گئی منانے میں

میں کیا کہ میرا نشان مزار تک نہ رہا
کوئی کسر ہی نہ رکھی مرے مٹانے میں

فلک نے اُن کی جفاؤں کی ہے شاگردی
ستم نہ اُنکے ہوں مشہور کیوں زمانے میں

حیات و موت ابھی درمیاں میں حائل ہے
بہانے انکے آنے میں ہمدم وہانکے جانے میں

شباب آیا تو اُن کو حجاب بھی آیا
کہ شرم آتی ہے صورت اُنہیں دکھانے میں

کسی کی شوخ طبیعت دلشکنی کی ہے بہت
مرے رُلانے میں اور غیر کے ہنسانے میں

وہ کمسنی میں تو اتنے حیا پرست نہ تھے
جمال اپنا جھجکتے ہیں اب دکھانے میں

قفس کے پاس ہی سویا ہے رات بھر صیاد
عجیب لطف اُسے آیا مرے فنانے میں

رکھا ہے جب سے کہ قرباںؔ عاشقی میں قدم
مرے فنانے کا چرچا ہے کل زمانے میں

تربت کے رہنے والو کیسی خموشیاں ہیں
اپنے پرائے سب سے جو پردہ پوشیاں ہیں

دیکھو جسے ہے گاہک تخصیص کچھ نہیں ہے
کیسی یہ حسن تیری ارزاں فروشیاں ہیں

غیروں کو دے رہا ہے للچا رہا ہے ہم کو
ساقی عجیب تیری یہ مے فروشیاں ہیں

بلبل کی حسرتوں کا اب خون یہ کریں گے
خوں ریزیاں گلوں کی یہ سرخ پوشیاں ہیں

گلچیں کے دور دورے خالی نہیں ہیں شہ سے
یہ باغباں تیری سب گل فروشیاں ہیں

لینا ہے آج لیلو۔ ہے مفت منہ یہ سودا
منظور اُن کو موسیٰ جلوہ فروشیاں ہیں

لکھتے ہیں کیوں فرشتے اعمال تیرے ہر دم
منظور تجھ کو مولا جب عیب پوشیاں ہیں

شاید کہ شاید شاق گذرا محفل میں اُنکو آنا
معنی لئے ہوئے کچھ اُنکی خموشیاں ہیں

دلمیں خیال جنت حوروں کی آرزو بھی
چھپ چھپکے اُس پہ زاہد یہ بادہ نوشیاں ہیں

ظاہر میں سیدھے سادے باطن میں ہیں وہ پُرفن
گندم نمایاں ہیں یہ جو فروشیاں ہیں

مصرعہ طرح
مشہور اُن کی قرباںؔ دنیا میں آج ہر سو

جلوہ نمایاں ہیں جلوہ فروشیاں ہیں

جاتی ہمارے تن سے نکل جان کیوں نہیں
مشکل ہماری ہوتی یہ آسان کیوں نہیں

کرتے کسی پہ آپ ہیں احسان کیوں نہیں
پورے یہ ہوتے آپ کے پیمان کیوں نہیں

کیا اُن پہ اُن کے حسن کا جادو نہیں چلا
آئینے کو وہ دیکھ کے حیران کیوں نہیں

کیا گلستاں سے ہوگئی رخصت بہارِ باغ
ہاتھوں میں آج میرے گریبان کیوں نہیں

وعدہ کیا تھا اور قسم کھائی تھی مری
پورا کیا پھر آپ نے پیمان کیوں نہیں

دل ہے کہ پہلوؤں میں سمندر ہے اشک کا
رکتا یہ میری آنکھوں کا طوفان کیوں نہیں

پھیلائے زخم بیٹھے ہیں دامن ہے دیر کا
تم کرتے صرف ان پہ نمکدان کیوں نہیں

جانِ تصورات ہے روحِ خیال ہے
تصویر میں تمہاری مگر جان کیوں نہیں

دیتے ہو سکے دکھ کی دوا۔ از رہِ کرم
کرتے ہمارے درد کا ارمان کیوں نہیں

مرنیکے بعد پوچھتے ہیں وہ رقیب سے
محفل میں آج حضرتِ قرباں کیوں نہیں

رسوا ہوں ترا۔ اور کا رسوا تو نہیں ہیں
شیدا ہوں ترا غیر کا شیدا تو نہیں ہیں

نظارگی ہوں تیرے رخِ روح فزا کا
کیوں دیکھتے ہیں لوگ تماشا تو نہیں ہیں

کیوں دیکھ کے مجھ کو نہ ہوا افسردہ زمانہ
بیمار ہوں تیرا کوئی اچھا تو نہیں ہیں

اے مدعی کس طرح کروں تیری خوشامد
شیدا ہوں کسی شوخ کا تیرا تو نہیں ہیں

میں نے جو کہا کیجئے درماں تو وہ بولے
کیوں مجھسے شکایت ہے مسیحا تو نہیں ہیں

آنکھوں سے پلادے مجھے اک جام تو ساقی
میکش ہوں مگر تشنۂ مینا تو نہیں ہیں

مجنوں کیطرح دشت کی کیوں خاک اڑاؤں
دیوانہ سہی ساکنِ صحرا تو نہیں ہیں

ہیں زندگی کے سیکڑوں ارمان مرے ساتھ
اے گور تیری گود میں تنہا تو نہیں ہیں

اے بادِ مخالف تو اڑاتی ہے مجھے کیوں
انساں ہوں کوئی خاک بگولا تو نہیں ہیں

تعلیم ازل میں جو ملی تھی وہ ہے ازبر
الفت کا سبق آپ کی بھولا تو نہیں ہیں

قرباں بہے جاتے ہیں آنکھوں سے سمندر
پہلو میں دبائے کوئی دریا تو نہیں ہیں

فسانہ اپنا بہت دلخراش رکھتے ہیں
کہ دل کو پہلو میں ہم پاش پاش رکھتے ہیں

تمہارے حُسن کا ثانی نظر نہیں آتا
زمیں سے تا بہ فلک ہم تلاش رکھتے ہیں

نہ ہم کو کعبہ سے مطلب نہ بتکدہ سے غرض
جہاں سے اپنی نرالی قماش رکھتے ہیں

کچھ اُنہیں داغ ہیں کچھ تیر ہیں کچھ ارماں ہیں
ہمارے دل میں یہ ہی بود و باش رکھتے ہیں

طلب ہیں اُن کی کسی گھر سے ہم نہیں غافل
یہاں سے لیکے عدم تک تلاش رکھتے ہیں

حسین وضع ہیں دُنیا سے کچھ نرالے ہیں
غضب کے طور غضب کی تراش رکھتے ہیں

ثبوت غم کے اُنھیں روزِ حشر دیتے ہیں
ہم اپنے پاس دل پاش پاش رکھتے ہیں

ہمیشہ رہتے ہیں خدمت میں حُسن والوں کی
ہم اتو اک یہی قرباںؔ معاش رکھتے ہیں

خدا کے واسطے آجا کہ بے قرار ہوں میں
لگا کے تجھسے دل اے دوست شرمسار ہوں میں

نگاہِ لطف کا ہر دم امیدوار ہوں میں
تمہارے حُسن پہ سو جان سے نثار ہوں میں

مرے نصیب میں نظارۂ بہار کہاں
اگرچہ اب بھی بہت شائقِ بہار ہوں میں

مری حیات پہ بھی مُردنی ہے چھائی ہوئی
کہ ایک برق زدہ سبزۂ مزار ہوں میں

زباں کو میری نہ کھلواؤ ہے یہی بہتر
تمہارے رازِ محبت کا رازدار ہوں میں

خیال تھا کوئی تربت میں غم گسار نہیں
کہا چراغ نے باہر سے اشکبار ہوں میں

عجیب چیز ہے یہ محویتِ تصور کی
سحر کے بعد بھی مصروفِ انتظار ہوں میں

پلائی روزِ ازل ایسی مے مجھے ساقی
کہ آجتک وہی سرگشتۂ خمار ہوں میں

منانے آتی ہے اکثر مجھے نسیمِ صبا
کسی کے باغ کی روٹھی ہوئی بہار ہوں میں

غلط ہے مجھ کو جو شاعر کوئی سمجھتا ہے
فقط تمہاری محبت کا غم نگار ہوں میں

ہے میری وضع میں اسلاف کی جھلک قرباںؔ
پرانے لوگوں کی دنیا میں یادگار ہوں میں

قتل کے بعد مرا خون چڑھا آنکھوں میں
آج میں دیکھتا ہوں رنگِ حنا آنکھوں میں

مجھ کو پامال کیا اُن کو بچایا شر سے
ساتھ شوخی کے چلی آئی حیا آنکھوں میں

قتل کا میرے ہے کیا نام خدا اُن کو سرور
لال ڈورے نہیں چھایا ہی نشا آنکھوں میں

روشنی چاہتا ہے آنکھوں میں اپنی تو اگر
تو لگا دوست کی خاکِ کفِ پا آنکھوں میں

کام رہزن کا تری شوخ نگاہوں نے کیا
دل کو میرے سے لیا تو نے اُڑا آنکھوں میں

سر جھکائے رہے دنکو بھی تصور میں ترے
دیکھتے ہیں جیسے وحشی وہ بنا دیتے ہیں
وہ اشاروں سے سمجھ ہی گئے حالت دل کی

خواب کا خوب لیا ہم نے مزا آنکھوں میں
کیف مستی ہے کہ جادو ہے بھرا آنکھوں میں
ہیں نے مطلب کو کیا خوب ادا آنکھوں میں

کہدو قربان ندے ہم کو وہ اپنی تصویر
نقشۂ دوست ہے ہر وقت بھرا آنکھوں میں

وہاں بھی یاد میں وہ بے قرار ہوتے ہیں
خدا سے جو کہ نذرِ تیرہ کار ہوتے ہیں
وہ پیار اور کسی کو کبھی نہیں کرتے
وہ نیچی کرتے ہیں نظریں۔ جو دیکھ کر ہمکو
نہیں جو ہوتا کوئی غم گناہگاروں کو
جب انکے وعدوں سے واقف ہیں چاہنے والے
حیات و موت کی جنکو تمیز ہوتی ہے
کھٹکتے ہیں یہ نظر میں جو تم نہیں ہوتے
سلام آخری اے باغبان اے صیاد

تمہارے کشتہ جو زیر مزار ہوتے ہیں
بعید رحمت پرور دگار ہوتے ہیں
جو حسن دوست پہ دلسے نثار ہوتے ہیں
تو اُن کی بزم میں ہم شرمسار ہوتے ہیں
کسی کے فضل کے امیدوار ہوتے ہیں
فضول صرف غم انتظار ہوتے ہیں
وہ مٹ کے خاک سر رہگذار ہوتے ہیں
ہمارے واسطے گل بھی تو خار ہوتے ہیں
کہ ہم فدائے عروس بہار ہوتے ہیں

وہ بے نیازی سے کہتے ہیں مرگ قرباں پر
جہاں میں واقعے ایسے ہزار ہوتے ہیں

ہم بھی نالوں میں بہت اپنے اثر رکھتے ہیں
کس بلا کا یہ حسین یا دہنر رکھتے ہیں
تیری فرقت میں سدا دیدۂ تر رکھتے ہیں
دے نہ بہزاد بنا کر تری ہمکو تصویر
قلب پتھر سے زیادہ ہے ترا تو ہیں کیا
تو جہاں جاتا ہے۔ ہو جاتا ہے معلوم ہمیں
عشق نے کوہ کی اور دشت کی دی ہی جاگیر
کیا خبر حسن سے کس وقت تصادم ہو جائے

کیا کریں تیری نزاکت پہ نظر رکھتے ہیں
دل عشاق پہ دزدیدہ نظر رکھتے ہیں
یاد تازہ تری ہم آٹھ پہر رکھتے ہیں
ہم تصور میں تجھے پیش نظر رکھتے ہیں
ہم بھی فولاد کا دل اور جگر رکھتے ہیں
بے خبر ہم ہیں مگر۔ تیری خبر رکھتے ہیں
ورنہ گھر رکھتے ہیں عشاق نہ در رکھتے ہیں
حضرت عشق ہمیں سینہ سپر رکھتے ہیں

غیر کا ہم کو نہیں کچھ بھی بھروسا قرباں

ہم تو اللہ پہ بس اپنی نظر رکھتے ہیں

ل ہی جاتا ہے ترے دل کا پتہ باتوں میں — مجھ پہ کھل جاتا ہے انداز جفا باتوں میں
وہ مکرتا ہی رہا ہم نے بھی کھیلا وہ ہنر — حال دل چھپ نہ سکا صاف کھلا باتوں میں
سعی بچنے کی بہت کی تھی۔ مگر بچ نہ سکے — اُس جفا کار نے دل چھین لیا باتوں میں
کتنے نادان ہو تم بات سمجھتے ہی نہیں — بات یہ کیا ہے کہ ہوتے ہو خفا باتوں میں
لفظ ہی لفظ ہیں۔ یا کچھ ہے عمل بھی واعظ — یار کچھ کر کے دکھا کیا ہے رکھا باتوں میں
کس طرح تم سے بھلا حال کوئی دل کا کہے — جبکہ ہو جاتے ہو فی الفور خفا باتوں میں
بات کہنے نہیں دیتے کبھی اُن سے دل کی — اہل محفل مجھے لیتے ہیں لگا باتوں میں
بار بار اُس نے جو دشنام بھر محفل دیں — آگیا قند مکرر کا مزا باتوں میں

ہم نے تاثیر زبان دیکھ لی قربان تری
آج آیا نہ اُنہیں کچھ بھی مزا باتوں میں

دل میرا جل رہا ہے ہستی کی انجمن میں — سوز دروں کے باعث تنویر سی ہے تن میں
جو شمع جل رہی ہے آج اُن کی انجمن میں — بھڑکائے گی وہ شعلے پروانوں کے بدن میں
آئی ہے جب سے گرمی ظالم ترے سخن میں — اک آگ لگ رہی ہے عاشق کے تن بدن میں
مادر کا وہ شکم ہو۔ یا ہو لحد بے یکساں — لپٹا ہوا تھا آیا لپٹا گیا کفن میں
ہچکی زباں پہ آئی آنکھوں سے اشک ٹپکے — کیسا یاد کر رہا ہے کوئی ہمیں وطن میں
دیوانہ ہو گیا ہے۔ پہلو میں دل ہمارا — باندھو اب اسکو اپنی زلفوں کی تم رسن میں
ہم ساکن عدم ہیں جائیں گے پھر عدم کو — آئے تھے بن کے مہماں دنیا کی انجمن میں
بھڑکا رہے ہیں میرے سوز دروں کو آنسو — کیوں ڈالتے ہیں پانی یہ آتش کہن میں
گر آب غسل تیرا مل جائے اے سمن رو — خوشبو بسائیں اُس کی ہم اپنے پیرہن میں
اے شمع سوز الفت خاموش کیوں ہوئی تو — پھرنے لگے بھٹکتے پروانے انجمن میں
بلبل کی آہ نے یہ گرمی دکھائی کیسی — بھر دی ہے آگ جا کر ہر پھول کے دہن میں
کچھ مرگ ناگہاں کی محشر میں ہو گواہی — رکھ دینا آخری خط اُن کا مرے کفن میں
کچھ کھا چکی ہے مٹی۔ کچھ کھا رہے ہیں کیڑے — باقی نہیں رہا ہے اک تار بھی کفن میں
لوٹا نہ ہوگا ظالم کیا اس سے دل کسی کا — گل چیں وہ پھول توڑا یکتا جو تھا چمن میں

سیرِ بہار کرتا۔ پھولوں کو پیار کرتا
صیاد خوب ہوتا۔ ہوتا جو میں چمن میں

قرباںؔ کی یاد کس کو میخانے میں نہیں ہے
لیتا ہے آج ہچکی مینا بھی انجمن میں

بقدرِ ضبط ہم تو ظلم تیرے سہنے والے ہیں
وہ آنسو بھی رُکے ہیں آنکھ میں جو بہنے والے ہیں

ہمیں سمجھا ہے کیا منصور جو بدظن ہوئے اتنے
ہمارے رازِ اُلفت کو بھلا ہم کہنے والے ہیں

خدارا۔ آئیے اور رو گئیے میری تباہی کو
مرے لختِ جگر آنکھوں کی ہمراہ بہنے والے ہیں

قیام اس دارِ فانی میں فقط ہے عارضی اپنا
وہیں جانا ہے ہمکو ہم جہاں کے رہنے والے ہیں

بناتے تم عبث ہو قبر پختہ مرنے والے کی
یہ بنیادِ لحد کے سارے تختے ڈھہنے والے ہیں

زمین و آسماں اپنی طنابیں خوب کس رکھیں
اب اپنی داستانِ غم ہم اُنسے کہنے والے ہیں

سہار اُن کے غموں کی کیوں نہ ہو ہم کو محبت میں
کہ اے قرباںؔ سہارنپور کے ہم رہنے والے ہیں

اپنی خودبینی کا وہ آپ ہی ساماں کریں
آئینہ رکھ کے وہ خوب اپنے کو حیراں کریں

نالۂ دل کو نوا سنجِ گلستاں کریں
آج بلبل کو بھی اس چھیڑ سے حیراں کریں

بلبلو رنج گلوں کو بھی بہت ہوتا ہے
چاک کیوں غم میں تمہارا نہ گریباں کریں

بوجھ کیوں باندھ کے لیجائیں مرے قتل کے بعد
خالی زخموں پہ مرے اپنا نمکداں کریں

شوق دل کو یہ ہوا ہے کہ شہادت پائیں
آج وہ خنجرِ بیداد کو عریاں کریں

ساری دُنیا میں ابھی ظلمتِ شب کا ہو ظہور
زُلف کو اپنی جو وہ آج پریشاں کریں

ہیں تصور میں خلش ریز ہزاروں کانٹے
جب ہو منظور ہمیں سیرِ بیاباں کریں

خونِ حسرت کا مری رنگِ حنا بن جائے
چاہے جب ہاتھ کو وہ پنجۂ مرجاں کریں

عید کا دن ہے ضرورت بھی ہے قربانی کی
شوق سے اب ہمیں قرباںؔ وہ قرباں کریں

مانا کہ بعد ترکِ وفا کوئی غم نہیں
ہم تارکِ وفا ہیں یہ غم بھی تو کم نہیں

شک ہے فضول غیر سے مجکو نہیں ہے عشق
کھاتا ہوں میں قسم کہ خدا کی قسم نہیں

دم بھر بھی اپنی زیست کا کس کو ہے اعتبار
موت آ گئی اگر تو کوئی دم میں دم نہیں

دیتا ہے جام مجھ کو یہ وحدت کے دمبدم
پیرِ مغاں سے کم مجھے شیخِ حرم نہیں

ہستی ہے جس کا نام وہ خواب طویل ہے | اپنے لئے عدم کا تخیل بھی کم نہیں

جتنی دوا پلائی مرض اور بڑھ گیا | ہوتا ہمارا درد دواؤں سے کم نہیں

پاؤں لگی ہے ایسی یہ بت خانے کی زمین | اٹھتا ہمارا کعبے کی جانب قدم نہیں

زاہد شراب ملتی ہے کوثر یہاں کہاں | میخانہ اس کو کہتے ہیں باغ ارم نہیں

قربان تیرے شعر ہیں جتنے ہیں صاف صاف
مضمون ہیں بلا کے مگر پیچ و خم نہیں

وہ سن کے آہ کلیجے کو تھام لیتے ہیں | ہم اپنے دل سے شب غم یہ کام لیتے ہیں

معاملہ ہے بہت صاف بادہ خوار و نکا | کہ دام دیتے ہیں ساقی کو جام لیتے ہیں

کبھی جو آتا ہے میخانے میں وہ بھولے سے | تو شیخ ہی کو بنا ہم امام لیتے ہیں

سمجھتے ہیں کہ تکبر میں فرق آتا ہے | وہ عاجزوں کا بھلا کب سلام لیتے ہیں

کسی کے نام سے کیا کام ان غریبوں کو | تمہارا نام تمہارے غلام لیتے ہیں

شراب پیتے ہیں جب فتح ہوتی ہے بطِ مے | حلال کر کے یہ جنس حرام لیتے ہیں

تم اپنے کوچہ میں اعلان حشر کا کر دو | ہم اپنے ذمہ تمام اہتمام لیتے ہیں

گلوں کے باغ میں کانٹے ہی کچھ نگہباں ہیں | کہ آستین کو گلچیں کی تھام لیتے ہیں

سمجھ گئے ہیں وہ قربان کے ہیں کیا معنی
بدگماں ہیں کہ اب نصف نام لیتے ہیں

تصویر جفا تو ہے تو میں نقش وفا ہوں | سنتا ہوں تو تیرا ہی نشان کف پا ہوں

سہ سہ کے ترے جور و ستم عشق میں ظالم | میں خود ہی سکھاتا تجھے انداز جفا ہوں

سنتے ہیں کھڑے شوق سے آ کر پس دیوار | کرتا جو شب غم میں کبھی آہ و بکا ہوں

ملتا ہے مرا خون جو قاتل تو سمجھ لے | جس کا نہ کبھی رنگ چھٹے گا وہ حنا ہوں

ساقی تری خیر آج تو دو گھونٹ پلا دے | میں طالب جرعات مے ہوش ربا ہوں

کیوں ناخن تقدیر پہ اپنے نہ کروں ناز | میں کھولتا تیری گرہ بند قبا ہوں

قربان کہو اپنا خدا کس کو بنائیں
ہر بت کو یہ دعویٰ ہے جہاں میں کہ خدا ہوں

عاشقوں کی بھی تمہیں اپنے خبر ہے کہ نہیں | ان کی الفت کا بھی کچھ دل میں اثر ہے کہ نہیں

نظرِ لطف نہ کر یہ تو بتا دے ظالم
میرے نالوں کا ترے دل پہ اثر ہے کہ نہیں

عمر بھر دیکھی نہیں میں نے خوشی کی صورت
شامِ غم کی مری دنیا میں سحر ہے کہ نہیں

جستجو حق کی نہیں۔ صرف ہے باطل کی تلاش
خوف کچھ تجھ کو خدا کا بھی بشر ہے کہ نہیں

ظلم یوں کرتا ہے۔ جیسے کہ خدا کوئی نہیں
حشر کا دل میں ترے خوف و خطر ہے کہ نہیں

غیر کے سامنے اُس بزم میں اشک افشانی
پاس کچھ آبرو کا۔ دیدۂ تر ہے۔ کہ نہیں

کردے صیاد تو آزاد۔ اُڑ دوں یا نہ اُڑوں
مجھے پروا۔ نہیں اس کی کوئی پر ہے کہ نہیں

کیا سے کیا عشق میں تیرے وہ ہوا جاتا ہے
تجھ کو قربان کی حالت پہ نظر ہے کہ نہیں

کہتے ہیں مارتا تربت پہ جو ٹھوکر میں ہوں
تیری خاطر سے بپا کرنے کو محشر میں ہوں

دیکھنا ہے یہ مجھے جا کے وہ چھپتے ہیں کہاں
اپنی آنکھوں میں لئے حشر کا منظر میں ہوں

رات آئے نہ کبھی ہے وہ ہی تدبیر مری
جو بگڑ کر نہ بنے ایسا مقدر میں ہوں

کچھ مری قبر کو احباب کشادہ رکھیں
کہ لئے ساتھ گناہوں کا بھی دفتر میں ہوں

ایسی باتیں تو کبھی خواب میں دیکھی نہ سنیں
باغِ دنیا کو بہت دیکھ کے ششدر میں ہوں

ساقیا تو نے پلائی تھی جو مے روزِ ازل
آجتک اُسکے ہی نشے سے گراں سر میں ہوں

مجھ سے بچھڑی ہوئی مٹی مری مدت میں ملی
خوش ہوا۔ آج بہت گور سے ہلکر میں ہوں

ترے باعث ہی پسند آئی ہے مجکو جنت
تو نہو خلد میں تو خلد سے باہر میں ہوں

اُس نے پھینکا بھی اگر تیرِ نظر اور کہیں
قلبِ قربان پکارا۔ ترا خوگر میں ہوں

جاتا ہے کوئی جان سے تجھ کو خبر نہیں
یہ بے رحمی کہ قلب پر اب بھی اثر نہیں

ہے تو ضرور ہاتھ میں آتی نہیں مگر
کہتے غلط ہیں لوگ کہ اُن کی کمر نہیں

صبحِ امید غیر کو آئے نظر تو آئے
میں نے تو شامِ ہجر کی دیکھی سحر نہیں

چاہیں تو ہم رقیب کو کردیں ہلاک ابھی
خاطر سے تیری کرتے کبھی یہ مگر نہیں

آتے ہیں ساتھ ساتھ جنازے سے دور دور
یہ ہے حیا اُٹھاتے مجھے دوش پر نہیں

صیاد اب رہائی ہے مہلک مرے لئے
چھوڑا ہے اب قفس سے کہ جب بال و پر نہیں

اے دل کسی کی آنکھ نے بیہوش کر دیا
تیری خبر ہو کیا مجھے اپنی خبر نہیں

وہ آنکھ کیا ہے جس میں کہ تیرا نہ نور ہو ۔ وہ دل نہیں ہے جس میں کہ تو جلوہ گر نہیں

رکھتے خبر ہو غیر کی تو نفع ہم کو کیا

قربان کے تو حال پہ تم کو نظر نہیں

ہوئی ہیں لال غصہ سے تری اے نازنیں آنکھیں ۔ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گی یہ تیری خشمگیں آنکھیں

کسی کی آنکھ نے دیکھی نہیں ایسی کہیں آنکھیں ۔ نہیں وہ صانع عالم نے بخشی ہیں حسیں آنکھیں

ہیں بہتر نرگس شہلا سے تیری سرمگیں آنکھیں ۔ ملا سکتے نہیں تجھ سے کبھی آہوئے چیں آنکھیں

میں کہتا ہوں رو رو کر سجا لیں مرگ دشمن پر ۔ اُٹھا کر آئینہ دیکھو ذرا اپنی تمہیں آنکھیں

بھری محفل میں اپنے دیکھنے والوں سے لڑتی ہیں ۔ حسینوں کی نہایت شوخ دیدہ ہو گئیں آنکھیں

مجھے سمجھا جو تیرے دیدہ خوں ریز کا کشتہ ۔ چڑھانے آئے تربت پر مری آہوئے چیں آنکھیں

نہ دکھلائیے اہل نظر کو ترچھی نظروں سے ۔ کسی کا خون کر دیں گی کسی دن یہ کہیں آنکھیں

مجھے اب مونس و غمخوار بھی آنکھیں دکھاتے ہیں ۔ زمانہ پھر گیا جسدن سے تیری پھر گئیں آنکھیں

گیا ہے انتظار یار برسوں صورت نرگس ۔ کھلی اتنی رہی آخر مری پتھرا گئیں آنکھیں

رہیگا فاش ہو کر پردہ در پردہ نگاہوں کا ۔ محبت کی بھی چھپتی ہیں چھپائے سے کہیں آنکھیں

بھرے ہیں کان غیروں نے کچھ ایسے میری جانب سے ۔ مجھے جب دیکھتے ہیں پھیر لیتے ہیں حسیں آنکھیں

رقیب روسیہ کے گھر رہے ہو وہاں شاید ۔ پتہ دیتی ہیں بیداریٔ شب کا سرمگیں آنکھیں

مرے گھر پر جو وہ تشریف لاتے ہیں شب عشرت ۔ بچھاتا ہوں بجائے فرش بالائے زمیں آنکھیں

مری آنکھوں نے اک بیدرد کا شیدا کیا مجکو ۔ خبر کیا تھی کریں گی کار مار آستیں آنکھیں

رسائی کی نہ بخت نارسا نے اپنی اے قربان

زیارت کو محمدؐ کی ترستی رہ گئیں آنکھیں

ساقی ہوں مست حب شہ بوتراب میں ۔ آلودہ مجھ کو کرتا ہے تو کیوں شراب میں

اے دل تجھے ضرور تھا انجام کا خیال ۔ کیوں کر کے عشق جان کو ڈالا عذاب میں

تیری حیا بھی کاشف راز نہاں ہوئی ۔ یعنی دلیل حسن ہے رہنا حجاب میں

کرتے ہیں ضبط کا وہ مرے آج امتحاں ۔ لب پر فغاں نہ آئے کہیں اضطراب میں

بے غم کے کچھ سرور میں کیفیتیں نہیں ۔ پیتا ہوں خون دل کو ملا کر عذاب میں

پیری نے آکے سبکا عوض ہم سے لے لیا ۔ جتنے مزے اٹھائے تھے عہد شباب میں

لگ جاتی ہے جو آنکھ کوئی دم شب فراق
لیتا ہے درد چٹکیاں اٹھ اٹھ کے خواب میں

باقی ہیں میرے ہجر کے ایام کس قدر
بتلا دے دیکھ کر یہ منجم کتاب میں

فرمائیے تو کونسی سرزد خطا ہوئی
کس واسطے پڑا ہوں عتاب و خطاب میں

شعلے بھڑکتے ہیں مرے سینہ میں رات دن
میں پھنس گیا ہوں دل کو لگا کر عذاب میں

جو آج داغ دل میں حرارت ہے عشق کی
ایسی نہ ہوگی حشر کے دن آفتاب میں

بجلی کا کوندنا مری آنکھوں میں پھر گیا
چمکا جو ان کا عارض تاباں نقاب میں

قرباں میکدہ سے ہمیں اجتناب تھا
ڈوبا ہے کیسے آج یہ جبہ شراب میں

بے سبب میری زباں پر تری فریاد نہیں
مایل رحم ترا دل ستم ایجاد نہیں

کارنامہ ہیں زمانے کی زباں پر ان کے
زندہ مجنوں نہیں وامق نہیں فرہاد نہیں

ہم ہیں اے عشق جفاکار رضا کے بندے
شاکی جور نہیں شکوۂ بیداد نہیں

قمریاں سرو کی کھا کھا کے قسم کہتی ہیں
قد موزوں کی برابر ترے شمشاد نہیں

شکوہ کرتا ہوں جو میں وعدہ فراموشی کا
بن کے انجان یہ کہتے ہیں ہمیں یاد نہیں

پی لیا عشق نے رگ رگ میں لہو تھا جتنا
تیرے دیوانہ کو اب حاجت فصاد نہیں

دل مظلوم کرے سامنے کس کے فریاد
تیری بیداد کی دنیا میں کوئی داد نہیں

فرق اتنا ہی تو ہے مجھ میں عدو میں اے دوست
میں کبھی شاد نہیں وہ کبھی ناشاد نہیں

عندلیبان چمن خوش ہیں بہت اے قرباں
آج کل باغ میں گلچیں نہیں صیاد نہیں

تیرے بیمار جو ہوں فکر مداوا نہ کریں
مر بھی جائیں تو کبھی منت عیسیٰ نہ کریں

نام ہو جن کا مسیحا وہ مداوا نہ کریں
اپنے بیمار کو افسوس وہ اچھا نہ کریں

تیرے ارمان مچلتے ہیں بہت اب دل میں
راز الفت کو مرے یہ کہیں افشا نہ کریں

سن کے وہ حال مرا کہنے لگے قاصد سے
عشق کرنا ہے کریں مجھ کو تو رسوا نہ کریں

جان دیتی ہے جنہیں تیری محبت سے عزیز
بھول کر بھی وہ ترے عشق کا چرچا نہ کریں

جب خدا نے ہے دیا حسن جمال و صورت
کس طرح اہل نظر تیری تمنا نہ کریں

مجھے رسوائی کبھی حسن کی منظور نہیں
میرے احباب مرے عشق کا چرچا نہ کریں

تو زباں دے کے بہر حال مکر جاتا ہے
یہ تو واعظ ہی ہمیں یاد دلا دیتا ہے
خوب ہی پھر رُخِ زیبا کی بہاریں لُوٹیں
کہتے ہیں عیز سے وہ دیکھ کے مجبوبے حسین

کس طرح اپنی زباں سے ترا شکوہ نہ کریں
ہم تو دنیا میں کبھی بھی غمِ عُقبیٰ نہ کریں
اپنے عاشق سے جو معشوق یہ پروا نہ کریں
عشق کے پردے میں کہدو کہ تماشا نہ کریں

ہر کہ دمے ہو خریدار یہ کہدو قربان
حُسن سی جنس کو اتنا تو وہ رُسوا نہ کریں

ہمیں ناشاد کرتے ہیں ہمیں برباد کرتے ہیں
ہمیشہ دل کسی کا رنج سہکر شاد کرتے ہیں
زمانے سے نرالا کچھ ستم صیاد کرتے ہیں
بجانے کونسا انداز آیا ہے پسند اُن کو
خزاں آئے تو پھر تیرا نفس آباد کریں گے
ستم کی انتہا ہی حد ہے کوئی ظلم بے جا کی
یہ مرنے والے دل کس ستم کا پہلو میں رکھتے ہیں
سمجھتے ہیں اسے عادت نہ ہو جائے کہیں اسکی

تعجب ہے کہ وقتِ امتحان پھر یاد کرتے ہیں
کہ ہم بیداد پر شورِ مبارک باد کرتے ہیں
نہ ہو جب قوتِ پرواز تب آزاد کرتے ہیں
فسانہ آج وہ الفت کا میری یاد کرتے ہیں
ابھی تو بصلِ گل کی سیر اے صیاد کرتے ہیں
پسِ مُردن بھی وہ مٹی مری برباد کرتے ہیں
جہاں ویران کرتے ہیں عدم آباد کرتے ہیں
نیا وہ جور کرتے ہیں نئی بیداد کرتے ہیں

جو ہے قربانؔ احمد پر وہی قربان ہے تجھ پر
نجسُس پر ترے اے عشق ہم بھی صاد کرتے ہیں

شکوہ کچھ مجھ کو ترا گردشِ ایام نہیں
یوں تو میں تیرا گنہگار ہوں اور مجرم ہوں
ہے خطرناک بہت اُن کی جوانی کا مآل
کیسے قاتل ہو کہ قبضے میں نہیں ہے کوئی چیز
دل بھی آیا ہے تو آیا ہے آلہی کس پر
ہم بھی ساقی تری محفل سے چلے خیر تری
دلفروشی کا ملا ہم کو زمانے میں خطاب
جتنا جی چاہے ستا لے نہ کرونگا شکوہ

عشق کے ہاتھ سے خود ٹھیک مرا کام نہیں
بے وفائی کا تو مجھ پر کوئی الزام نہیں
جو کہ آغاز میں ہی واقفِ انجام نہیں
تیرے پہلو میں نہیں ہاتھ میں صمصام نہیں
آج تک جس کو کہ معلوم مرا نام نہیں
خیر قسمت میں ہماری جو کوئی جام نہیں
دل کے دینے کے سوا۔ اور کوئی کام نہیں
عشق پختہ ہے مرا جانِ جہاں خام نہیں

دردِ قربانؔ مرا بڑھتا ہی چلا جاتا ہے

اور معلوم مرض کا مجھے انجام نہیں

کہیں اجڑا گلستاں ہوں کہیں ہیں برق ساماں ہوں
کہیں گلدستۂ آئین کہیں خار مغیلاں ہوں

قیامت میں اگر مانگا۔ تو کیا دونگا شہادت میں
اسی مقصد سے میں محفوظ رکھتا دل میں پیکاں ہوں

بتا اے کاتب تقدیر کیا دوں اب جواب اسکو
کہ میری روح کہتی ہے میں کیوں محبوس زنداں ہوں

مزا۔ آئے کہ تو دامن چھڑانا چاہے محشر میں
ترا مضبوط میں پکڑے ہوئے ہاتھوں سے داماں ہوں

اگرچہ شیخ کی خاطر سے کی تھی توبہ اے ساقی
مگر میں آج اسے کرتا سپرد طاق نسیاں ہوں

رعایت تم ہو گر کرتے روا۔ رکھتا ہوں کب اسکو
عدو کیواسطے میں تیغ ہوں برچھی ہوں پیکاں ہوں

بڑھے ہیں ناخن وحشت نہ لوں پھر کام کیوں انسے
ملاتا۔ تار دامن سے میں اب تار گریباں ہوں

کھلیں ہیں مرکے بھی آنکھیں نہیں مٹتی مری حسرت
تماشا گاہ عالم دیکھ کر ابتک میں حیراں ہوں

وہ اے قرباںؔ کہتے ہیں بہت صدقہ ہوئے پہلے
نہیں ہے قدر کچھ انکو اگر میں لاکھ قرباں ہوں

کوئی کیوں ساتھ رکھے کارواں میں
کہاں قوت ہے جسم ناتواں میں

نشاں ملتا نہیں ہے جانے والو
تمہیں ہمنے بہت ڈھونڈا جہاں میں

بتا تو دے ہمارے بعد صیاد
بسا ہے کون جاکر بوستاں میں

بس اب اے چارہ گر اللہ حافظ
کہ لکنت آچکی میری زباں میں

مرے ہوتے اٹھاتے بار الفت
کہاں تھی تاب و طاقت آسماں میں

بہت ناراض ہے فصل بہاری
نہیں ہے قدر چشم باغباں میں

وہ لذت عیش ظاہر میں نہیں ہے
مزہ ہے جو مرے سوز نہاں میں

قفس سے آگیا طلبی کا پیغام
رہے قرباںؔ بجلی آشیاں میں

دو دل بنا دئے ہیں ظالم نے اک نظر میں
قوت تھی آہ کتنی ایک تیر فتنہ گر میں

بیمار کو دوا۔ دے بس یہ ہے کام اس کا
ہوتی شفا نہیں ہے کچھ دست چارہ گر میں

دنیا سے ہم بکٹ سر سوئے عدم سدھائے
توشہ لیا نہ ہم نے کچھ ساتھ اس سفر میں

تاثیر کچھ نہ اس نے اے چارہ گر دکھائی
تونے ندی ڈبو کر ہمکو دوا۔ اثر میں

پھر دیکھتے کہ کتنے دیتے ہیں جان تجھ پر
گر زندگی کو رکھتی قدرت کف بشر میں

آتی ہے یاد تیری رہ جاتا ہوں تڑپ کر
اک ٹیس سی ہے اُٹھتی میرے دل و جگر میں

آوارہ حسنِ جاناں کیوں تو یہاں وہاں ہے
دل میں تو میرے بس جا رہ جا مری نظر میں

خطروں سے اب جو ہر دم ہے ہمیں شکایت
رکھا ہی کیوں قدم تھا دنیائے پُرخطر میں

قرباںؔ مر گیا ہے تنگ آ کے سوزِ دل سے
اب تو چراغ گھی کے دشمن جلائیں گھر میں

موت آجاتی ہے جنکو وہی جی جاتے ہیں
چھوڑ کر ہر غمِ دنیائے دُنی جاتے ہیں

آمد و رفت بھی اپنی تیری مرضی پہ فقط
آئے راضی سے نہ ہم اپنی خوشی جاتے ہیں

میں یہ کہتا ہوں ابھی رات ہے باقی ٹھہرو
وہ یہ کہتے ہیں نہیں ہم تو ابھی جاتے ہیں

ناخنِ غم مرا۔ فوراً انھیں دیتا ہے اُدھیڑ
بخیہ گر ٹانکے مرے دل کے جو سی جاتے ہیں

کچھ نہیں کہتے تجھے دیکھ کے ہم غیر کی ساتھ
خون کے گھونٹ مگر دل میں تو پی جاتے ہیں

ہاتھ میں ہاتھ دئے کل جو مرے پھرتے تھے
آج منہ پھیرے ہوئے مجھسے وہی جاتے ہیں

وہ یہ کہتے ہیں غلط کہتے ہو قاتل مجھکو
ٹھوکروں سے مری مُردے بھی تو جی جاتے ہیں

باغِ فردوس میں اب جا کے کھلائینگے اسے
لے کھلی ساتھ لئے دل کی کلی جاتے ہیں

ہم اگر جاتے ہیں قرباںؔ تو لطف آتا ہے
یوں تو اس بزم میں جانے کو سبھی جاتے ہیں

شام ہوتی ہے کہیں۔ صبح کا آغاز کہیں
چین سے بیٹھتے ہیں عاشقِ جانباز کہیں

مجھ سے اب آنکھ چراتا ہے دکھا کر چہرہ
مار ڈالے نہ یہی ظالم تیرا انداز کہیں

یہ بھی کہہ دینگے کہاں جائیں گے اُڑ کر صیاد
پہلے حاصل ہو ہمیں قوتِ پرواز کہیں

آ کے تو سی دے ذرا سوزنِ اُلفت سے اسے
منہ سے ہو جائے نہ ظاہر یہ ترا راز کہیں

گو زمانے میں بہت ہم نے حسیں دیکھے ہیں
تیرے انداز سے دیکھے نہیں انداز کہیں

سُن کے وہ آرزوئے وصل جو گھبرائے ہیں
اب خیال اُن کا کہیں ہے نگہِ ناز کہیں

کہیں اک حال پہ رہتا ہے زمانہ۔ توبہ
رنگِ عالم ہے یہی سوز کہیں ساز کہیں

اُن کے درماں سے مسیحا بھی ہوا ہے عاجز
اچھے ہوتے ہیں ترے عاشقِ جانباز کہیں

کیوں رکھا آپ نے اس راہ میں قرباںؔ قدم
جس کا انجام کہیں اور نہ آغاز کہیں

نظر سے دیکھ لے کس کس طرح بسمل تڑپتے ہیں
تڑپنا صحنِ مقتل میں نہ دیکھا جائیگا تجھ سے
اثر مجنوں تڑپنے کا ترے خالی نہیں جاتا
نگاہِ غور سے دیکھ انکو اے غارت گرِ محفل
نہ جانے کس یم خوبی سے دل ہم نے لگایا ہے
نتیجہ کچھ نہیں ملتا۔ اثر تجھ پر نہیں ہوتا
ادائیں تیری اے ظالم زمانے بھر کی ہیں قاتل
چلاتا ہے چھری اپنی جو تو رُک رُک کے گردن پر

ترے کوچہ میں کچھ اور کچھ سرِ محفل تڑپتے ہیں
کلیجہ تھام لے اپنا کہ ہم قاتل تڑپتے ہیں
کہ تیرے ساتھ پردے بھی سرِ محمل تڑپتے ہیں
یہ پروانے نہیں عاشق سرِ محفل تڑپتے ہیں
کہ ہم بے آب ماہی سے لبِ ساحل تڑپتے ہیں
بہت نادان ہیں عاشق جو لاحاصل تڑپتے ہیں
جگر لاکھوں تڑپتے ہیں ہزاروں دل تڑپتے ہیں
مزہ لیلے کے اے قاتل ترے بسمل تڑپتے ہیں

عدو کو دیکھ کر قربانؔ کر لو ضبط تم دل میں
کہ ہرگز تو نکلے آگے بھی کہیں غافل تڑپتے ہیں

کر گئے خالی چمن کو۔ ہائے مرغانِ چمن
سامنے آنکھوں کے تیری لٹ گئی شانِ چمن
گل کھلے ہیں یا کہ انگارے دہکتے ہیں یہاں
خیریت کیا پوچھتا ہے پوچھ میری آرزو
سیر کو آئے تھے لیکن، داغِ دل پر لے چلے
اب کہاں نغمے ہیں ماتم کی صدائیں جا بجا
اے خزاں پھولوں بھرا۔ سارا گلستاں لٹ گیا
بادِ صرصر کے اُڑا کر لے۔ گئے جھونکے انھیں

کر دیا برہم خزاں نے سازو سامانِ چمن
باغباں کیسا بنا تھا تو نگہبانِ چمن
بلبلو اچھا ہوا۔ اب کے چراغانِ چمن
زیست سے بڑھکر ہے اے صیاد ارمانِ چمن
ایک بھی دیکھا نہیں ہم نے غزلخوانِ چمن
میرے غم میں رو رہے ہیں ہم صفیرانِ چمن
دور ہیں تیرے کہاں باقی رہی شانِ چمن
بن گئے مرغِ ہوا جتنے تھے مرغانِ چمن

حسن کے گلزار میں کیسے کھلے قربانؔ پھول
میری آنکھیں ہو رہی ہیں آج قربانِ چمن

کبھی وہ سیر کی خاطر جو بن ٹھن کے نکلتے ہیں
لحد کا ذرہ ذرہ دیدۂ پُرشوق بنتا ہے
فلک پر خندہ زن ہوتی ہے بجلی دیکھ کر اُن کو
ہماری حسرتیں بھی ایک دن یونہی نکل جائیں
ہدف بنکر مرا دل خیر مقدم اُن کا کرتا ہے

تو ہم بھی دیکھنے کو اُٹھتے جو بن کے نکلتے ہیں
اگر وہ سامنے سے میرے مدفن کے نکلتے ہیں
جو لینے کیلئے تنکے نشیمن سے نکلتے ہیں
یہ ارماں تیرے ہاتھوں جیسے دشمن کے نکلتے ہیں
نشانے کیلئے جو تیر۔ چتون کے نکلتے ہیں

کرچکی کام کس کس جا۔ رفوگر۔ یہ تری سوزن
گریباں کی طرح اب تار دامن کے نکلتے ہیں

ہمارے دیدۂ گریاں جھڑی ایسی لگاتے ہیں
برستے جس طرح بادل یہ ساون کے نکلتے ہیں

سنبھالو اپنے جوبن کو۔ ہوس ہی تاک میں اسکی
خرابی کیلئے اب ہاتھ رہزن کے نکلتے ہیں

نظر اُنکے سوا۔ اپنی نہیں پڑتی کسی پر بھی
ہزاروں گو حسیں قرباںؔ بن بنکے نکلتے ہیں

دیکھا ہے جب سے ہمنے کہ اک سیمبر کہیں
اُس دن سے دل کہیں ہے ہمارا نظر کہیں

ملتے نہیں رفیق جو ہم سے بچھڑ گئے
ڈھونڈا کئے ہیں ہم اُنھیں جا جا کے ہر کہیں

غربت سے زیادہ اپنے مجھے اُسکا ہے خیال
گم ہوگیا ہے راہ سے پیغامبر کہیں

گردش رہی ہمارے نصیبوں کے ساتھ ساتھ
بیٹھے نہ ہائے چین سے ہم عمر بھر کہیں

پھر دیکھو صبح عید ہے اور شب شب برات
ہو جائے جو دعا کا ہماری اثر کہیں

کچھ ہو تمہیں خبر تو بتا دو ہمیں
پہلو سے گر گیا ہے دل بے خبر کہیں

آئی جب اُن کی یاد تو آنسو نکل پڑے
تو آبرو۔ ڈبوئے نہ اے چشم تر کہیں

کب ہم ہوائے دہر میں رہتے تھے ایکجا
کرتے بسر ہیں شام کہیں۔ اور سحر کہیں

قرباںؔ اُس کو دیکھ کے حیران ہم ہوئے
دیکھا نہیں تھا آنکھوں نے ایسا بشر کہیں

یہ رکھتے ہیں جو آہیں بھی تو بے تاثیر رکھتے ہیں
ترے عاشق بہت بگڑی ہوئی تقدیر رکھتے ہیں

ترازو جیسے وہ فتراک میں نخچیر رکھتے ہیں
کلیجے میں یونہی خنجر اپنے تیر رکھتے ہیں

یہاں خونریز کوئی اور جلوہ ہو نہیں سکتا
مرے دل میں ہمیشہ اپنی وہ تنویر رکھتے ہیں

امیدیں اُنسے دلجوئی کی رہتی ہیں سدا اُن کو
ستم ہے عاشقوں کو اپنے وہ دلگیر رکھتے ہیں

نہیں ممکن جدا ہو ایک لمحہ کو تری صورت
لگائے اپنی آنکھوں سے تری تصویر رکھتے ہیں

نہ آجائے تکبر عاشقوں کو وہ سمجھتے ہیں
دکھانے کے لئے دُنیا کو بے توقیر رکھتے ہیں

ہمیں معلوم ہے اُن کی نگاہیں کام کرتی ہیں
نہ کوئی تیر۔ رکھتے ہیں نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں

ہمیں یہ دیکھنا ہے کس طرح اُن کو سنبھالینگے
مریضوں کے لئے کیا چارہ گر تدبیر رکھتے ہیں

اکیلا ہو نہیں اے قرباںؔ اُنکے جاں نثاروں میں
گلے پر میرے کیوں خنجر وہ بے تقصیر رکھتے ہیں

کیا کہا تو نے خدا ملتا نہیں
خود ہی اس سے دل ترا ملتا نہیں

دل فریب و دل نواز و دل فروز
تجھ سا کوئی دوسرا ملتا نہیں

ڈھونڈنے میں ہے فقط تیرا قصور
ورنہ کیا حاجت روا ملتا نہیں

آرزو کی دیر سامانی نہ پوچھ
مدعی کو مدعا ملتا نہیں

دل دہی میں تو نہ کی میں نے کمی
کیا کروں دل ہی ترا ملتا نہیں

ہے نتیجہ یوں تو ہر ایک کام کا
تیری اُلفت کا صلا ملتا نہیں

آپ ہوں جس کا علاج آخری
درد ایسا لا دوا ملتا نہیں

جانے اُسکے دل میں ہیں کیا کیا گماں
مجھ سے وہ نازک ادا ملتا نہیں

رہتا ہے قربان کیا جانے کہاں
ہم کو وہ مردِ خدا ملتا نہیں

جھکا کے تیری گردن اپنی صورت دیکھ لیتے ہیں
تجھے ہم دل میں اپنے بے مروت دیکھ لیتے ہیں

ہزاروں فتنے دبتے ہیں ہزاروں فتنے اُٹھتے ہیں
تری جو چال میں رنگِ قیامت دیکھ لیتے ہیں

جھکا لیتے ہیں جب سر کو بصیرت جاگ اُٹھتی ہے
مجازی آنکھ سے رُوئے حقیقت دیکھ لیتے ہیں

جنوں تشخیص کرتے ہیں بجائے دردِ الفت کے
ہماری آ کے چارہ گر جو اُلفت دیکھ لیتے ہیں

کوئی جو چال چلتا ہے سمجھ لیتے ہیں ہم فوراً
فقط اک بات میں رنگِ طبیعت دیکھ لیتے ہیں

وہ وعدہ وصل کا کرتے ہیں لیکن پہلے عاشق کی
مروت دیکھ لیتے ہیں محبت دیکھ لیتے ہیں

پسِ مُردن شکایت کیوں عزیزوں کی تو کرتا ہے
یہ تھوڑا ہے کہ تیری آ کے تربت دیکھ لیتے ہیں

عیادت کو نہیں آتے علالت میں وہ عاشق کی
فقط آ کر جنازے پر ہی صورت دیکھ لیتے ہیں

خدا کا مظہر اے قرباں سمجھتے ہیں بتوں کو ہم
نظر آتا نہیں وُہ اسکی قدرت دیکھ لیتے ہیں

قفس سے جب اسیرانِ قفس آزاد ہوتے ہیں
تو مصروفِ طوافِ خانۂ صیاد ہوتے ہیں

عجب دنیا کی حالت ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے
کہیں آباد ہوتے ہیں کہیں برباد ہوتے ہیں

تمہاری دیکھکر صورت وہ سب ہم بھول جاتے ہیں
گلے شکوے تمہارے جتنے ہم کو یاد ہوتے ہیں

یہاں ہر آج رونق تو وہاں ہوتی ہے کل زینت
اگر گلشن اُجڑتا ہے تو بن آباد ہوتے ہیں

عدم کی رونقیں بڑھتی ہیں کیا کیا مرنے والوں سے
جنھیں برباد کرتے ہو وہ ہی آباد ہوتے ہیں

مجھے خوگر وہ اک غم کا کبھی ہونے نہیں دیتے | وہاں تو روز ہی تازہ ستم ایجاد ہوتے ہیں
وہی کچھ سیکھتا ہے جس کو مل جاتا ہے اک رہبر | وہی گمراہ ہوتے ہیں جو بے اُستاد ہوتے ہیں
جو آتے ہیں تمہاری بزم میں نظارہ کرنے کو | دبائے اپنے پہلو میں دلِ ناشاد ہوتے ہیں

قضا ہوتی ہے جن پر مہرباں کنج مصیبت میں
غمِ دُنیا سے وہ قربان سب آزاد ہوتے ہیں

رہ گئی ہو کے فنا میری تمنا دل میں | تو تو کیا تیرا تصور بھی نہ ٹھہرا دل میں
میٹھا میٹھا سا عجب درد ہے رہتا دل میں | جب سے اک تیر لگا تیری ادا کا دل میں
اُن کو ارمان کی حسرت کی لڑائی ہے پسند | دیکھتے رُوز ہیں وہ آکے تماشا دل میں
بد دُعا غیر کو بھی تیرے سبب دیتے ہیں | تیری مرضی کا نہیں پاس ہے کتنا دل میں
تو نے عشاق سے وعدہ جو قیامت کا کیا | لے گئے دید کی آخر وہ تمنا دل میں
وصل سے اُس کے جو یُوسف نے کیا ہوگا گریز | کیسی شرمندہ ہوئی ہو گی زلیخا دل میں
آگیا تیرا تصور جو شب غم اے دوست | کھنچ گیا عالم تصویر کا نقشہ دل میں
طُور پر حضرتِ موسیٰ تھی انہیں جس کی تلاش | دیکھتا ہوں میں ہمیشہ وہی جلوہ دل میں

یاد پھر اُن کی ستانے مجھے آئی شاید
آج قربان جو اک درد سا اُٹھا دل میں

مٹیں گی اُن کی دُنیا سے قیامت خیزیاں کس دن | کسی کے حال پہ آزردہ ہونگے مہرباں کس دن
انہیں بیتاب کر دینگی مری بے تابیاں کس دن | انہیں مجبور کر دیں گی مری آہ و فغاں کس دن
عدُو کی جان پر ٹوٹے گا آخر آسماں کس دن | اُٹھائیگا وہ میری طرح اسکی سختیاں کس دن
نشاطِ زندگی لوٹیگی جانِ ناتواں کس دن | مرے پہلو میں ہونگے آپ آکر مہماں کس دن
ہزاروں چاہنے والے اُٹھے جاتے ہیں دُنیا سے | اُٹھیگا اُن کے دروازے سے آخر پاسباں کس دن
جلایا دل کو میرے یار کی برق تبسم نے | جلائیں گی عدُو کی جان کو یہ بجلیاں کس دن
الٰہی قید سے صیاد کے چھوٹیں گے کب آخر | میسر ہوگا ہم کو دیکھنا پھر آشیاں کس دن
مرے نالوں سے جب صیاد کی ہی آگ لگتی ہے | جلیں گی میری آہوں سے قفس کی تیلیاں کس دن
یہ اب الزام کیوں ہے رازِ اُلفت فاش ہونیکا | بنایا آپ نے تھا مجھکو اپنا رازداں کس دن
اگر یہ داورِ محشر کے آگے بھی نہیں کھلتی | تو آخر کام آئیگی ہمارے پھر زباں کس دن

بھلائی کی تری قرباںؔ جب دُنیا نہیں قائل
پھر آخر کام آئیں گی یہ تیری نیکیاں کس دِن

شیخ اُس نے تجھکو مسجد دی تو بُت خانہ ہمیں
تجھ کو کعبہ دے دیا اور کوئے جانانہ ہمیں

میکدہ میں تو نہیں ساقی بلُاتا اس لئے
ہچکیاں لے کر ہے کرتا یاد پیمانہ ہمیں

ہاں محبت ہے محبت اور وہ بھی آپ سے
چاہے سودائی کہیں یا آپ دیوانہ ہمیں

بس سمجھ لو باغِ جنت میں بتا ہی آگئی
یاد جس دن آگیا دُنیا کا افسانہ ہمیں

دل نہیں لگتا کہیں وحشت میں اسکا کیا علاج
اب نہ بستی راس آتی ہے نہ ویرانہ ہمیں

روز اُن کی بزم میں اسواسطے جاتے ہیں ہم
تاکہ جلنے کا سبق دے آکے پروانہ ہمیں

شاید اس ترکیب سے ملجائے کچھ دل کا پتہ
ہم سنواریں آج گیسو دیجئے شانہ ہمیں

ہم وہ میکش ہیں کہ پھر بھی تشنگی باقی رہے
تو اگر ساقی پلادے سارا میخانہ ہمیں

وہ اُڑاتا ہے جو اے قرباںؔ ہمارا مضحکہ
کیا سمجھ رکھا ہے اُس نے کوئی دیوانہ ہمیں

یاد آتی ہے جو صیاد کی بیداد ہمیں
خوں رُلاتی ہے بہت فطرتِ آزاد ہمیں

جب خزاں آئیگی آجائینگے پھر سوئے قفس
چھوڑ دے فصلِ بہاری میں تو صیاد ہمیں

اور تو یاد نہیں ہم کو عدم کی باتیں
ہے وطن کوئی ہمارا ابھی یہ ہے یاد ہمیں

شکوہ کرتے ہیں تو اظہارِ محبت کی طرح
یعنی آتا ہی نہیں شکوہ بیداد ہمیں

دیکھ لیں ہم رُخِ رنگیں کی بہار آخر
قتل سے پہلے اگر اذن دے جلاد ہمیں

اب تو اُن کی ہمیں تصویر بنا لیتے ہیں
اے تصور نہیں اب حاجتِ بہزاد ہمیں

پھل نہ محنت کا ملا۔ تو گیا حسرت لے کر
رنج آتا ہے ترے حال پہ شداد ہمیں

شوق سے نذر کریں ہم اُنھیں جانِ شیریں
کاش مل جائے کہیں تیشۂ فرہاد ہمیں

وہ تو کیا یاد بھلا ہم کو کریں گے قرباںؔ
موت نے بھی نہ کیا ہائے کبھی یاد ہمیں

تیری اُلفت کا نتیجہ کچھ نہیں
کچھ نہیں اے جان لیوا کچھ نہیں

چارہ گر بیمارِ غم کا تیرے پاس
ہم سمجھتے ہیں دوا کچھ نہیں

چار دن کے سب یہ جھوٹے کھیل ہیں
عیش دُنیا رنج دُنیا کچھ نہیں

اپنے مجنوں کا نہیں رکھتی خیال
بوئے الفت تجھ میں لیلیٰ کچھ نہیں

خواب کے آگے مرے سب ہیچ ہیں
سن لیا خواب زلیخا کچھ نہیں

دینے کو تیار ہر دم ہے خدا
تجھ میں جذبہ ہی طلب کا کچھ نہیں

آپسے ہیں مجکو شکوے سیکڑوں
آپ کہتے ہیں تو اچھا کچھ نہیں

ہے نقطہ یہ اک طلسم دلفریب
یہ جہاں اس سے زیادہ کچھ نہیں

ان بتوں کی کر کے اے قرباں چاہ
کھو دیا ہے پایا کچھ نہیں

ہو نہ حسرت جسمیں بیشک وہ نظر اچھی نہیں
جو نہ رو دے عشق میں وہ چشم تر اچھی نہیں

غیرت الفت کو جوش آجائے ایسا بھی نہ ہو
ہر گھڑی کی چھیڑ تیری فتنہ گر اچھی نہیں

خواب میں ہیں وہ۔ مگر تو کھیلتی ہے زلف سے
تیری یہ بے باکیاں باد سحر اچھی نہیں

دلمیں آکے رک گیا پہنچا جگر تک بھی نہیں
دیکھ لی تیزی تری تیر نظر اچھی نہیں

بالکل ایسا ہی ہے پیری میں ہمارا رنگ سوز
شمع کی ضو جس طرح وقت سحر اچھی نہیں

تیرے خوش کرنیکو کہدوں میری حالت ٹھیک ہے
ورنہ ویسے تو طبیعت چارہ گر اچھی نہیں

جو بھی لاتا ہے وہی لاتا ہے غم کی داستان
کان میں پڑتی کوئی اپنے خبر اچھی نہیں

بات تو جب ہے فلک بھی ٹوٹ کر نیچے گرے
جائے گردوں پر جو آہ بے اثر اچھی نہیں

کوچہ قاتل میں جا کر اپنے ڈیرے ڈالدے
تیری صحت آجکل قرباں اگر اچھی نہیں

ہم اپنے ہاتھ سے وا عقدۂ تقدیر کرتے ہیں
خدا سے التجائے بخشش تقصیر کرتے ہیں

عدو کا قتل ان کو جب کبھی منظور ہوتا ہے
گلے پر پہلے میرے تیز وہ شمشیر کرتے ہیں

خبر لیتے نہیں بیمار غم کی چارہ گر پہلے
یہ جب مرنے کو ہوتا ہے تو کچھ تدبیر کرتے ہیں

سمجھتے ہیں نہ پہنچے انکو کچھ تکلیف کچھ صدمہ
شب غم ہم تو خود ہی آہ بے تاثیر کرتے ہیں

تصور بے ثباتی کا اسے ڈھاتا ہے فوراً ہی
عمارت جب خیالی ہم کوئی تعمیر کرتے ہیں

جنہیں حیرت کدے میں عشق کے رہنا نہیں آتا
تصور کو وہ کیوں دیوانہ تصویر کرتے ہیں

دل موسیٰ سے کہتی تھی تجلی برق سینا کی
جلاتے ہم نہیں تجھ کو مگر اکسیر کرتے ہیں

اجی اس سے کوئی کہدے وہ مرنے میں نہ آئینگے
ہمارے دفن کرنے میں عبث تاخیر کرتے ہیں

وہ جھوٹے ہو نہیں سکتے تو جھٹلا بھی نہیں سکتے
دبیرانِ عمل قرباںؔ جو تحریر کرتے ہیں

آیا نہ مسیحا ہم بیمار رہے برسوں
پینے کو دوا اُسکی تیار رہے برسوں

گو آنیکا وعدہ تھا۔ لیکن وہ نہیں آئے
امید میں ہم اُن کی بیدار رہے برسوں

وعدہ نہ کیا پورا۔ ایکدن بھی کبھی آکر
ہوتے ہی ترے مجھسے اقرار رہے برسوں

دشمن کا کبھی اس سے تم نے نہ گلا کاٹا
ہاتھوں میں لئے اپنے تلوار رہے برسوں

اُلفت میں کبھی تیری عزت نہ ملی ہم کو
بدنام رہے برسوں ہم خوار رہے برسوں

کچھ بھی نہ صلا ہم کو افسوس دیا تم نے
خدمتیں تمہاری ہم سرکار رہے برسوں

گو روح سدا اُنکی پیاسی ہی رہی پھر بھی
بھٹی پہ تری ساقی میخوار رہے برسوں

فرقت میں اجل نے دی آکر نہ کبھی تسکیں
مرنیکے لئے گرچہ تیار رہے برسوں

ہے شکرِ خدا آئے وہ نزع میں ملنے کو
قرباںؔ کی جو صورت سے بیزار رہے برسوں

دردِ دل کی بھی ہمارے کچھ خبر اُن کو نہیں
ہے قلق سارے زمانے کو مگر اُن کو نہیں

کور باطن جو ہیں کیا دیکھیں گے وہ جلوہ ترا
تو نظر کے پاس ہے حاصل نظر اُن کو نہیں

کس طرح وہ آئیں قبضہ میں کسی کے اے ندیم
قدرِ دل اُن کو نہیں قدرِ جگر اُن کو نہیں

اپنے جانے کی پڑی ہے اور ہے فکرِ عدو
فکر مرنے کی مرے وقتِ سحر اُن کو نہیں

عیش سے اوروں کی جو دنیا میں جلتے ہی رہے
چین سے دیکھا کسی نے عمر بھر اُن کو نہیں

سُن لیا ہے تیرہ کاروں نے کہ تو رحمٰن ہے
معصیت سے کوئی اب دنیا میں ڈر اُن کو نہیں

کیا مریضانِ محبت کی نہیں آتی دوا
دیکھنے آتا کبھی تو چارہ گر اُن کو نہیں

جو ہنر کو بے ہنر دنیا میں کہتے عیب ہیں
آج اے قرباںؔ حاصل کچھ ہنر اُن کو نہیں

رہا وہ عمر بھر محبوس ہوکر غم کے زنداں میں
پھنسا جب کوئی دل آکر تری زلفِ پریشاں میں

اُنہیں مہمان کر لیتے ہیں کچھ کانٹے بیاباں میں
اُلجھکر پاؤں سے جاتا ہے جو خارِ مغیلاں میں

ہمارے شورِ الفت سے تو لیلے قرض اے قاتل
اگر باقی نہیں ہے کچھ نمک تیرے نمکداں میں

عدو کو ہے اگر اب بھی گھمنڈ اپنی شجاعت پر
تو دو دو ہاتھ ہو جائیں ہیں محشر کے میداں میں

بسہ نحبتی کو تنہا چھوڑ دینا کی ضرورت ہے
اسے ہی ٹانک دو لاکر مرے داماں ہجراں میں

ارے ناداں وہ تو دل کے اندر تیرے رہتی ہے
تو مجنوں ڈھونڈتا پھرتا ہے لیلیٰ کو بیاباں میں

رفوگر بھی ہوا حیران۔ کرتا پاس کس کس کا
رہا جھگڑا ہمیشہ جیب و داماں اور گریباں میں

ہیں اپنی سانس میں بھی اک تپش محسوس کرتا ہوں
کسی نے بھر دیے ہیں اسقدر شعلے رگِ جاں میں

بتوں سے تیری یاد اللہ ہر دم بڑھتی جاتی ہے
نہ آجائے کہیں قرباںؔ کوئی نقص ایماں میں

کچھ نہ آیا مزہ محبت میں
عمر کھوئی تمام غفلت میں

مجھ سے ملنے کو وہ چلے آئے
جب کبھی آگئے طبیعت میں

ایک دن بھی نہ آنکھ اپنی کھلی
کٹ گئی عمر خوابِ غفلت میں

آبرو رہ گئی گناہوں کی
مل گیا امن ابرِ رحمت میں

تیرے وحشی کو کیا چمن بھائے
دل بہلتا ہے دشتِ وحشت میں

واں بھی تیرا ہیں خیال رہا
چین پایا نہ ہم نے تربت میں

من و عن پیش وہ مرے آیا
جو کہ لکھا تھا میری قسمت میں

نزع کا وقت ہے خدا حافظ
پھر ملیں گے کبھی قیامت میں

ہنس نہ صورت پہ غیر کی قرباںؔ
دخل کیا ہے خدا کی قدرت میں

وہ پتھر دل پہ ہمارے لگا کے بیٹھے ہیں
عدو کے کہنے سے بسمل بنا کے بیٹھے ہیں

وہ اپنی بزم میں فتنے اٹھا کے بیٹھے ہیں
رلا کے اٹھے ہیں مجھ کو ہنسا کے بیٹھے ہیں

ہمارے ضبط کا حال اپنی انجمن میں نہ پوچھ
کہ جب بھی بیٹھے ہیں دل کو دبا کے بیٹھے ہیں

وہ برقِ حسن گرائیں گے میری خرمن پر
جو آج پردے کو رخ سے اٹھا کے بیٹھے ہیں

رکا ہے کام جو اغیار کا مرے باعث
تو انتظار میں میری قضا کے بیٹھے ہیں

ہیں جام مے کے مقدر پہ کیوں نہ رشک کروں
کہ آج پہلو میں اک پارسا کے بیٹھے ہیں

وہ مجھ سے کہتے ہیں اب حشر اٹھ نہیں سکتا
ہم اپنی چال کے فتنے دبا کے بیٹھے ہیں

اٹھا نہ در سے تو اپنے کہ ناتواں ہیں ہم
پناہ لینے یہاں تھک تھکا کے بیٹھے ہیں

یہ کہنا اس سے تو قرباںؔ گر مسیح ملے

مریض سیکڑوں طالب شفا کے بیٹھے ہیں

رہونگا حشر کے دن بھی حسینوں کے مقدر میں
کہ ہے سب سے یہی وعدہ ملینگے تجھ سے محشر میں

کوئی رُویا کرے یا التجا اُن سے کرے ہمدم
اثر ہوتا نہیں ہرگز مگر قلب ستمگر میں

خزا نکے حکم سے مرُغ ہوا ہونگے یہ سب جا کر
لپٹ کے چلدئے مرُغ چمن داماں صرصر میں

عدم سے آئے دُنیا میں عدم کو ہم چلے واپس
ہمارا پاؤں القصہ رہا ہر وقت چکر میں

سُنے جو داستاں دل کی وہی بیتاب ہو جائے
الٰہی درد دے تو اِس طرح کا قلب مضطر میں

یہ کچھ تو مشق کا ہے نقص اور کچھ سخت جانی کا
روانی جو نہیں باقی رہی ہے تیرے خنجر میں

ہماری ناتوانی تکیہ پہلو سمجھتی ہے
کبھی سلوٹ جو رہجاتی ہے کوئی اپنے بستر میں

جو افسانہ سُنا کرتے تھے اب اُس پر یقیں آیا
تماشا نوح کے طوفاں کا دیکھا دیدۂ تر میں

یہ دُشواری رہِ اُلفت کی اے قرباںؔ معاذاللہ
سُنا ہے ہم نے جھٹکا آگیا ہے پائے رہبر میں

سزائیں دل کو میرے آپ بے تقصیر دیتے ہیں
سزا کوئی نہیں ہوتی مگر تعزیر دیتے ہیں

ہیں جو وعدہ کروں اُلٹا سمجھنا چاہیے اُسکو
وہ اپنے قول کی خود ہی بتا تفسیر دیتے ہیں

ندامت پہلے گو ہوگی مگر انجام اچھا ہے
زلیخا خواب کی یہ ہم ترے تعبیر دیتے ہیں

ہماری بد دعا سے بھی بگڑتا کچھ نہیں تیرا
ہمیشہ کوسنے ہم تجھ کو چرخ پیر دیتے ہیں

نہ کر غصہ تجھے اب شوق کے نامے نہ لکھیں گے
زباں سے گر نہیں تسکیں تو لے تحریر دیتے ہیں

تصور بھی نہ تھا اِن شوخیوں کا خواب میں مجھ کو
وہ اپنی کہہ کے مجھکو غیر کی تصویر دیتے ہیں

دکھا کر آئینہ اُس کو ملا کر آئینہ اُس سے
بلا تصویر سے ہم اُس کی اک تصویر دیتے ہیں

ستمگر تیرے ہاتھوں میں وہ آ کر پھول بنتی ہے
دم کُشتن چھُری کی داد سب نخچیر دیتے ہیں

نہیں قرباںؔ دیکھا ہے فقط ثابت قدم ہم نے
بالآخر ڈال کاندھا عشق کے رہگیر دیتے ہیں

کاہل بنا دیا ہے مستوں کو اک نظر میں
کیا میکدے بھرے تھے اُس چشم فتنہ گر میں

عبرت ہو اس سے حاصل کہتے ہیں وہ عدو سے
لاشے کو دفن کرنا تو اُس کے رہ گذر میں

میری تباہ حالی تڑپا رہی تھی اُسکو
لیکن نہ کوئی آنسو تھا چشم نوحہ گر میں

تکلیف اے عزیزو دینگے نہ ہم نہیں کچھ
گھبراؤ تم نہ دل میں مرجائیں گے سفر میں

ہم نے جہاں بھی دیکھا موجود تجھکو پایا
ظاہر ہے حسن تیرا۔ ہر برگ ہر شجر میں

کوچہ سے اُن کے واپس آیا نہ خط ہی لایا
اب میں پڑا ہوا ہوں تشویش نامہ بر میں

فرہاد کی طرح کیوں تیشے سے سر کو پھوڑوں
دیوانہ ہوں میں لیکن سودا نہیں ہے سر میں

بیمار دیکھتا ہے حسرت سے اُس کو ناحق
رکھی ہوئی شفا ہے کیا دست چارہ گر میں

ہم زندگی کا حاصل سمجھیں گے اُسکو اپنی
مل جاؤ ہم سے آکر اکبار عمر بھر میں

کہتے ہیں جسکو دنیا۔ سمجھی حقیقت اس کی
تھی خواب ایک وہ بھی قربان کی نظر میں

اُن کی ناراضی قضا سے کم نہیں
خشمگیں نظریں بلا سے کم نہیں

چھوڑ دے اے چارہ گر میرا علاج
درد۔ ذرّہ بھر دوا سے کم نہیں

دیکھئے تو مل کے دست ناز میں
خون میرا کچھ حنا سے کم نہیں

کیا پڑے پتھر ہیں اُن کی عقل پر
کہتے ہیں بت ہم خدا سے کم نہیں

آرہے ہیں وہ عیادت کے لئے
اُن کا آنا بھی دوا سے کم نہیں

ہے اندھیرا شام غم چھایا ہوا
آہ بھی کالی گھٹا سے کم نہیں

مٹ گئے پھر بھی ہمارا فخر دیکھ
اب بھی تیری خاک پا سے کم نہیں

اس کی بھی قربان ہے رسی دراز
شام غم زلف رسا سے کم نہیں

مرے آنسو بھلا کب آنکھ سے باہر نکلتے ہیں
نکلتے ہیں تو کچھ مجبور ہی ہو کر نکلتے ہیں

اُنھیں جب دیکھ کر آنسو کبھی باہر نکلتے ہیں
وہ کہتے ہیں تری آنکھوں سے کیا گوہر نکلتے ہیں

بھنور میں سیکڑوں ہیں مبتلا بحر محبت کے
جو اسمیں ڈوبتے ہیں وہ کہیں باہر نکلتے ہیں

قفس میں رنگ پھر لانے کو ہے نشو و نما اُنکی
اسیروں کے پھر اے صیاد بال و پر نکلتے ہیں

میں جانوں کچھ اثر ہونے لگا میری محبت کا
کہ وہ رکھے ہوئے ہاتھوں کو اب دل پر نکلتے ہیں

وطن کی چھوڑنے کی کیا نہیں معلوم تکلیفیں
صدف سے کس لئے باہر دُر و گوہر نکلتے ہیں

وہ کہتے ہیں لگا کر ایک ٹھوکر میری تربت پر
کہ یوں محشر میں مُردے قبر سے باہر نکلتے ہیں

جلاتے ہیں جو اوروں کو اُنہیں راحت نہیں ملتی
چراغ بزم وقت صبح گل ہو کر نکلتے ہیں

فرشتوں سے کہو کچھ انتظام حشر کر رکھیں
کہ ہم فریاد کرنے کو سر محشر نکلتے ہیں

قیامت میں کہاں ہے آج تیری شانِ ستاری — گناہوں کے ہمارے سامنے دفتر نکلتے ہیں
وہ ہرگز بھی نہیں ڈرتے کسی سے راہِ اُلفت میں — کہ عاشق لے کے سر اپنا ہتیلی پر نکلتے ہیں
بیاباں کا جو وحشت جائزہ لیتی ہے غربت میں — ہر اک ذرّے میں میرے پاؤں کے چکر نکلتے ہیں
نتیجہ شادمانی کا ہوا کرتا ہے غم اکثر — جو خوش آتے ہیں محفل میں وہی مضطر نکلتے ہیں
تمنائے شہادت کیا مری بر آئے گی ہمدم — وہ لیکر آج گھر سے ہاتھ میں خنجر نکلتے ہیں

بتانِ سنگدل قربانؔ پتھر کے کھلونے ہیں
سمجھتا موم ہوں جنکو وہی پتھر نکلتے ہیں

حاصلِ فرقت بجز دردِ نہاں کچھ بھی نہیں — اب لبِ خاموش پر آہ و فغاں کچھ بھی نہیں
فصلِ گل کا کیف یا رنجِ خزاں کچھ بھی نہیں — تجکو تو رنج و خوشی اے باغباں کچھ بھی نہیں
یہ بھی سمجھاتا ہے آخر ایک دن مثلِ بہار — ہم نے دیکھا غور سے دورِ خزاں کچھ بھی نہیں
اُنکے عارض سے زیادہ اُنمیں کب ہے رنگ و رُوپ — دیکھے دیکھے پھول تیرے باغباں کچھ بھی نہیں
اسمیں لاکھوں داغ ہیں جنکو نہیں خود پر خزاں — گلشنِ دل کے مقابل بوستاں کچھ بھی نہیں
مسکراتے ہو مگر چہرہ ہے مجسم حجاب — اس حیا کے سامنے یہ شوخیاں کچھ بھی نہیں
ہم ازل میں حسن کے مستانے تھے اُنکے سامنے — یہ شرابِ ناب اے پیرِ مغاں کچھ بھی نہیں
جیسی جیسی ہم کو تکلیفیں کسی ظالم نے دیں — اُن کے آگے چرخ تیری سختیاں کچھ بھی نہیں
کچھ نہیں سطحِ زمیں ہے خاکِ دل کی منجمد — صرف دودِ آہ ہے اور آسماں کچھ بھی نہیں
داد کیا ناوک کو دوں تحسین کہتا ہوں نہیں — ہاتھ ہوں کمزور تو زورِ کماں کچھ بھی نہیں
ہوگیا واپس سکندر بے پیے آبِ حیات — ہائے دیکھا لطفِ عمرِ جاوداں کچھ بھی نہیں
گھل گئے ہم خاک میں جلتے ہی سوزِ ہجر سے — دیکھ لو آکر سوائے استخواں کچھ بھی نہیں

عیب اے قربانؔ اپنے خود نہیں آتے نظر
ہے تکبر جن کو اُن میں خوبیاں کچھ بھی نہیں

اثر اب جو آہ و فغاں میں نہیں — تو یارا دلِ ناتواں میں نہیں
ہیں ساتھ کیوں کوئی لیتا نہیں — جگہ کیا کسی کارواں میں نہیں
نہیں آتی نغموں کی کوئی صدا — تو کیا عندلیب آشیاں میں نہیں
دعا یوں ہے ناکام شامِ فراق — کہ تاثیر باقی زباں میں نہیں

جو چکر مرے پائے وحشت میں ہے
وہ گردش کبھی آسماں میں نہیں
بتائے نہ للہ کوئی اسے
کہ طاقت دلِ ناتواں میں نہیں
خدا کے لئے کر دعا برہمن
مجھے چین عشق بتاں میں نہیں
کوئی پھول بلبل ترے دل سے کم
مرے گلشن بے خزاں میں نہیں

کرو تم نہ قرباں دل کی تلاش
وفا کا نشاں ہی جہاں میں نہیں

سوز در دل جو کبھی بزم میں آجاتا ہوں
آگ پروانوں کے پیکر میں لگا جاتا ہوں
سوزِ الفت سے ترے اب تو جلا جاتا ہوں
بے خبر جلد مری غم سے گھلا جاتا ہوں
شمع محفل ہوں مرے سوز سے دل کو نہ جلا
صبح ہوتی ہے گھڑی بھر میں بجھا جاتا ہوں
جسنے یہ درد دیا ہے اُسی بیدرد کے پاس
درد کی اپنے میں لینے کو دوا جاتا ہوں
بوجھ سے مجکو تو اے رحمت حق کردے سبک
بار عصیاں کا ہے اتنا کہ دبا جاتا ہوں
جب میں جانوں تو یوہی آئے جفائیں کرکے
جس طرح کرکے جہاں سے میں وفا جاتا ہوں
ٹھہرو اے راہ رو۔ ساتھ نبھاؤ میرا
ٹھہرو ٹھہرو۔ میں بہت دور رہا جاتا ہوں
مجھسے وہ کہتے ہیں کیا اور کروں تیرا خیال
آکے تربت پہ تری اشک بہا جاتا ہوں

روز دیتا ہوں حسینوں کو جہاں میں اک دل
اس سخاوت سے میں قرباں لٹا جاتا ہوں

تم کروگے جو ناز کی باتیں
ہم کریں گے نیاز کی باتیں
روح محمود کہتی پھرتی ہے
کچھ سنادو ایاز کی باتیں
توبہ کر جلد توبہ کر واعظ
میکدے میں نماز کی باتیں
سن کے آخر کرے گا کیا ہمدم
تو مرے دل نواز کی باتیں
مختصر ایک لمحۂ فرصت
اور عمر دراز کی باتیں
مجکو چھیڑا جو تونے اے زاہد
کھول دوں گا میں راز کی باتیں
ایک پل میں وہ بخش دیتا ہے
واہ عاجز نواز کی باتیں
دل کو چھوڑا نہ اس نے کرکے اسیر
دیکھو زلف دراز کی باتیں

آج قرباں ہیں وہ مائل رحم

کرلو راز و نیاز کی باتیں

کون ہے آکے جو دُنیا میں پریشان نہیں
ہے پریشانی کا مجموعہ یہ انسان نہیں

حیف ہے آپ کو پھر بھی مری پہچان نہیں
آپ انجان نہیں ہیں کوئی انجان نہیں

سُن لیا ہم نے کہ ملتا نہیں تو غیر سے بھی
تیرے ملنے کا نہیں اب کوئی ارمان نہیں

مذہب عشق سے جس کو نہیں اُلفت زاہد
ہم سمجھتے ہیں کہ حاصل اُسے ایمان نہیں

مر کے بھی تیرے ہی کوچہ میں پڑے رہتے ہیں
جان دے دیتے ہیں عشاق مگر آن نہیں

ہم نے خود غیر کے پہلو میں تجھے دیکھا ہے
افترا یہ نہیں تہمت نہیں بُہتان نہیں

کوئی پہچان بھی سکتا نہیں اب عاشق کو
کیا ترے عشق کی کافی یہ ہی پہچان نہیں

غیر سے کہتے ہیں محفل میں نہیں لگتا دل
آج محفل میں جو آیا مری قُربان نہیں

خود اپنی زیست کی ہم قطع راہ کرتے ہیں
مُراد والوں سے کہدو جوان مرتے ہیں

جو کرنا ہوتا ہے ہمکو وہ کر گذرتے ہیں
بتوں سے خوف نہیں۔ہاں خدا سے ڈرتے ہیں

کوئی جو آتا ہے دُنیا میں لوٹ جاتا ہے
یہ ساکنانِ عدم کب یہاں ٹھہرتے ہیں

خود اپنی موت سے رہتے ہیں بے خبر شاید
جب ان اسیروں کے صیاد پر کترتے ہیں

نگاہِ یار کے جو تیر آتے ہیں ہمدم
وہ دل سے ہو کے کلیجے میں جا اُترتے ہیں

مٹائے سے نہیں مٹتے مثالِ حسرتِ دل
ہمارے داغِ محبت سدا ابھرتے ہیں

کھٹکنے دیتے نہیں غیر کے خیال کو بھی
جو پاسباں سے نہ ہو کام ہم وہ کرتے ہیں

سُوئے حرم نہیں جاتے ہیں بتکدے سے کبھی
خدا معاف کرے ہم بتوں سے ڈرتے ہیں

ہم اُن سے دل کبھی اپنا طلب نہیں کرتے
تو دل کو لیکے وہ قربان کیوں مُکرتے ہیں

ستم سہ کے ہم چرخ کہن کو آزماتے ہیں
کمالِ ضبط سے رنج و محن کو آزماتے ہیں

کسے ہے فکر آزادی نہیں معلوم کرنا ہے
چمن میں ہم ہر اک مرغِ چمن کو آزماتے ہیں

ہماری سخت جانی سے وہ برہم تو نہیں ہوتا
سرِ مقتل مزاجِ تیغ زن کو آزماتے ہیں

دلِ پُر داغ سے بُوئے وفا آتی ہے کیا اُسکو
شبِ وعدہ دماغِ گلبدن کو آزماتے ہیں

چلے جائیں گے جب موج آئیگی سوئے وطن واپس
ابھی ہم الفتِ اہلِ وطن کو آزماتے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ دیتا کون ہے جاں مثلِ پروانہ
جلاکر شمع اہلِ انجمن کو آزماتے ہیں

کبھی کعبے میں جا کر اور کبھی بتخانے میں جا کر
ہم اکثر وضعِ شیخ و برہمن کو آزماتے ہیں

اندھیرا۔ اس طرح شاید ہو کم ظلماتِ ہستی کا
جلاکر شمعِ ہستی تن بدن کو آزماتے ہیں

خدا بھی عیب جب قرباںؔ چھپا لیتا ہے بندوں کے
تو پھر کیوں عیب جو اہلِ سخن کو آزماتے ہیں

تری اُلفت میں جتنے ولولے بھی دل سے اُٹھتے ہیں
اسی منزل میں رہتے ہیں اسی منزل سے اُٹھتے ہیں

نقاہت ہو گئی ایسی مریضانِ محبت کو
بمشکل بیٹھتے ہیں اور بڑی مشکل سے اُٹھتے ہیں

ستارے آسماں پہ جا کے بنجاتے ہیں وہ اکثر
شبِ فرقت میں جو شعلے ہمارے دل سے اُٹھتے ہیں

جو آتے ہیں تمنا دل میں لے کر تیرے جلووں کی
بہت مایوس ہو کے وہ تری محفل سے اُٹھتے ہیں

نہیں وہ قتل میں بے وجہ کرتا سختیاں مجھ پر
نہیں یہ بارِ نازک خنجرِ قاتل سے اُٹھتے ہیں

خطا صحرا میں کچھ لیلیٰ نہیں مجنوں کی وحشت کی
بگولے جتنے اُٹھتے ہیں تری محمل سے اُٹھتے ہیں

اندھیرے میں خدا جانے کدھر ہوتے ہیں وہ غائب
شبِ فرقت ہمارے ولولے جو دل سے اُٹھتے ہیں

خراب آباد عالم میں ترے دم سے خرابی ہے
یہ جتنے فتنے اٹھتے ہیں اسی محفل سے اُٹھتے ہیں

کبھی قرباںؔ وہ قسمت سے پورے ہی نہیں ہوتے
بہت سے ولولے دن رات میرے دل سے اُٹھتے ہیں

جان لینے کے لئے یہ آفت جاں ہو گئیں
اُن کی مژگاں تیز چھریاں ہو گئیں

لوگ یہ سمجھے گہن میں آ گیا ہے ماہتاب
اُن کے چہرے پر اگر زلفیں پریشاں ہو گئیں

بادہ خواروں نے جو ساقی سے کہا دیدے کباب
شیخ پر فورًا الطاف بادہ بریاں ہو گئیں

کیا کروں زاہد کہ اک اندازِ ساقی دیکھ کر
نیتیں۔ توبہ کی ساری عذرِ نسیاں ہو گئیں

تم نے وعدہ کر لیا۔ اور اُس کو پورا کر دیا
سب شگفتہ میری اُمید دل کی کلیاں ہو گئیں

آبرو یہ دیدۂ تر کی بدولت ہو گئی
آنکھ کی بوندیں مری مشہور طوفاں ہو گئیں

کس قدر بازیچۂ دُنیا بنایا دل فریب
اس تماشے گاہ میں آنکھیں بھی حیراں ہو گئیں

جس کو سمجھی تھی نشیمن عندلیب تفتہ دل
تیلیاں سب اُسکی خاطر برقِ ساماں ہو گئیں

جب نگاہِ التفات انکی ہوئی پرسانِ حال
مشکلیں قرباںؔ جتنی تھیں سب آساں ہو گئیں

نہیں پھولوں کا خیال اور چمن یاد نہیں
ہم ہیں مجبور قفس ہمکو وطن یاد نہیں

آج خاموش ہو کیوں دور خزاں آتے ہی
کیا چہکنا نہیں مرغان چمن یاد نہیں

آگئے آپ تو سب بھول گئے تکلیفیں
شاد یوں ہیں۔ کہ ہمیں رنج و محن یاد نہیں

آج میخانے میں پھر ہے وہی شغل مے و جام
توبہ کی تھی۔ کبھی اے توبہ شکن یاد نہیں

جیتے جی بار تھی سب پر مری بے سامانی
بعد مرنے کے بلا ہوگا کفن یاد نہیں

جو تجھے سارے زمانے میں لئے پھرتا تھا
تجھے اے روح وہ کیا محمل تن یاد نہیں

یہ قفس کیا ہے چمن لیکے تو اڑ سکتا ہے
طرز پروازہی اے مرغ چمن یاد نہیں

اے مسافر اسے کہتے ہیں فریب ہستی
اپنا اصلی بھی مجھے افسوس وطن یاد نہیں

دیکھئے کیسے ہو قربان بسر عمر عزیز
کہ بجز عشق تمہیں کوئی بھی فن یاد نہیں

اے صبا تو بوئے گل مجھ تک کبھی لاتی نہیں
ایک مجبور قفس پر رحم فرماتی نہیں

یاد اُن کو میری تنہائی کبھی آتی نہیں
میری حسرت بھی انہیں کچھ جا کے سمجھاتی نہیں

تنگ ہستی تھا تو اب ہیں خاک کو بھی حسرتیں
گور کی مٹی کفن کو بھی مرے کھاتی نہیں

دل شگفتہ ہو تو ہوں چہرے پر آثار خوشی
جو کلی کھلتی نہیں وہ بو کبھی پاتی نہیں

بال کھولے تم نے چھوڑا جب سے آنا بام پر
آسماں پر اب کبھی کالی گھٹا چھاتی نہیں

یہ تری دیدہ دلیری۔ یہ تری بے باکیاں
دیکھ کر کیوں اُن کو اے نرگس تو شرماتی نہیں

ضبط کی عادت جو مجھکو پڑ گئی ہے ہم نفس
میرے لاشے پر مری حسرت بھی چلاتی نہیں

دیکھ کر بلبل کا گل سے اختلاط باہمی
آنکھ نرگس کی کبھی گلشن میں شرماتی نہیں

تیرا دیوانہ ہے اے لیلیٰ بہت وحشت پسند
زلف کی زنجیر کیوں تو اس کو پہناتی نہیں

ہوگئے دیوانے شاید قید ہستی سے رہا
آج زنداں سے صدا زنجیر کی آتی نہیں

دیکھ اے قربان اپنی زندگی کی قدر کر
جو گذرتی ہے گھڑی وہ ہاتھ پھر آتی نہیں

درد کا اپنے یہ سوچا ہے مداوا نکریں
چاہے مر جائیں مگر منت عیسیٰ نہ کریں

نکلے پڑتے ہیں مرے اشک مری آنکھوں سے
ڈر ہے محفل میں تری یہ مجھے رسوا نہ کریں

جن کو بیمار محبت کا نہ ہو یاد علاج
وہ مسیحائی کا ہرگز کبھی دعوےٰ نہ کریں

وہ یہ کہتے ہیں تڑپنا نہیں آئینِ وفا
کیا کریں ترک اگر اپنا تڑپنا نہ کریں
چاہنے والوں کو آیا ہے یہ اُن کا پیغام
عشق کرنا ہے کریں مجھ کو تو رُسوا نہ کریں
حسرتِ قلب ابھی دل میں ہے میرے باقی
حلق پر غیر کے تلوار کو چھوٹا نہ کریں
گر یقیں ہو کہ وہ آجائیں گے شامِ فرقت
موت کی بھول کے ہرگز بھی تمنا نہ کریں

جان دینا ہے تجھے قرباںؔ بہت آساں ہے
نہیں کرتے وہ مداوا۔ مرا اچھا نہ کریں

ملحد تجھے نصیب ہے نورِ نظر کہاں
پھر یہ تلاش کیا کہ خدا کا ہے گھر کہاں
ہے اُس کے اختیار میں مجھ کو خبر نہیں
گذرے گی میری شام کہاں اور سحر کہاں
کرنا علاج پھر شبِ فرقت کا چارہ گر
پہلے بتا دو اس میں ہے تیری اثر کہاں
دل میں ہر ایک ذرے کے مسکن ہے آجکل
جسنے ترے آج بنایا ہے گھر کہاں
اب تک جو میرے خط کا نہیں لا سکا جواب
گم ہو گیا ہے جا کے مرا نامہ بر کہاں
صیاد سن کے مژدۂ آزادئ قفس
پرواز کی ہے فکر مگر بال و پر کہاں
دوزخ سے کیا مرے تپِ غم کو ہیں نسبتیں
اُس کی تپش کہاں مرا سوزِ جگر کہاں
رکھا ہے بیقرار یوہنی اُس نے تا بہ زیست
دل نے دیا ہے چین ہمیں عمر بھر کہاں

قرباںؔ بیٹھ چین سے ہے وقت آخری
پھرتا ہے مارا مارا۔ اِدھر اور اُدھر کہاں

کسی صورت خیالِ یار اگر رہنے لگے دل میں
مزہ آجائے اس ارمان اور حسرت کی محفل میں
تمنا قتل کی رہ جائے گی پھر قلبِ بسمل میں
غضب آیا کہ رحم آگیا پھر چشمِ قاتل میں
جنہیں آباد دل کو گھر بنانے میں تامل تھا
خدا کا شکر وہ رہنے لگے ٹوٹے ہوئے دل میں
تری لیلیٰ تو تیرے دل میں آبیٹھی ہے اے غافل
پڑا پردہ ہے خالی وہ نہیں ہے قیس محمل میں
تکلف ہے لحد پر شمع لانے سے تو رہنے دو
چراغِ داغ ہی کافی ہے جلنے کو مرے دل میں
مری بیتابئ دل دیکھکر کہتا ہے وہ قاتل
نہیں دیکھی ہے ایسی بیقراری ہم نے بسمل میں
کہیں جانے سے رُکتی ہے بہارِ باغ اے گلچیں
پھریں گو لاکھ آنسو خون کے چشمِ عنادل میں
کہاں نجد۔ اور کہاں ناقہ۔ کہاں نازک بدن لیلیٰ
اسے کہہ سکتے اے مجنوں بٹھالے دلکے محمل میں

چراغِ بزم اے قرباںؔ دیکھو ٹمٹماتا ہے

کسی کی یاد میں یہ ہچکیاں لیتا ہے جس میں

ساقی بہت ہیں کوئی مدح خوار ہی نہیں
کیفِ شرابِ غم کا طلبگار ہی نہیں

زلفوں میں تیری قید معتقد نگاہ ہیں
آزاد بھی ہیں صرف گرفتار ہی نہیں

جب چاہو آزما لو ہماری سرشت کو
ہم جاں نثار بھی ہیں وفادار ہی نہیں

اللہ رے تمازتِ خورشیدِ روزِ حشر
زاہد بھی خوف میں ہیں گرفتار ہی نہیں

جن کو نہیں ملی ہے بصیرت کی روشنی
وہ دیکھتے کبھی ترا دیدار ہی نہیں

وہ پوچھتے ہیں مجھ سے مرا حال نزع میں
کیا دوں جواب طاقتِ گفتار ہی نہیں

بگڑا ہوا ہے اب تو نظامِ حیات بھی
بگڑے ترے مریض کے آثار ہی نہیں

شکوہ فضول سا ہے خدائے کریم کا
دیتا ہے وہ تو کوئی طلبگار ہی نہیں

اللہ کے کرم کی نوازش تو دیکھئے
قربانؔ آج کوئی گنہگار ہی نہیں

اپنا ٹھکانا جب دو جہاں میں نہ پاؤں میں
جوشِ جنوں بتائے کہاں پھر سماؤں میں

مجھ کو یقین ہے کہ رہوں میں ترا جلیس
غیروں کی طرح جھوٹی جو باتیں بناؤں میں

اک بار چھپ کے دیکھ لیا ہے ترا کمال
سو بار کس لئے تجھے پھر آزماؤں میں

ٹھنڈک ملے ہے دل کو مرے اور رقیب کے
کہتے ہیں کس لئے نہ تجھے پھر جلاؤں میں

ایسا نہیں ہوں ہاتھ سے جو دوں کبھی وقار
ممکن نہیں کہ غیر کی محفل میں جاؤں میں

کس طرح منعِ عشق سے تیرے کروں اسے
سوتے ہوئے رقیب کو کیونکر جگاؤں میں

اوڑھوں غلافِ کعبہ تو تجھ کو یقیں نہ ہو
سینے کے داغ کھول کے ناحق دکھاؤں میں

لیلیٰ مری جو غیر کو پتھروں سے چھید دے
مجنوں کی جا کے قبر پہ چلے چڑھاؤں میں

رونے نہیں جو دیتے بتا دو بدل کوئی
کس چیز سے پھر آگ یہ دل کی بجھاؤں میں

قربانؔ اپنے وعدے پر آئے جو وہ کبھی
آنکھوں کا فرش راہ میں اس کی بچھاؤں میں

مری پرسش نہیں دربارِ قاتل میں وہ بسمل ہوں
لئے پہلو میں اپنے ایک مایوسی بھرا دل ہوں

میں رازِ حسن پردے میں چھپا لینے کی قابل ہوں
نگاہِ قیس کہتی ہے کہ میں لیلیٰ کا محمل ہوں

مرا سر بھی تجھے بارِ گراں معلوم ہوتا ہے
اگر اس کو جدا کر دے تو میں مشکورِ قاتل ہوں